شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے "لا الہ" گردیدہ است

ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ

الحمد للہ کہ بہت ضروری اور نہایت مفید رسالہ

بناءِ لا الہ

جس میں رسالہ اردو کراچی ماہ جنوری سنہ ۱۹۵۶ء کے نامہ نگار صاحب کو جنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو بغاوت اور یزید کی بیعت نہ کرنے کو بہت بڑا فساد اور اسلام میں فتنہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، دوستانہ طور پر تشفی بخش صورت سے سمجھانے کی پوری سعی کی گئی ہے کہ حضرت امام مظلوم نے اس عظیم الشان قربانی سے اسلام کو زندہ رکھ لیا اور وہی دفاعی جہاد کیا جس کا اصول حضرت رسولخدا صلعم نے مدینہ منورہ کی دس سال تک کی زندگی میں قائم کر دیا تھا۔ اگر حضرت شہادۃ قبول نہ فرماتے تو دین حق بالکل مٹ جاتا اور اسلام کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا۔

مطبع اصلاح کھجوا (صوبہ بہار انڈیا)
میں چھپ کر شائع ھوا

ماہ محرم ۱۳۷۶ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۹۵۶ء

قیمت عمر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب م ۔ ا ۔ ع صاحب!

سلام علیکم ۔ سہ ماہی رسالہ اردو کراچی کی پینتیسویں (۳۵) جلد کے پہلے نمبر جنوری ۱۹۵۶ء میں ایک بہت افسوسناک مضمون شایع ہوا ہے جس کی نقل ذیل میں درج کر کے ہم آپ سے دوستانہ طور پر کچھ کہنا چاہتے ہیں اور آپ سے التماس کرتے ہیں کہ اس کو ٹھنڈے دل سے سُن کر اپنی رائے سے ہمیں مطلع فرمائیں جس پر ہم آپ کے نہایت درجہ شکرگزار ہونگے آپ نے تحریر فرمایا ہے :۔

الحسین تالیف عمر ابو النصر ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی ۔ مطبوعہ مکتبہ جدید انارکلی لاہور ۔ ضخامت ۲۰۲ صفحات پاکٹ سائز ۔ اس مختصر سی کتاب کے بارے میں مؤلف کا دعویٰ ہے کہ حضرت حسین ابن علی کے حالاتِ زندگی اور شہادت کے واقعات بیان کرنے میں اس نے پوری کوشش اس امر کی کی ہے کہ وہی واقعات درج کرے جس کی ثقہ مؤرخین اور مشہور و معروف مؤلفین نے تائید کی ہے اور انھیں اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے (عرض مؤلف) چنانچہ اپنے ماخذوں میں گیارہ عربی اور پانچ یورپین مؤرخین اور مؤلفین کی کتابوں کی فہرست دی ہے ۔ جن میں تاریخ طبری، ابن اثیر، بلاذری وغیرہ کے علاوہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، یا برٹینیکا کے نام بھی شامل ہیں ۔ کتاب کا سرسری مطالعہ کرنے ہی سے یہ بات صاف عیاں ہو جاتی ہے کہ مؤلف نے ایک خاص فرقہ کے نظریہ کو پیش رکھ کر اس تالیف کو مرتب کیا ہے ۔ تحقیق و تفتیش سے مطلق سروکار نہیں رکھا ۔ ابو مخنف وغیرہ شیعہ راویوں کے بیانات ہی پر حصر کیا ہے ۔ کتاب کو ۱۴ عنوانات کے تحت ترتیب دیا ہے ۔ پہلا ہی عنوان ہے "خلافت پر اہل بیت کا حق" اور اس مفروضہ حق کے بارے میں کہا گیا ہے کہ شیعیت کی بنیاد اسی وقت پڑ چکی تھی جب رسول اللہؐ کی وفات کے معاً بعد حضرت علی کی خلافت کا نظریہ پیش کیا گیا تھا ۔ یہ نظریہ کہ خلافت صرف اہلبیت کا حق ہے اور انکا حق اُن ہی کو ملنا چاہیے برابر زور پکڑتا رہا تا آنکہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا جانگداز واقعہ پیش آیا (ص۵) نیز اسی نظریہ کے تحت حضرت علی کا لقب وصی قرار دیا گیا اور وجہ تسمیہ یہ بتائی گئی کہ رسول اللہؐ نے اپنے بعد حضرت علی کی خلافت کے لیے وصیت فرمادی تھی اس لیے وصی ٹھہرے ۔ یہی نظریہ تھا جس نے مسلمانوں کو حضرت علی کی شہادت کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ کی بیعت کرنے پر آمادہ کیا ۔ اسی نظریہ کی وجہ سے جب امام حسنؑ نے حضرت معاویہ کے حق میں دست برداری کا اعلان کردیا تو امام حسینؑ نے یہ بات ناپسند کی ۔ یہی نظریہ تھا جس کے تحت حضرت امام حسینؑ نے یزید کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور اسی نظریے کے تحت عراق کے مسلمانوں نے حضرت امام حسینؑ کی بیعت کی (ص۱۵)

مؤلف کی یہ سراسر غلط بیانی ہے اور اس غلط بیانی کی پوری تکذیب خود اسی کے ماخذ طبری کی روایتوں سے ہوجاتی ہے (صفحہ ۱۹۲، ۱۹۴ طبع اول مصر) ۔ جہاں حبرالامۃ حضرت عبداللہ بن عباس کی سند سے دو جگہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ کے وفات پانے سے چند گھنٹے پہلے جب آپ کی طبیعت سنبھل چکی تھی اور حضرت علیؑ حجرے سے باہر آئے تو لوگوں نے

پوچھنے پر انھوں نے کہا تھا کہ خدا کا فضل ہے کہ اب طبیعت اچھی ہو چلی ہے۔ اس وقت اُن کے چچا حضرت عباس نے بھتیجے کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا میں جانتا ہوں کہ ہمارے خاندان بنو عبد المطلب کے چہروں پر موت کے قریب کیا کیفیت طاری ہو جاتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ اس مرض سے جانبر نہ ہو سکیں گے۔ آؤ چلیں اور اُن سے پوچھیں کہ یہ امر خلافت کن میں ہوگا۔ اگر ہم میں ہوگا تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر دوسروں میں ہوگا تو وہ ہم کو کچھ وصیت کریں گے۔ اس پر حضرت علی نے کہا تھا واللہ اس بات کو ہم رسول اللہ سے ہرگز نہیں پوچھیں گے کیونکہ اگر انھوں نے منع کر دیا پھر کبھی لوگ ہمیں نہ ہونے دیں گے اور واللہ میں تو اس کے بارے میں ہرگز رسول اللہ سے نہیں پوچھوں گا"

کیا ان روایتوں سے جو خود مؤلف ہی کے ماخذ میں موجود ہیں اس کے اس بیان کی کہ خلافت اہل بیت کا حق تھا پوری تردید نہیں ہو جاتی ؟ یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ اسی طور سے اس نے اپنی تالیف کو مرتب کیا ہے اور باوجودیکہ آخری باب اس کا " وحدت اسلامی کی اپیل " ہے لیکن اس نے جا بجا حضرت معویہ جیسے بزرگ صحابی پر سب وشتم کرنے سے بھی اجتناب نہیں کیا جس کا اشارہ خود مترجم نے مقدمہ کتاب میں کر دیا ہے۔ مؤلف کی تنگ نظری، تعصب اور مؤلفانہ بددیانتی کے ثبوت خود اس کی کتاب میں بکثرت ہیں جن پر محاکمہ کی یہاں گنجائش نہیں آخر میں اس نے معصومیت کے انداز میں کہا ہے کہ "کیا تمام اسلامی سرزمین میں اس مختصر سے گروہ کے علاوہ جو امام حسینؑ کے ساتھ تھا اور کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس بات کا اعلان کرتا کہ حق امام حسینؑ کے ساتھ ہے اور اسلام کی کشتی کے صحیح طور پر ناخدا بننے کے آپ ہی حقدار ہیں"

مؤلف کے اس سوال کا جواب تو خود اسی کے ماخذ طبری (ج ۶ ص ۱۹۱ طبع اول مصر) میں موجود ہے کہ جب حضرت عبد اللہ بن عمر نے ابن زبیر اور حسین دونوں سے فرمایا تھا کہ اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ نہ ڈالو۔ (اتقیا اللہ ولا تفرقا جماعة المسلمین سطر ۲۶) اس کا جواب تو خود اسی کے ماخذوں میں موجود ہے جہاں حضرت حسینؓ کے بزرگوں، عزیزوں، دوستوں اور ہمدردوں نے انھیں ہر طرح سمجھایا تھا، منع کیا تھا خطرات سے آگاہ کیا تھا حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس جیسی بزرگ ہستیاں جو سن وسال کے اعتبار سے رسول اللہ کے شرف صحبت کے لحاظ سے، اپنے علم وفضل، اتقاء وپرہیزگاری کے لحاظ سے حضرت حسینؓ اور ابن الزبیر سے بدرجہا فائق تھیں۔ جب برضا ورغبت یزید کی بیعت کرلیں، جب حضرت حسین کے سوتیلے بھائی محمد بن الحنفیہ بھی یزید کی بیعت کریں اور اپنے بھائی کو خروج سے منع کریں اور ابن الزبیر کے ایجنٹوں کو جب وہ یزید کی شراب نوشی کا جھوٹا پروپیگنڈا کرنے اس کے پاس آئے تھے ڈانٹ بتا دیں اور کہیں کہ " میں یزید کے پاس گیا ہوں، اس کے پاس مقیم رہا ہوں، وہ نماز کی پابندی کرنے والا، نیک کاموں میں سرگرم، مسائل فقہ پر گفتگو کرنے والا، سنت نبوی کا التزام رکھنے والا ہے۔" (ابن کثیر البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۳) حضرت عبد اللہ بن عباس جیسے حبر الامۃ یزید کو صالح ونیکوکار بتائیں (بلاذری انساب الاشراف ج ۴ صفحہ ۳ مطبوعہ یروشلم) اس کے علم وفضل کا اعتراف کریں اور سوائے ان دو دعوےداران حکومت اور خلافت کے سب مسلمان ایک شخص سے بیعت کر لیں تو تفرقہ پیدا کرنے کے لیے

ان دو عہدیداروں کے لیے کیوں کوئی اُن کے ساتھ نکلتا؟ مؤلف کے ہم وطن اساتذہ تاریخ اسلامی کا یہ قول اس کی تردید کے لیے کافی ہے

وعلی الجملة فان الحسین
اخطأ خطاءً عظیمًا فی خروجه
هذا الذی جرّ علی الامة
وبال الفرقة والاختلاف وزعزع
عماد الفتها الی یومنا هذا۔
وقد اکثر الناس من الکتابة
فی هذه الحادثة لا یریدون بذلك
الا ان تشتعل النیران فی القلوب۔

القصہ حسینؓ نے بڑی شدید غلطی
اپنے خروج میں کی۔ اس سے اُمت پر تفرقہ
و اختلاف کا وبال پڑا اور اُلفت و محبت کے
ستون کو آج کے دن تک جھٹکا لگا۔ اکثر
لکھنے والے اس حادثے کے بارے میں سوائے
اس کے کہ آگ مشتعل
کریں اور کچھ نہیں
کرتے

یہ بھی اسی قسم کی تالیف ہے جو اس قابل نہ تھی کہ اس کا ترجمہ اردو میں کرایا جاتا۔ حضرت حسینؓ کے عزیزوں اور معاصرین نے اُن کے اس خروج کو جس نظر سے دیکھا تھا اس کا اندازہ اُن کے ایک اور بھائی عمر الاطرف کے قول سے ہوتا ہے جو ایک شیعہ مؤلف مورخ و نسابہ صاحب عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب نے لکھا ہے

(صفحہ ۳۵۱ مطبوعہ لکھنؤ)

انا الغلام الحازم ولو اخرج
لذهبت فی المعرکة وقتلت

میں ایک ہوشیار نوجوان ہوں اگر میں اس
کے ساتھ خروج کرتا تو لڑائی میں شریک ہوتا
اور مارا جاتا۔

مؤلف کا یہ بیان بھی قطعاً غلط ہے کہ حضرت علیؓ و معاویہؓ کے درمیان جو کچھ واقع ہوا اس کا یہ اثر ہوا کہ دونوں کی اولاد میں اسی شدت سے جھگڑے پیدا ہوتے رہے جس شدت سے والدین کے درمیان ہوئے تھے (صفحہ ۱۴۸) حالانکہ واقعہ کربلا کے بعد حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علی ابن الحسین معروف بہ زین العابدین ہمیشہ یزید کے طرفدار رہے اور حضرت حسینؓ کے بھائی عباس بن علی کی حقیقی پوتی نفیسہ بنت عبید اللہ بن عباس بن علی کی شادی یزید کے حقیقی پوتے علامہ خالد بن یزید سے واقعہ کربلا کے بعد ہوئی تھی (جمہرة الانساب ابن حزم مطبوعہ مصر) یہ سب سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے جھگڑے تھے۔ لڑتے بھی تھے اور آپس میں رشتہ داریاں بھی کرتے تھے۔ ان واقعات کو اسلام اس کی تعلیمات اور حق و صداقت کے لیے قربانیاں دینے سے کوئی دور کا واسطہ اور تعلق بھی نہ تھا۔ غرض اس کتاب کی طباعت اور اشاعت تاریخ اسلام کی کوئی خدمت نہیں ہے۔ م۔ ا۔ ع۔ (منقول از اخبار رضاکار لاہور ۱۶ اپریل ۱۹۵۶ء)

ہمارے مکرم مہربان! ہم نے آپ کا مضمون مذکورہ بالا خوب غور سے پڑھا اور پورا کا پورا اوپر نقل

کر دیا۔ ایک لفظ بھی نہ کم کیا نہ زیادہ۔ اگر آپ خوشی سے اجازت دیں تو ہمارے دماغ میں جو باتیں آئیں ان کو آپ پر ظاہر کردیں اس کے بعد آپ دونوں کے درمیان فیصلہ کریں کیونکہ خدا نے فرمایا ہے:-

یایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم و یغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور بات بھی کہو تو راہ کی اور سیدھی سچی۔ ایسا کرو گے تو خدا تم کو اعمال صالحہ کی توفیق دے گا اور تمہارے گناہ بھی بخش دے گا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانا تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کی (پارہ ۲۲ ع ۹)

ہم نے ترجمہ بھی شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کا نقل کیا ہے۔ اس میں خود کوئی بھی تصرف نہیں کیا۔

کیا ابو مخنف شیعہ تھا؟

عباسی صاحب! آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "ابو مخنف وغیرہ شیعہ راویوں کے بیانات ہی پر حصر کیا ہے" کیا آپ ہم کو مطلع فرما سکتے ہیں کہ ابو مخنف وغیرہ کا شیعہ ہونا آپ کو کیونکر معلوم ہوا۔ ابو مخنف زندہ تو ہے نہیں کہ اس سے اس کا مذہب پوچھا جائے لیکن آپ کو جس ذریعہ سے اس کا شیعہ ہونا معلوم ہوا اس کی توضیح فرما دیں۔ اگر وہ شیعہ ہوتا تو علامہ طبری کو ضرور معلوم ہوتا۔ پھر وہ اس کی روایتوں سے اپنی تاریخ کو کیوں بھرتے۔ کیا ان کو اس کا خیال نہیں ہوتا کہ شیعہ راویوں کے بیان درج کرنے سے ہماری تاریخ پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جائے گی؟ علامہ طبری جس پایہ کے مورخ ہیں آپ ضرور واقف ہوں گے۔ مولوی شبلی صاحب لکھا ہے "ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ یہ حدیث و فقہ میں بھی امام مانے جاتے ہیں۔ چنانچہ ائمہ اربعہ کے ساتھ لوگوں نے ان کو مجتہدین کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔ تاریخ میں انھوں نے ایک نہایت مفصل اور بسیط کتاب لکھی جو ۱۳ ضخیم جلدوں میں ہے اور یورپ میں بمقام لیدن نہایت صحت اور اہتمام کے ساتھ چھپی ہے" (الفاروق صفحہ ۸) جب امام طبری اتنے بڑے مؤرخ تھے اور انھوں نے اپنی تاریخ میں ابو مخنف کی روایتیں بہت کثرت سے درج کی ہیں تو دو ہی وجہ ہو سکتی ہے یا انھوں نے تحقیق کر لی ہوگی کہ ابو مخنف شیعہ نہیں بلکہ سنی ہے یا دوسرے لوگوں کی روایتوں سے بھی ملا کر یقین کر لیا ہوگا کہ یہ جو کچھ بیان کرتا ہے حرف بہ حرف صحیح ہے اور کوئی شبہ کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ اگر ابو مخنف شیعہ ہوتا تو زمانۂ حال کے بہت بڑے سنی مؤرخ اور مقبول مصنف مولوی شبلی صاحب نعمانی کیوں لکھتے "اس کے بعد فن تاریخ نے نہایت ترقی کی اور بڑے بڑے نامور مورخ پیدا ہوئے جن میں ابو مخنف کلبی، واقدی زیادہ مشہور ہیں۔ ان لوگوں نے نہایت عمدہ اور جدید عنوانوں پر کتابیں لکھیں" (الفاروق صفحہ ۵)

ہمارا تو خیال ہے کہ اگر ابو مخنف میں شیعہ ہونے کی بو بھی پائی جاتی تو نہ علامہ طبری اتنے بڑے مجتہد و مؤرخ اس کی روایتیں اپنی کتاب میں نقل کرتے اور نہ حضرت عمر کی سوانح عمری لکھنے والے بزرگ اس کو نامور مؤرخ کے لقب سے سرفراز کرتے۔

خلافت پر اہل بیت کا حق

پھر آپ نے لکھا ہے "پہلا ہی عنوان ہے خلافت پر اہل بیت کا حق۔ اس کے بارے میں ہمارا خیال ہے کہ شیعیت کی بنیاد اسی وقت پڑ چکی تھی جب تین سال تک رازداری کیساتھ فرض تبلیغ و اسلام ادا ہونے کے بعد ۴ بعثت میں حضرت رسولخدا صلعم کو یہ حکم پہونچا فاصدع بما تؤمر۔ اور تجھ کو جو حکم دیا گیا ہے دانشگاف کہہ دے اور نیز حکم آیا وانذر عشیرتک الاقربین اور اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو خدا سے ڈرا تو آپ نے حضرت ابوطالب کے گھر میں چالیس آدمیوں کی دعوت کی۔ جب وہ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے آپنے فرمایا میں تمہارے واسطے ایسی چیز لایا ہوں جو دنیا اور آخرت دونوں میں تمہارے لیے بہتر ہے جو کچھ میں تم سے کہوں گا تم اس کا یقین کروگے؟ سبنے جی ہاں کہا ہم آپ کو سچا اور امین جانتے ہیں۔ آپنے فرمایا خدا نے مجھے پیغمبر کیا ہے اور تمام عالم کی ہدایت کے لیے بھیجا اور حکم دیا ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیزوں اور قریبوں کو اس امر کی دعوت کروں اور عذاب آخرت سے ڈراؤں۔ تم میں سے کون ایسا ہے جو پہلے میری بیعت کرے اور اس امر میں میرا معین و مددگار ہو اور میں اس کو اپنا بھائی، وصی، وزیر اور خلیفہ مقرر کروں۔ یہ سُن کر سب چُپ ہو رہے مگر حضرت علی جو اس وقت کم یا بیش تیرہ سال کے تھے اس خاموشی کی تاب نہ لاسکے اور نہایت جواں مردی سے بولے یا رسول اللہ! میں آپ کا وزیر ہوں گا۔ آپ جو حکم کریں گے میں اس کی تعمیل کروں گا آپ کی مدد کروں گا آپکے دشمنوں کی آنکھیں نکال ڈالوں گا اور اُن کے پیٹ پھاڑ ڈالوں گا۔ آپنے فرمایا ٹھہر جاؤ شاید تم سے جو لوگ بڑے ہیں قبول کریں۔ تین مرتبہ حضرت نے اپنے اسی قول کا اعادہ کیا مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا اور حضرت علی اسی طرح کلمات اطاعت و فرمانبرداری دُہراتے رہے۔ آخری مرتبہ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علی کو اپنے پاس بلا یا بیعت لی۔ ہاتھ پھیلا کر گلے سے لگایا فقال ان ھذا اخی و وصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوه فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع لعلی وتطیع۔ پھر فرمایا لوگو! دیکھو اب تم لوگوں میں یہی علی میرے بھائی، میرے وزیر، میرے وصی اور میرے خلیفہ ہیں تم سب ان کی بات ماننا اور ان کی اطاعت کرتے رہنا۔ قریش نے یہ سُنا تو قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔ اور حضرت ابوطالب سے کہا کہ علی کی بات سنو اور اُن کا حکم مانا کرو۔ پھر سب چلے گئے (تفسیر خازن بغدادی دلائل النبوۃ بیہقی، وجمع الجوامع سیوطی، وکنز العمال علاء الدین علی متقی، وتاریخ الرسل والملوک ابن جریر طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۷، وتاریخ کامل ابن اثیر جزری جلد ۲ صفحہ ۲۳، وتاریخ ابو الفدا جلد ۲ صفحہ ۱۱۶، وتفسیر معالم التنزیل جلد ۵ صفحہ، وتاریخ گبن جلد ۲ صفحہ ۴۹۹، کتاب اوکلی صفحہ ۱۵، وکتاب کارلائل صفحہ ۶۱، وکتاب ایرونگ صفحہ ۳۷، دگمن صفحہ ۶۳، وکتاب ڈیون پورٹ صفحہ ۵ وغیرہ) ہمارے مکرم، مہربانی فرماکر مذکورہ بالا کل کتابوں کو زحمت فرماکر ملاحظہ فرمائیے اور ہمیں مطلع فرمائیے کہ یہ عبارتیں اُن کتابوں میں ہیں یا نہیں۔ اگر آپ کو نہیں ملیں تو آپ جہاں کہیں یہ کتابیں لے کر ہم خود آپ کے پاس آئیں اور سب کو دکھا دیں اور اگر یہ عبارتیں ان کتابوں میں موجود ہیں تو فرمائیے ہم نے کوئی لفظ کم تو نہیں کیا۔ کوئی لفظ زیادہ تو نہیں کیا۔ ترجمہ بھی صحیح کیا ہے یا غلط۔ اگر یہ سب باتیں درست ہیں تو آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ روایت جس کو آپ نے تاریخ طبری

سے نقل کیا ہے کہ انتقال کے قریب حضرت عباس نے حضرت علی سے فرمایا کہاں تک عقل کی کسوٹی پر پوری اُترتی ہے۔ کیونکہ حضرت علی تو جانتے ہی تھے کہ حضرت رسولِ خدا صلعم بیس۲۰ سال قبل مکہ معظمہ ہی میں حضرت کو خدا کے حکم سے خلیفہ مقرر کرکے اعلان فرما چکے تھے اور کبھی اس عہدے سے حضرت کو معزول نہیں کیا حضرت علی کو جس طرح اس کا یقین تھا کہ حضرت رسول خدا صلعم خدا کے رسول ہیں او خدا نے حضرت کو رسالت و نبوت کے عہدے سے معزول نہیں کیا ہے بالکل اسی طرح اس کا بھی یقین تھا کہ خدا کے حکم سے رسول خدا صلعم آپ کو ۲۰ سال قبل اپنا خلیفہ، وزیر اور وصی مقرر کر چکے ہیں اور آخر وقت تک اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کیا۔ آپ ہی کے بہت بڑے علامہ اور محقق شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نے جو لکھا ہے اس کے قبول کرنے میں تو آپ کو عذر نہیں ہوگا۔ ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے "جزوں میں اگر صرف روایت پر اعتبار کر لیا جائے اور عادت کے اصول اور سیاست کے قواعد اور انسانی سوسائٹی کے اقتضا کا لحاظ اچھی طرح نہ کیا جائے اور غائب کو حاضر پر اور حال کو گزشتہ پر نہ قیاس کیا جائے تو اکثر لغزش ہوگی علامہ موصوف (ابن خلدون) نے تصریح کی ہے کہ واقعہ کی تحقیق کیلئے پہلے راویوں کے جرح و تعدیل سے بحث نہیں کرنی چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ واقعہ فی نفسہ ممکن بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر واقعہ کا ہونا ممکن ہی نہیں تو راوی کا عادل ہونا بیکار ہے۔ علامہ موصوف نے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ ان موقعوں میں امکان سے مراد امکان عقلی نہیں بلکہ اصول عادت اور قواعد تمدن کی رو سے ممکن ہونا مراد ہے" (الفاروق صفحہ ۱۵) اسی اصول کے مطابق غور کیجیے کہ جب عالم دعوت اسلام کے وقت ہی حضرت رسول حضرت علی کو خلیفہ مقرر کرکے اعلان کر چکے تھے اور اس وقت سے مکہ معظمہ کی دس سال کی مدت قیام میں کبھی اس عہدے کے خلاف کوئی کام یا بات نہیں کی بلکہ اس کے بعد مدینہ کی دس سالہ زندگی میں بھی کبھی اپنی خلافت کا دوسرا انتظام نہیں کیا تو اس روایت کا صحیح ہونا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے بلکہ اس وقت سے برابر اسی قول قرار پر عمل ہوتا رہا حضرت رسول اپنے اسی اعلان عام کے مطابق حضرت علی سے وہی سب کام لیتے رہے جو ایک بادشاہ اپنے ولی عہد سے لیتا ہے۔ حضرت رسول کو خدا نے حکم دیا کہ مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر جاؤ۔ اس وقت ضرورت تھی کہ آنحضرتؐ کے جانے کے بعد حضرت کے جو کام مکہ معظمہ میں باقی رہ گئے ہیں ان کو کسی شخص کے حوالہ کر جائیں اگر پہلے یا دوسرے صاحب میں آنحضرت کی چند روزہ خلافت اور قائم مقامی کی صفت ہوتی تو خدا آں حضرتؐ کو حکم دیتا کہ فلاں بزرگ کو اپنی جگہ سُلا کر نکل جاؤ اور ان کو حکم دو کہ تمہارے جانے کے بعد تمہارے پاس لوگوں کی جو امانتیں ہیں وہ ادا کر دیں گے مولوی شبلی ہی صاحب کے الفاظ پر غور کیجیے "رسول اللہؐ سے قریش کو اس درجہ کی عداوت تھی تاہم آپ کی دیانت پر یہ اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال یا اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا آپ ہی کے پاس لا کر رکھتا تھا اس وقت بھی آپ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں۔ آپ کو قریش کے ارادہ کی پہلے ہی سے خبر ہو چکی تھی اس بنا پر جناب امیر کو بلا کر فرمایا کہ مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو صبح کو سب کی امانتیں جا کر واپس دے آنا۔ یہ سخت خطرہ کا موقع تھا جناب امیر کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج رسول اللہ کا بستر خواب قتل گاہ کی زمین ہے لیکن فاتح خیبر کے لیے قتل گاہ فرش گل تھا" سیرۃ النبیؐ جلد ۱ صفحہ ۱۹۰) آپ نے خیال فرمایا؟ خدا کو ضرورت ہوئی کہ حضرت رسول اللہ کو ہجرت کرنے کا حکم دے اور یہ بھی ضروری نظر آیا کہ حضرت

کے جانیکے بعد مکہ والوں کی سب امانتیں بھی واپس کرادے تاکہ بعد کو کوئی شخص آنحضرت پر چوری یا غصب یا خیانت کا الزام نہ
لگائے۔ یہ کام اسی شخص سے لیا جا سکتا تھا جس کا انجام دینا بالکل رسول کا فعل سمجھا جاتا اس وجہ سے ان امانتوں کے
واپس کرانے کیلئے نہ اول صاحب تجویز کیے گئے نہ دوسرے صاحب بلکہ وہی ولیعہد رسول، وہی نائب رسول وہی قائم مقام
رسول مقرر کئے گئے جن کو آج سے دس سال قبل اسی مکہ میں اسی مکہ والوں کے سامنے خدا کے حکم سے حضرت رسول خدا نے سب کو
دکھا اور سنا کر اپنے گلے سے لگا لیا اور فرما دیا تھا ان ہذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا، دیکھو یہ میرا بھائی میرا ولیعہد
اور جانشین ہے۔ سنہ ۳ بعثت میں خدا نے حضرت علی کی خلافت و ولیعہدی کا قولی اعلان کرا دیا تھا اور اب دس سال کے
بعد سنہ ہجری میں پھر حضرت کی خلافت و ولیعہدی کا اعلان کرا کے سب کو بتا دیا کہ دس سال قبل رسول نے جو کہا تھا اسی پر
قائم ہیں اور اب بھی حضرت علی ہی حضرت رسول کے قائم مقام اسی طرح ہیں جس طرح دس سال قبل ہو چکے تھے، نہ خدا
اپنے حکم سے پھر گیا ہے، اور نہ رسول اپنے اعلان کو بھول گئے ہیں، اگر خدا کو کسی اور شخص کا خلیفۂ رسول ہونا پسند ہوتا تو
جس طرح سنہ ۳ بعثت میں حضرت علی کی خلافت و وصایت کا عام اعلان کرا دیا تھا اسی طرح سنہ ۱۳ بعثت کے بعد مکہ معظمہ میں یا مدینہ
منورہ کی دس سالہ زندگی میں کسی اور شخص کو حضرت کا خلیفہ مقرر کر کے حضرت کو حکم دیتا کہ اب سب مسلمانوں سے کہہ دو کہ حضرت علی کی خلافت
کا حکم منسوخ کر دیا گیا اور انکی جگہ فلاں بزرگ کو چن کر اور لوگوں کو دکھا کر اعلان کر دو کہ ان ہذا وصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا مسلمانو اب حضرت
علی کو میری خلافت کے عہدے سے معزول سمجھ کر فلاں شخص کو میرا خلیفہ و وصی مان لو۔ عباسی صاحب آپ کیا فرما سکتے ہیں کہ حضرت
رسول نے کبھی بھی ایسا کیا؟ اگر نہیں تو حضرت علی کی خلافت کا مسئلہ نئے طور پر پیدا ہی کیوں ہوتا ہے جب حضرت رسول کی
زندگی میں ۲۰ سال تک حضرت علی یقیناً آنحضرت کے خلیفہ تھے بالکل اسی طرح حضرت اپنی وفات یعنی سنہ ۱۱ھ تک بھی
حضرت کے خلیفہ رہے نہ صرف یہ کہ خدا و رسول نے حضرت علی کو اس عہدہ سے معزول نہیں کیا، نہ صرف یہ کہ خدا نے
اپنا وہ حکم منسوخ نہیں کیا اور نہ یہ کہ خدا و رسول نے کسی اور بزرگ کو حضرت رسول کا خلیفہ نامزد نہیں کیا بلکہ مسلسل
حضرت علی کی خلافت و وصایت کی تاکید کرتے اور اسی عمارت کو مستحکم کرتے رہے۔ ہجرت کے وقت کا واقعہ ہم بیان
کر چکے۔ اب مدینہ کی زندگی اور ان کے انتظامات پر بھی ذرا غور کیجئے۔ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق
غزوہ خیبر کون ایسا غزوہ ہے جب حضرت علی سے حضرت رسول نے وہی کام نہیں لیا جو اپنے حقیقی خلیفہ جانشین
وصی اور ولیعہد سے لیا جاتا ہے؟ سب کی تفصیل میں طول ہو گا۔ غزوہ فتح مکہ میں جب حضرت رسول خانہ کعبہ میں
داخل ہوئے تو بتوں کو توڑنے کی خدمت انجام دینی پڑی کیونکہ اسلام کی اصل غرض تو بت پرستی ہی کا مٹانا تھا نیچے کے
بتوں کو تو حضرت رسول نے اپنے ہاتھ سے توڑ دیا اور جو اونچے تھے ان کو توڑنے کے لئے ایک مددگار کی ضرورت
ہوئی کیا حضرت نے پہلے بزرگ سے اوپر کے بتوں کو تڑوایا؟ اگر نہیں۔ تو انصاف فرمائیے کیوں؟ کیا حضرت نے
دوسرے بزرگ کو اس میں شریک کیا؟ اگر نہیں تو کس وجہ سے؟ اس وقت بھی وہی خلیفہ و ولی عہد و جانشین رسول
تجویز کئے گئے جو ابتدا سے حضرت کی خلافت و وصایت اور ولی عہدی و جانشینی کے فرائض انجام دے رہے تھے
حضرت نے کسی کو بھی اس شرف میں شریک نہیں ہونے دیا حضرت علی کو کاندھے پر چڑھایا اور فرمایا کہ سب کو توڑ کر

گرا دو، چنانچہ جناب امیرؑ نے ایسا ہی کیا۔ آپ جانتے ہیں رسول کی کیا شان تھی، ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی؛
ہمارے رسول اپنے دل سے کچھ نہیں بولتے بلکہ جو وحی ہوتی ہے اسی کو بیان کر دیتے ہیں حضرت علی کو بھی وحی خدا کے مطابق
ہی بتوں کو توڑنے کا حکم دیا۔ فرمائیے کیوں خدا نے پہلے بزرگ کو اس عظیم الشان شرف سے سرفراز نہیں کیا؟ دوسرے
بزرگ کو بھی اس بے مثل و نظیر اسلامی خدمت سے الگ رکھا؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ چونکہ اب حضرت
رسول کے دنیا سے جانے کا زمانہ قریب آتا جاتا تھا سو جہ سے خدا بھی جلد جلد حضرت سے وہ کام لیتا جاتا تھا جس
سے مسلمانوں کو معلوم ہوتا جائے اور دنیا گواہ ہوتی جائے کہ حضرت علی ہی شروع سے آنحضرت صلعم کے خلیفہ اور وصی ہیں
اور کسی وقت آپ حضرتؐ کی خلافت و منصب کے عہدہ سے الگ نہیں قرار دیئے گئے، وفات رسول کو اب دو سال
باقی رہ گئے ہیں، ضرورت ہوئی کہ لوگوں کو حضرت علی کی عملی خلافت پھر دکھا دی جائے حضرت رسول صلعم کو معلوم ہوا کہ
نصاریٰ شام نے ہرقل بادشاہ روم سے چالیس ہزار فوج منگا کر مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ نے حفظ ماتقدم
کی غرض سے ۳۰ ہزار فوج لیکر اور حضرت علی کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کر کے شام کی طرف چلے۔ غور فرمائیے حضرتؐ نے
پہلے بزرگ کو کیوں نہیں خلیفہ مقرر کر کے یہ سفر اختیار کیا؟ دوسرے بزرگ کو بھی اپنا خلیفہ مقرر کر کے کیوں نہیں تشریف
لے گئے؟ یہی وجہ تو تھی کہ سنہ بعثت ہی سے حضرت علی ہی آنحضرت کے خلیفہ تھے اور وہی حضرتؐ کے خلیفہ کا کل فرض
انجام دیتے تھے، تو پھر حضرت کسی دوسرے شخص کو مدینہ میں اپنا خلیفہ کس اصول سے مقرر فرما سکتے تھے؟ حضرت علی نے
عرض بھی کی کہ حضور! مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ تو حضرت نے جواب دیا، الا ترضیٰ ان تکون منی
بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لیس نبی بعدی۔ اے علی! کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت قائم رہے
جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ پیغمبر سے تھی، فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا (صحیح بخاری کتاب المغازی
پ ۱۸ ص ۵۵) حضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ضروری ہے یہاں یا میں رہوں یا تم رہو۔ اس پر حضرت علی وہیں رہ گئے۔
صحیح بخاری کی شرح لکھنے والے علماء نے تحریر کیا ہے کہ اس حدیث منزلت سے ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرتؐ رسول کی
خلافت کا حق صحابہ کو نہیں بلکہ صرف حضرت علی کو تھا اس لئے کہ حضرتؐ ہارون بھی حضرت موسیٰ کے خلیفہ ہی تھے (کتاب
فتح الباری جلد ۳ ص ۳۰) معلوم ہوا کہ علماء اہل سنت یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث سے صاف طور پر حضرت
علی کی خلافت بلا فصل ثابت ہوتی ہے بعض کتابوں میں ہے کہ اس حدیث میں حضرت رسولؐ نے حضرت علی سے یہ بھی
فرمایا تھا کہ لا ینبغی ان اذھب الا وانت خلیفتی یعنی یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ
نہ ہو (ازالۃ الخفا جلد ۲ ص ۱۶۲) بعض کتابوں میں ہے کہ فرمایا الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا النبوۃ وانت
خلیفتی اے علی! کیا تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو جناب ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی؟
بس تم کو نبوۃ نہیں ملے گی اور میرے خلیفہ تم ہی رہو گے (تذکرہ خواص الائمہ صفحہ ۱۲) اور بعض کتابوں میں ہے کہ فرمایا
خلفتک لتکون خلیفتی فان المدینۃ لا تصلح الا بی او بک۔ اے علی! میں تم کو یہاں اس غرض سے چھوڑے جاتا ہوں
کہ تم ہی میرے خلیفہ رہو اس لئے کہ مدینہ کی حالت یا میرے رہنے سے درست رہے گی یا تمہارے رہنے سے (مستدرک

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴) یہ کل عبارتیں صاف طور پہ بتاتی ہیں کہ حضرت رسول اپنی خلافت و ولیعہد کا کل کام اپنی زندگی ہی میں حضرت علی سے لیتے رہتے تھے اسی وجہ بعض یورپین مورخین (مثلاً ایرونگ وغیرہ) نے بھی لکھا ہے کہ اس حدیث منزلت کا مطلب یہی تھا اور اکثروں نے یہی نتیجہ نکالا ہے آنحضرت صلعم نے طے کر لیا تھا کہ حضرت علی ہی کو اپنا خلیفہ اور جانشین رکھیں۔

سورہ براءۃ کی تبلیغ

جناب عباسی صاحب! حضرت علی کی خلافت و جانشینی کی ان واضح دلیلوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں، حضرت رسول خدا صلعم کی رحلت کا وقت اور قریب آگیا یعنی صرف ایک سال ۲ دو ماہ اور چند دن باقی رہ گئے تو خدا نے حضرت علی کے عملی خلیفہ رسول ہونے کا اعلان اور زیادہ اہتمام سے کرنا شروع کیا۔

امام بخاری وغیرہ بہ کثرت محدثین نے لکھا ہے ابو ہریرہ کہتے تھے کہ ذی الحجہ ۹ھ ہجری کے حج میں حضرت ابو بکر نے مجھے بھیجا کہ ہم لوگ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک کعبہ کا حج نہ کرے نہ کوئی برہنہ اس کا طواف کرے، پھر آنحضرتؐ نے حضرت علی کو بھیجدیا اور انھیں حکم دیا کہ سورہ براءۃ کا اعلان وہی کریں حضرت علی نے جا کر اعلان کر دیا امام بخاری نے تین جگہ اس روایت کو لکھا ہے یہ حدیث بھی حضرت علی کی خلافت بلافصل کا قطعی فیصلہ ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ حضرت رسالتمآب صلعم نے حضرت ابو بکر کو سورہ براءۃ کے ساتھ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا پھر انکے پیچھے ہی مجھے بھیجدیا تو میں نے جا کر اور حضرت ابو بکرؓ کو پکڑ کر ان سے سورہ براءۃ لے لیا۔ یہ دیکھکر حضرت ابو بکر آنحضرت کے پاس واپس آئے اور پوچھا حضرت میں نے کیا جرم کیا جس سے یہ عزت مجھ سے چھین لی گئی ؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا یہی بہتر تھا، بات یہ ہے کہ دینی احکام کو میری طرف سے سوائے میرے یا ایسے شخص کے جو مجھ ہی سے ہو اور کوئی نہیں پہنچا سکتا ہے۔ طبرانی نے بھی یہی حدیث لکھی ہے لیکن اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے حضرت ابو بکر کو سورہ براءۃ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا تو فوراً جبرئیلؑ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور کہا یا رسول اللہ! یہ آپ نے کیا کیا ؟ کیونکہ اس سورہ کو آپ کی جانب سے سوائے آپ کے یا اس شخص کے جو آپ ہی سے ہو کوئی اور نہیں پہنچا سکتا ہے۔ پھر لکھا ہے جناب انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے سورہ براءۃ کو حضرت ابو بکر کے ساتھ روانہ کیا پھر فوراً ہی حضرت علی کو بلایا اور وہ سورہ حضرت ابو بکر سے واپس لے کر حضرت علی کو دیدیا اور فرمایا کسی کو مناسب نہیں ہے کہ اس کو پہنچائے سوائے اس شخص کے جو میرے اہل سے ہو۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب التفسیر پارہ ۱۹ صفحہ ۱۹۴) ایک اور کتاب میں ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے مکہ والوں کی طرف حضرت ابو بکر کو سورہ براءۃ کے ساتھ بھیجا، پھر ان کے پیچھے ہی حضرت علی کو روانہ کیا اور آپ سے کہا کہ ابو بکر سے اس کتاب لیکر تم خود مکہ والوں کے پاس لے جاؤ تو حضرت علی نے حضرت ابو بکر کو پکڑ کر ان سے کتاب کو لے لیا، تب حضرت ابو بکر محزون و مغموم اور شکستہ دل حضرت رسولؐ کے پاس واپس آئے اور آنحضرت سے عرض کی کہ کیا میرے بارے میں کوئی آیت اتری جس سے میں اس شرف سے معزول اور اس عزت سے محروم کر دیا گیا ؟ آپ نے فرمایا مجھے یہ حکم ضرور پہنچا ہے کہ اس سورہ براءۃ کو یا میں پہنچاؤں یا میرے اہل بیت ہی کا کوئی شخص پہنچائے (خصائص نسائی ص ۶۳

ایک اور کتاب میں ہے خود حضرت ابوبکر بیان کرتے تھے کہ ان کو حضرت رسول خدا صلعم نے سورہ براۃ دیکر اہل مکہ
کی طرف بھیجا وہ اس کو لیکر تین دن گئے تھے کہ پھر حضرت رسول نے حضرت علی سے فرمایا کہ جلد جاکر ابوبکر سے ملو اور انھیں
میرے پاس جلد بھیجدو اور تم خود اس سورہ کو مکہ والوں تک پہنچاؤ حضرت علی نے ایسا ہی کیا اور حضرت ابوبکر آنحضرت
کی خدمت میں آکر رونے لگے۔ جب رونا کچھ کم ہوا تو پوچھا یا حضرت! کیا میرے متعلق کوئی امر حادث ہوا کہ میں اس فضیلت
سے محروم کردیا گیا؟ حضرت نے فرمایا مجھے خدا کا یہ حکم پہنچا کہ اس حکم کی تبلیغ یا میں کردوں یا وہ شخص جو مجھ سے ہو اور چونکہ تم مجھسے
نہیں ہو اس وجہ سے میں نے تم سے واپس لیکر علی کو دیدیا (کتاب کنز العمال کتاب التفسیر باب التفسیر سورۃ البراۃ جلد ا صفحہ ۲۴۶
مطبوعہ حیدرآباد دکن) اور جناب مولوی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے کہ سورہ براۃ کی تبلیغ کے لئے حضرت ابوبکر وعمر دونوں
مقرر ہوئے پھر دونوں معزول کیے گئے اور حضرت علی کے سپرد یہ کام ہوا (قرۃ العینین صفحہ ۲۳۲) اس عظیم الشان اسلامی
انتظام سے اس قدر فوائد حاصل ہوتے ہیں جن سب کے ذکر کرنے میں بہت طول ہوگا مختصر طور پر صرف چند فائدوں
کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں (۱) یہ کہ حضرت ابوبکر سے سورہ براۃ واپس لے کر حضرت علی کو اس کام کے لیے روانہ کرنا
ایسا متفق علیہ واقعہ ہے جس کو بڑے بڑے اور نہایت مستند و مسلم الثبوت علماء و محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے
(۲) یہ کہ سورہ براۃ کا حضرت ابوبکر سے واپس لے لیا جانا ایسا اہم تھا کہ حضرت ابوبکر نہایت متعجب ہوئے
اور واپس آکر حضرت رسول خدا سے دریافت کیا کہ مجھ میں کیا عیب نظر آیا کہ اس شرف سے محروم کردیا گیا مجھ میں
کون سی عدم قابلیت پائی گئی جس کے سبب سے اس عزت سے معزول کردیا گیا (۳) آنحضرت نے صاف فرمادیا
کہ احکام خدا کی تبلیغ تم نہیں کرسکتے نہ تم میں اس کی قابلیت ہے نہ تم اس لائق ہو بلکہ ان کاموں کو یا میں کرسکتا
ہوں یا وہ شخص جو مجھ ہی سے ہو، اور معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر سے اس سورہ کو لے کر آں حضرت صلعم نے حضرت
علی کو دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر آں حضرت صلعم سے نہیں ہیں اور حضرت علی یقیناً آں حضرت صلعم سے
ہیں، غرض احکام خدا کی تبلیغ آنحضرت کے علاوہ اگر کوئی کرسکتا تھا تو وہ حضرت علی ہی تھے حضرت کی زندگی میں
اس قابل کوئی بھی نہیں تھا بلکہ حضرت ابوبکر سے اس خدمت کو واپس لے کر آنحضرت صلعم نے کھلم کھلا نص فرمادیا
کہ حضرت ابوبکر میں احکام خدا کی تبلیغ کا مادہ ہی نہیں تھا پھر کس قدر حیرت خیز یہ امر ہے کہ جب آنحضرت صلعم ایک
معمولی حکم خدا کے بارے میں حضرت ابوبکر سے صاف صاف فرمادیں کہ اس کام کو تم نہیں کرسکتے اور اسی وقت
یہ بھی فرمادیں کہ ایسے کاموں کی قابلیت یا مجھ میں ہے یا علی میں یا اس شخص میں جو علی کی طرح مجھ سے ہو پھر پورے
دین اسلام کی حفاظت مکمل شرائع خدا کی اشاعت، مسلمانوں کی حفاظت، مومنین کی امانت وغیرہ دینی خدمات
میں، آں حضرت کے قائم مقام حضرت ابوبکر وغیرہ کیونکر تسلیم کرلئے گئے؟ کیا آنحضرت کی خلافت اور مومنین کی
امانت و امارت کا مسئلہ سورہ براۃ کی تبلیغ سے بھی کم تھا کہ حضرت ابوبکر اس کے لئے مان لئے گئے اور
حضرت علی اس خدمت سے روک دئے گئے؟ کیا انصاف ہے کہ آنحضرت صلعم تو حضرت ابوبکر سے سورہ
براۃ تک لے کر حضرت علی کو دے دیں کہ جاکر تبلیغ کرو اور حضرت ابوبکر کے سوالی پر بھی ذرا برابر مروت کی

پروانہ کریں اور صاف فرمادیں کہ تم ہیں اس کی قابلیت نہیں ہے بلکہ اس کو یا میں انجام دے سکتا ہوں یا وہ
شخص جو مجھ ہی سے ہو گا آنحضرت صلعم کی امت چند ہی دنوں کے بعد اس کے بالکل برعکس عمل کرے کہ حضرت رسولخدا
صلعم ابتداء اعلان رسالت سے حجۃ الوداع تک بار بار حضرت امیرالمومنین ہی کو اپنا خلیفہ اور مسلمانوں کا مولا
و آقا بناتے رہیں لیکن آنحضرت صلعم کی آنکھ بند ہوتے ہی آپ کے صحابہ حضرت علی سے اس خلافت کو لیکر حضرت
ابوبکر کے حوالے کر دیں اور گویا کہدیں کہ رسول خدا نے جس شخص کو ۲۰ سال تک مسلمانوں کا سردار اور اپنا
خلیفہ بنایا وہ اس کی قابلیت نہیں رکھتا اور ۲۰ سال تک خدا و رسول دونوں ہی غلطی پہ غلطی کرتے رہے ہیں

(۴) یہ کہ طبرانی وغیرہ کی روایت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے خود ہی حضرت ابوبکر سے
سورۂ برائۃ کو واپس نہیں لیا اور نہ خود ہی پھر حضرت علی کو دیا بلکہ یہ سب اہتمام خاص ذات پروردگار عالم
نے کیا کہ حضرت جبرئیل ایسے مقرب فرشتے کو آنحضرت کی خدمت میں بھیجا آپ آئے اور آنحضرت صلعم سے کہا کہ یہ
آپ نے کیا کیا؟ دینی کام اور خاص کر سرواری کی شان رکھنے والی مذہبی خدمت کو یا آپ خود انجام دے
سکتے ہیں یا وہ شخص جو آپ سے ہو اور چونکہ اس کے بعد حضرت صلعم نے وہ سورہ حضرت علی کو دیدیا لہذا
معلوم ہوا کہ حضرت علی کو خدا ہی نے رسول کا جزو قرار دیا، اس مضمون نے مسئلہ خلافت کو اور بھی واضح کر دیا
کہ جس طرح خدا نے شروع سے یہ اصول مقرر کر رکھا ہے کہ دینی احکام کی تبلیغ اور مخلوق خدا کی ہدایت کے لئے
صرف وہی انبیاء و مرسلین کو بھیجتا ہے اسی طرح وہ خلفاء اور ائمہ کو بھی مقرر کرتا ہے چنانچہ حضرت آدم کے بارے
میں فرمایا ہے انی جاعل فی الارض خلیفہ (خود میں ہی زمین میں کسی کو خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں) اور حضرت
ابراہیم سے فرمایا کہ انی جاعلک للناس اماما (اے ابراہیم میں ہی تمکو لوگوں کا امام مقرر کرنے والا ہوں) اسی خدا
نے خود ہی آنحضرت صلعم کا خلیفہ و وصی و جانشین بھی حضرت علی کو مقرر کر دیا تھا جس کا اعلان آنحضرت صلعم
آیہ وانذر عشیرتک الاقربین کے نازل ہونے اور اسلام کی ابتدائی دعوت کے وقت ہی سے فرما رہے تھے
چونکہ خدا نے فرمایا ہے، وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ یعنی یہ میرے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلعم اپنی خواہش
سے کچھ بھی نہیں بولتے بلکہ وہی بولتے ہیں جو میری طرف سے ان پر وحی نازل کی جاتی ہے، اس اصول کے مطابق ماننا
پڑے گا کہ پہلی دفعہ جناب رسالتمآب صلعم نے جو سورہ برائۃ حضرت ابوبکر دیا وہ بھی خدا ہی کے حکم سے تھا ورنہ آیہ
مذکورہ کے خلاف ہو جائے گا جس کا کوئی مسلمان دعویٰ نہیں کر سکتا۔ پھر خدا ہی نے حضرت جبرئیل کو دوبارہ
بھیجکر آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکر کو اس عہدہ سے معزول کر دو، اس سورہ کو ابوبکر سے واپس لے لو
اور علی کو دیدو تاکہ دنیا دیکھ لے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ خدا نے حضرت ابوبکر کو اس قابل نہیں سمجھا کہ صرف ایک
سورہ کی تبلیغ ایک دن ہی سہی کر سکیں اور لوگوں کو بتا دو کہ یہ دینی کام اور مذہبی خدمت ہے اس کو صرف تم کر سکتے ہو
یا علی جو تم ہی میں سے ہیں گویا تمہارا فعل اور علی کا عمل بالکل ایک ہے۔ ہمارے محترم اغور فرمائے کہ خدا نے
جو حکیم، علیم اور عالم الغیب ہے اور اسکا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہوتا، کیا سمجھ کر پہلے آنحضرت صلعم کو

حکم دیا کہ اس سورہ کو ابو بکر کو دیکر کہو کہ جائیں اور تبلیغ کریں اور پھر انکے خوش خوش قدم اٹھانے ہی حضرت جبرئیل کو بھیجکر اس سورہ کو ان سے چھنوالیا اور مطلع کر دیا کہ تم میں اس کے پہنچانے تک کی قابلیت نہیں ہے۔ تم اس کو نہیں پہنچا سکتے ورنہ حضرت ابو بکر ہی جاکر تبلیغ کر دیتے تو بظاہر کیا بگڑ جاتا؟ کیا اس کے سوائے بھی اس فعل الٰہی کا کوئی راز اس انتظام معبود کا کوئی مطلب اور اس تغیر حکم ربانی کا کوئی سبب ہو سکتا ہے کہ اس سے مسلمانوں کو ان کی آیندہ غلطی سے بچانا اور یہ سبق دینا مقصود تھا کہ مسلمانو! خوب یاد رکھنا، ہرگز بھول نہ جانا کہ یہی حضرت ابو بکر جن کو یہ سورۂ براءۃ کی تبلیغ تک کا قابل نہیں جاننا اور جو اس کام میں بھی رسول کی نیابت نہیں کر سکتے آیندہ تم لوگوں کے دینی پیشوا بنیں گے تو تم نہ ماننا اور حقیقی خلیفہ رسول یعنی علی ہی کی خلافت کا اعتقاد رکھنا ہرگز غلطی نہ کرنا کیونکہ وہ ۲۰ سال پہلے سے رسول کے سند یافتہ خلیفہ بلافصل ہیں، شیعوں کو بھی حضرت رسول صلعم نے بتا دیا کہ تم جو حضرت علی ہی کو میرا خلیفہ بلافصل مانتے ہو تو یہی حق اور تمہارا ہی مذہب صراط مستقیم ہے کیونکہ خدا نے جب سورۂ براءۃ کی تبلیغ تک کی دینی خدمت پہلے روز سے حضرت علی کو دیدی تو میری خلافت علی سے ہٹ کر دوسرے کے پاس کیونکر پہونچ سکتی ہے؟ اسی وجہ سے آں حضرتؐ نے بار بار اس کی پیشین گوئی بھی فرما دی تھی کہ جو لوگ میرے بعد علیؑ ہی کو میرا خلیفہ بلافصل مانتے رہیں گے یعنی شیعیان علی ہی یقیناً بروز قیامت نجات پائے اور بہشت میں جانیوالے ہیں، جیسا کہ علامہ سیوطی وغیرہ بہت سے جلیل القدر علماء اہل سنت نے لکھا ہے فاقبل علی فقال النبی والذی نفسی بیدہ ان ہذا وشیعتہ لہم الفائزون یوم القیامہ۔ آنحضرتؐ کی خدمت میں حضرت علیؑ آئے تو آنحضرت نے فرمایا خدا کی قسم یہ اور انکے شیعہ ہی قیامت کے روز بہشت میں جائیں گے (تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۳۷۹) پھر اسی کتاب میں ہے نزلت ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولٰئک ہم خیر البریۃ قال رسول اللّٰہ لعلی ہو انت وشیعتک یوم القیامۃ راضین مرضیین کہ جب آیت ان الذین آمنوا نازل ہوئی تو حضرت رسول نے حضرت علی سے فرمایا وہ بہترین خلائق تم اور تمہارے شیعہ ہو کہ بروز قیامت تم لوگ خوش رہو گے اور خدا تم لوگوں کی خوشنودی چاہے گا (۳) اور علامہ ابن حجر مکی وغیرہ نے لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا کہ خدا نے تم کو تمہاری ذریت، تمہاری نسل، تمہارے اہل وعیال اور تمہارے شیعوں کو بخش دیا ہے (صواعق محرقہ صفحہ ۹۶) یہ بھی ہے یا ابا الحسن اما انت وشیعتک فی الجنۃ حضرت رسول نے فرمایا کہ اے علی تم اور تمہارے شیعہ سب کے سب جنت میں جائیں گے (صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹۶) عباسی صاحب! جب حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ حضرت علی کے شیعہ بہشت میں جائیں گے تو کیوں نہ آپ بھی شیعہ ہو جائیں تاکہ جہاں حضرت رسول خدا صلعم رہینگے وہیں آپ بھی حضرت کے ساتھ بہشت کی سب نعمتوں سے بہترین زندگی بسر کریں ہم بھی رہیں آپ بھی رہیں بلکہ آپ پاکستان کے غیر شیعہ لوگوں کو بھی آمادہ کریں کہ سب شیعہ ہو کر بہشت ہی میں چلیں واضح رہے کہ سورۂ براءۃ کی تبلیغ سے حضرت ابو بکر کا معزول کر دیا جانا بے حساب کتب حدیث وتاریخ مثلاً فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۹ صفحہ ۱۹۴ و تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۱۰ و تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ وغیرہ میں موجود ہے اور یہ سب کتابیں دہلی

مصر وغیرہ کی چھپی ہوئی ہیں۔

حجۃ الوداع اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ

عباسی صاحب! حضرت علی کی خلافت کی تاکید اور بار بار اعلان کے متعلق خدا و رسول کے اتنے انتظامات آپ نے ملاحظہ فرمالئے اب حضرت رسول کی وفات کا زمانہ اور قریب آگیا گویا صرف تین ماہ باقی رہ گئے ہیں تو جس خلافت حضرت علی کی بنیاد خدا نے ۲۰ سال قبل مکہ معظمہ ہی میں حضرت رسول کے مبعوث ہونے کے چوتھے سال قائم کر دی تھی اس کی تاکید اور زیادہ قوت کے ساتھ کر دی۔

اس طرح کہ سنہ ہجری (غالباً ۱۰ھ) میں ۲۵ ذیقعدہ کو حضرت رسول ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کے ساتھ آخری حج کرنے مکہ کی طرف تشریف لے چلے اور ۴ ذالحجہ کو وہاں پہونچ گئے، حج و قربانی سے فارغ ہو کر ۱۴ ذالحجہ کو مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں مقام خم پر ایک تالاب (غدیر) تھا وہاں پہونچے تو خدا کی یہ آیت اتری یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔ اے رسول جو حکم تم کو بھیجدیا گیا ہے اسے ابضرور پہونچا دو اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو سمجھا جائیگا کہ رسالت کا کوئی بھی کام نہیں کیا اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا (پارہ ۶ ع ۱۴) حضرت فوراً اتر پڑے اونٹ کے پالانوں کا ایک منبر طیار کرایا۔ اس پر حضرت علی کو لے جا کر ایک خطبہ میں فرمایا میں تمہارے درمیان دو امر عظیم چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن دوسرے میرے اہلبیت اگر تم لوگ ان دونوں کی پیروی کرتے رہوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچ جائیں پھر فرمایا مسلمانو! کیا میں تمہارے نزدیک تمہارے نفسوں سے اولی نہیں ہوں؟ سب نے کہا بے شک ہیں تب آپ نے فرمایا جس کے نفس سے میں اولی ہوں علی بھی اس کے نفس سے اولی ہیں اور حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر الحق معہ حیث دار۔ مسلمانو! اچھی طرح سن رکھو جس کا میں ابتک مولا تھا اس کے مولا علی بھی ہیں۔ اے اللہ جو ان کو اپنا مولا سمجھے تو اس کو دوست رکھ اور جو ان سے دشمنی کرے اس کو تو بھی دشمن رکھ جو ان کی مدد کرے اس کی تو بھی مدد کر اور جو ان کو چھوڑے تو بھی اسے چھوڑ دے۔ اور یہ جدھر پھریں ادھر ہی تو حق کو بھی پھیر تا رہ۔ تین مرتبہ یہ کہہ کر ارشاد فرمایا کہ تم حاضرین کو چاہئے کہ غائبین تک اس خبر کو ضرور پہنچا دو یہ فرما کر منبر سے اتر آئے اور حضرت علی کو حکم دیا کہ ایک خیمہ میں بیٹھیں تاکہ لوگ آپ کو مبارکباد دیں، بہت کثرت سے لوگوں نے تہنیت ادا کی۔ حضرت عمر نے بھی کہا بخ بخ یا ھنیاً لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولائی ومولا کل مومن ومومنۃ۔ مبارک ہو آپ کو اے فرزند ابو طالب کہ آپ میرے اور تمام مومن مرد اور عورت کے مولا بھی ہوگئے، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی، الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ اب میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا، تمہارے اوپر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا، اس پر آنحضرت نے فرمایا اللہ اکبر دین کے کامل نعمت کے تمام اور میری رسالت اور علی کی ولایت سے خدا کے خوشنود ہونے پر (تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ وغیرہ) اس موقع پر ایک شخص

فہری نے آنحضرت پر اعتراض کیا اور گمان کیا کہ آنحضرت نے بغیر حکم خدا اپنی خواہش نفسانی سے صرف حضرت علی کی محبت میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا ہے یہ خیال کر کے اس نے خدا سے دعا کی کہ اے اللہ! اگر درحقیقت رسول اللہ نے تیرے ہی حکم سے علی کو مولا مقرر کر دیا ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا دے اسی وقت اسکے سر پر ایک پتھر آ کر پڑا جو اس کے پاخانہ کے مقام سے ہوتا ہوا نکل گیا اور وہ ہلاک ہو گیا جس کے بعد ہی یہ آیت بھی نازل ہوئی سال سائل بعذاب واقع۔ سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کی خود دعا مانگی (سیرۃ حلبیہ مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۲۷۴ و نور الابصار صفحہ ۷۱ وغیرہ) ان واقعات سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ خدا و رسول نے پھر حضرت علی کی خلافت بلافصل کا عام اعلان کر دیا اور اب اس میں کسی انصاف پسند شخص کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔

واقعہ مباہلہ

حضرت رسول کا زمانہ وصال اور قریب آگیا تو حضرت کی خلافت کا پھر اعلان کرانے کے لئے خدا کا اہتمام اور زیادہ ہو گیا آنحضرت نے نجران کے عیسائیوں کے پاس دعوت اسلام کا خط بھیجا اُن میں سے ۱۴ یا ۱۶ شخص آنحضرت کے پاس آئے اور مناظرہ کرنے لگے آنحضرت نے جواب دیئے اور بہت سمجھایا جب وہ لوگ نہ مانے تو آنحضرت پر یہ آیت اتری فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین جو شخص علم آنے پیچھے تم سے جھگڑا کرتا ہے اس سے کہدو کہ آؤ تم اور ہم اپنے فرزندوں اپنی عورتوں اور اپنے نفسوں کو بلائیں پھر مباہلہ کر کے خدا سے دعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو (سورۃ آل عمران) ۲۴ ذی الحجہ تاریخ مباہلہ قرار پائی حضرت رسول امام حسن و حسین کو (فرزندوں کی جگہ) بیٹی فاطمہ کو (عورتوں کی جگہ) اور اپنے نفس حضرت علی کو (نفس کی جگہ) لے کر نکلے (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ وغیرہ) ملاحظہ فرمائیے خدا نے حضرت کو یہ حکم دیا تھا کہ اپنے ایک نفس کو نہیں بلکہ سب نفسوں کو لے جائیں۔ مگر حضرت صرف جناب امیرؑ کو لے گئے اگر پہلے اور دوسرے بزرگ میں بھی حضرت کی خلافت اور مذہب اسلام کی سرداری کی کوئی بھی صفت ہوتی تو حضرت صلعم ان لوگوں کو کیوں نہیں لے جاتے؟ لفظ انفس میں بڑی گنجائش تھی مگر خدا نے سوائے حضرت علی کے کسی کو لے جانے کی اجازت نہیں دی تو حضرت رسول حکم خدا کے خلاف کیونکر کرتے؟ کیا اس سے بھی یہ واضح نہیں ہوتا کہ خدا چونکہ حضرت علی کو ۲۰ سال قبل آنحضرت کا خلیفہ مقرر کر چکا تھا لہذا اب اس کو مشکوک کرنا نہیں چاہا۔ دوسرے لوگ انفس میں آ جاتے تو انھیں بھی خلافت کا دعوی کرنے کا موقع مل جاتا۔

تجہیز لشکر اسامہ

حضرت رسول کی آخری زندگی کا مشہور واقعہ لشکر اسامہ کا بھیجنا ہے صفر ۱۱ ہجری میں فرمایا کہ روم سے جنگ کرنے کو اسامہ بن زید کے ماتحت ہو کر لشکر اسلام روانہ ہو جائے۔ اس لشکر میں پہلے اور دوسرے بزرگ کو بھی مدینہ سے بہت دور چلے جانے کا حکم دیا مگر حضرت علی کو آپ نے اس لشکر کے ساتھ جانیکا حکم نہیں دیا بلکہ آپ اپنے پاس ہی رکھا (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۸۵ و تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ و طبری جلد ۳ صفحہ ۱۸۸ وغیرہ) عباسی صاحب [illegible] ملاحظہ فرمائیے حضرت رسول کے انتقال کو [illegible]

اس وقت خدا حضرت کو حکم دیتا ہے کہ پہلے اور دوسرے بزرگ کو مدینہ سے بہت دور روانہ کردو
اور حضرت علی کو اپنے پاس رکھو خدا تو جانتا تھا کہ اب رسُول چند دنوں میں انتقال کر جائیں گے، پھر
پہلے اور دوسرے بزرگ کو مدینہ سے باہر بہت دور روانہ کر دینے کا حکم کیوں دیا؟ کیا اس کا صاف
مطلب یہ نہیں تھا کہ یہ لوگ حضرت علی کو خلیفہ نہیں ہونے دیں گے اور جو علی ۲۰ سال سے ہماری کوشش
سے رسُول کی نیابت و خلافت کر رہے ہیں وہ اپنی جگہ سے محروم کر دیئے جائیں گے اس وجہ سے ان
دونوں کو مدینہ سے باہر بہت دور بھیجدو تاکہ نہ یہ یہاں رہیں اور نہ خلافت پر قبضہ اور نہ علی کو اُن کے
حق سے محروم کر سکیں۔

خلافت کا قرآن مجید سے فیصلہ | مذکورہ بالا بیانات سے آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ حضرت
رسُول کی رحلت سے ۲۰ سال پہلے ہی سے خدا نے حضرت علی کو رسُول کا خلیفہ مقرر کر رکھا تھا اور برابر
اس کی وہ تاکید بھی کرتا رہتا تھا۔ اگر ان باتوں سے آپ کی تشفی ہو جائے تو سبحان اللہ ورنہ قرآن مجید
سے پھر پوچھئے کہ خدا ہی نے حضرت علی کو رسول کا خلیفہ پہلے ہی سے مقرر کر رکھا تھا یا نہیں، اس نے
صاف فرما دیا ہے وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم
لیمکنن لهم دینهم الذی ارتضیٰ لهم و لیبدلنهم من بعد خوفهم امنا، الایہ، تم میں سے جن لوگوں نے
ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے ان سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ زمین پر اُن کو اسی طرح خلیفہ مقرر کریگا
جس طرح ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو اُن سے پہلے گذر چکے ہیں اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس
پر انھیں ضرور پوری قدرت دے گا اور ان کے خائف ہونے کے بعد ان کے ہراس کو امن سے بدل دیگا
(پارہ ۱۸ رکوع ۱۳ سورہ نور آیتہ ۵۵) اس آیتہ کے ایک ایک لفظ پر غور فرمائیے جو پکار پکار کہتی ہے کہ خود
خدا نے جناب امیرؑ کو حضرت رسُول کا خلیفہ (سنہ بعثت میں) بنا دیا تھا اور مسلمانوں کو اس کا موقع نہیں
دیا کہ اپنی رائے سے کسی کو رسُول کا خلیفہ بنائیں۔ کیونکہ خلیفہ بنانے کا کام وہ اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑتا تاکہ
مسلمانوں کو کسی پر رائے دینے۔ یا ووٹ ڈالنے یا اجماع کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ جس طرح نبیوں
کو بھی ہمیشہ خدا ہی نے مقرر کیا اسی طرح کسی رسول کے خلیفہ کو بھی ہمیشہ وہی مقرر کرتا رہا ہے جس طرح آدمیوں
کے انتخاب یا اجماع سے کوئی شخص نبی یا رسول نہیں ہو سکتا اسی طرح آدمیوں کے ووٹ دینے سے
کوئی شخص خلیفہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر دو چار نہیں بلکہ دو چار کروڑ آدمی بھی کسی کو نبی یا رسول بنانا چاہیں
مگر وہ نہیں ہو سکتا اسی طرح کچھ لوگ اپنی رائے سے کسی کو خلیفہ بنا دیں تو واقعتاً وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا، اس
آیتہ میں خدا دو باتوں پر خاص طور پر زور دیتا ہے ایک یہ کہ اے مسلمانوں تم لوگوں میں رسول کے بعد خلیفہ
میں ہی مقرر کروں گا۔ تم لوگوں کو خود خلیفہ مقرر کرنے کا حق نہیں ہے۔ جس کے بارے میں دوسری جگہ صاف
فرما دیا ہے۔ وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لهم الخیرة سبحان اللہ وتعالیٰ

یعنی تمہارا پروردگار جو چاہی پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور یہ انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے اور جس چیز کو یہ لوگ خدا کا شریک بناتے ہیں اس سے خدا پاک اور برتر ہے (پارہ ۲۰ ع ۱۰) جس سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ خداوندی عہدے صرف خدا ہی کے انتخاب سے حاصل ہوتے ہیں ۔ نبوت ہو یا امامت و خلافت بندوں کے ہاتھ میں ہرگز اس کا انتخاب نہیں کیونکہ خدا کے سوا کون شخص جان سکتا ہے کہ کس کا دل و دماغ کیسا ہے ۔ دوسری یہ کہ میں اب بھی تم لوگوں پر رسول کا خلیفہ اسی طرح مقرر کروں گا جس طرح پہلے انبیاء و مرسلین کے خلفاء کو بھی میں نے ہی مقرر کیا تھا ۔ اب دیکھ لینا چاہیے کہ سابق انبیاء و مرسلین کے خلفاء کو خدا نے کس طرح مقرر کیا تھا ۔ اگر اس نبی کی امت پر چھوڑ دیا تھا کہ اپنی پنچائت یا اجماع یا استخلاف یا شورے سے کسی کو خلیفہ بنا لو تو شوق سے ، حضرت رسول خدا کے اس خلیفہ کو بھی مانیں جو انھیں اصولوں سے بنایا گیا لیکن اگر حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک کل نبیوں اور پیغمبروں کے خلفاء کو خدا نے خود ہی تجویز کر کے اُن نبی یا پیغمبر سے اعلان کرا دیا تو حضرت رسول کے خلیفہ کو بھی ماننا پڑے گا کہ وہی بزرگ ہیں جن کو خدا نے مقرر کر کے حضرت رسول سے اعلان کرا دیا تھا کہ یہی علیؑ میرے خلیفہ میرے وصی اور میرے وزیر ہیں ، عباسی صاحب ہم کو تو پورے قرآن مجید اور تاریخ و حدیث کسی میں بھی یہ مضمون نہیں ملا کہ کسی پیغمبر کے خلیفہ کو اس کی امت نے اپنے انتخاب سے مقرر کیا ہو بلکہ اس کے بالکل برعکس ہوتا رہا ، شروع سے آج تک جس طرح خدا ہی نے ہر نبی اور رسول کو مقرر کیا اور کسی نبی کا تقرر آدمیوں کی تجویز یا انتخاب یا اجماع سے نہیں ہونے دیا بالکل اسی طرح ہر خلیفہ کو بھی خدا ہی نے مقرر کیا ۔ فرمایا ، انی جاعل فی الارض خلیفۃ ، یقیناً میں ہی زمین میں خلیفہ مقرر کرتا ہوں (پارہ ۱ ع ۴) یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض ۔ اے داؤد یہ یقینی بات ہے کہ تم کو زمین میں خلیفہ میں ہی نے بنایا ہے (پارہ ۲۳ ع ۱۱) ۔ انی جاعلک للناس اماما اے ابراہیم یقیناً تم کو آدمیوں کا امام بنانے والا میں ہی ہوں (پارہ ۱ ع ۱۵) وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا ، ہم ہی نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام مقرر کیا جو ہمارے مذہب کی طرف لوگوں کی ہدایت کرتے رہیں کیونکہ ان لوگوں نے دنیا والوں کے ظلموں پر صبر کیا ہے (پارہ ۲۱ رکوع ۱۶) تاریخ کی ہر کتاب سے بھی ثابت ہے کہ ہر نبی کے خلیفہ اور وصی خدا ہی کے مقرر کرنے سے ہوتے رہے اور وہ نبی ہی اس کا اعلان بھی اپنی زندگی ہی میں کر دیتے تھے ۔ حضرت آدم نے خدا کے حکم سے خود ہی اپنا خلیفہ حضرت شیث کو مقرر کیا (تاریخ طبری جلد ا صا۷۱) حضرت شیث نے بھی خدا کے حکم سے خود ہی اپنا خلیفہ انوش کو مقرر کیا (طبری ج ا صا۸۱) حضرت ادریس نے بھی خدا کے حکم سے خود ہی اپنا خلیفہ اپنے فرزند متوشلخ کو مقرر کیا (تاریخ کامل جلد ا صا۲۶) حضرت ابراہیم نے بھی خدا کے حکم سے خود ہی اپنا خلیفہ اپنے فرزند حضرت اسحاق کو مقرر کیا (روضۃ الصفا ج ا صا۴۲) حضرت یعقوب نے بھی خدا کے حکم سے خود ہی حضرت یوسف کو اپنا خلیفہ مقرر کیا (طبری ج ا صا۱۷۲) حضرت موسیٰ خدا کی طرف گئے تو خدا کے حکم سے خود ہی حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ مقرر کر گئے تھے (طبری ج ا صا۲۱۶) ۔ اور چونکہ جناب ہارون حضرت موسیٰ کی زندگی میں

انتقال کر گئے حضرت موسیٰؑ نے پھر خدا کے حکم سے جناب یوشع کو اپنا خلیفہ مقرر کیا (روضۃ الصفا ج ا ص۹۳) حضرت داؤد نے بھی خدا کے حکم سے اپنے فرزند حضرت سلیمان کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا (تاریخ کامل جلد ا ص۸۵) جب حضرت داؤد نے انتقال کیا تو آپ کے فرزند حضرت سلیمان آپ کے وارث اور خلیفہ ہوئے (تاریخ کامل جلد ا ص۸۵) حضرت عیسیٰ نے بھی اپنا خلیفہ خود ہی خدا کے حکم سے مقرر فرمایا تھا اور اپنی زندگی ہی میں اس مسئلہ کو طے کر گئے تھے، اپنی امت پر نہیں چھوڑ دیا تھا چنانچہ حضرت کی وصیتوں سے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ خدا نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ شمعون کو تم لوگوں پر اپنا خلیفہ مقرر کروں اور حضرت کے حواریوں نے ان کی خلافت قبول کر لی تھی (روضۃ الصفا ج ا ص۱۴۴) غرض حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک جس قدر انبیا و مرسلین گذرے کسی کے متعلق بھی کسی کتاب سے نہیں ثابت ہو سکتا کہ انھوں نے اپنی امت کو یوں ہی چھوڑ دیا ہو اور بغیر اپنا خلیفہ خود مقرر کیے ہوئے دنیا سے چلے گئے ہوں۔ نہ حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک کسی رسول یا نبی کے متعلق یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ ان کی وفات پر ان کی امت نے اپنی پنچایت یا انتخاب یا شورے یا استخلاف یا اجماع یا دھینگا مشتی یا ووٹ کے ذریعہ سے کسی کو اپنے وفات یافتہ رسول یا نبی کا خلیفہ یا وصی اور اپنا امام و پیشوا و دینی سردار و مذہبی رہبر مقرر کر لیا ہو، اگر دنیا میں کوئی شخص بھی آدمیوں کے انتخاب یا تجویز یا صرف بیعت کر لینے سے کسی نبی کا صحیح اور جائز خلیفہ ہو سکتا تو حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک کہ ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ انبیاء و مرسلین گزرے ہیں کسی ایک ہی پیغمبر کے متعلق یہ ثابت ہو جاتا کہ ان کی امت نے اپنے انتخاب یا تجویز یا ووٹ سے ان کا خلیفہ مقرر کیا تھا، مگر جب ایسا نہیں اور قطعاً نہیں ہے کیونکہ لاکھوں کتب حدیث و تفسیر و تاریخ وغیرہ کسی ایک سے بھی اس کا ثبوت ملنا ایسا ہی محال ہے جیسا آفتاب کا پچھم سے طلوع اور پورب میں غروب کرنا ہے، ایسی حالت میں خاص حضرت رسولؐ کے متعلق یہ اصول کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ اگر سابق انبیاء کا اپنے خلفاء کو مقرر کرنا خدا کا فعل مانا جائے اور یقین کیا جائے کہ ان سب کو خدا ہی نے مقرر کیا اور ان پیغمبروں نے اپنے خلفاء کی خلافت و وصایت کا خدا کے حکم سے اعلان کر دیا تھا (جو ہر مسلمان کا عقیدہ ہے) تو اس صورت میں خدا پر الزام آتا ہے کہ جب اس نے کل انبیاء و مرسلین کے خلفاء کو خود مقرر کیا تھا تو حضرت رسولِ خدا کے بارے میں اس نے اپنے اس اصول کے خلاف کیوں کیا؟ اسی نے آنحضرتؐ کا خلیفہ بھی خود ہی کیوں نہیں مقرر کیا؟ اور حضرت رسولِ خدا سے اس کا اعلان کیوں نہیں کرا دیا؟ حالانکہ خدا کے اصول بدلتے نہیں رہتے ہیں، اس نے صاف طور سے فرما دیا ہے، سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا یعنی خدا کا یہی اصول ان لوگوں کے بارے میں بھی رہا ہے جو تم سے پہلے گزر گئے ہیں اور یاد رکھو خدا کے اصول میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں مل سکتا (سورۂ احزاب رکوع ۸) دوسری جگہ بھی فرمایا ہے فہل ینظرون الا سنۃ الاولین فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا یعنی کیا یہ لوگ اگلوں کے دستور اور طریقہ کا انتظار کر رہے ہیں؟ تو سمجھ رکھو کہ نہیں خدا کے دستور و طریقہ میں کبھی کوئی تغیر نہیں مل سکتا اور نہ اس کے دستور و طریقہ کو تم کبھی ٹلتا ہوا پاؤ گے (سورۂ فاطر ع ۵) یہ بھی فرمایا سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا یعنی یہ خدا کا وہ طریقہ اور دستور ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور تم کبھی خدا کے دستور و طریقہ میں کوئی تغیر و تبدل نہیں پا سکتے (سورۂ فتح رکوع ۳)

جب ان آیات سے ہم پر یہ امر اچھی طرح محقق ہو گیا کہ خدا کے اصول میں اختلاف نہیں ہوتا، خدا کے انتظاموں میں تغیر نہیں ہوتا، خدا کے دستور اور طریق میں تبدیلی نہیں ہوتی اور ثابت تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ خلافت کے بارے میں شروع سے آخر تک یہی دستور رہا ہے کہ ہر رسول اور نبی کے خلیفہ کا انتظام خدا ہی اُن رسول یا نبی کی زندگی میں کر دیتا ہے اور ان کے انبیاء و مرسلین سے اُن حضرات کے سامنے ہی اس کا اعلان کراتا رہا ہے یہاں تک کہ انصاف پسند شاعر نے بھی کہدیا ہے ۔ قبل تعیین وصی و وزیر ۔ ہل ترے فات نبی و ہجر ۔ یعنی تم نے کسی نبی یا رسول کو بھی دیکھا ہے کہ انھوں نے اپنا خلیفہ اور وصی و وزیر مقرر کرنے کے پہلے انتقال کیا یا دنیا کو چھوڑا ہو؟ پھر حضرت رسولخدا صلعم کے بارے میں خدا کا یہ دستور کسطرح ٹوٹ سکتا تھا؟ اور خاص اپنے حبیب اور خاتم المرسلین کے خلیفہ کے بارے خدا اپنا یہ طریقہ کیوں چھوڑ دیتا؟ کیا اس کی وجہ سے وہ جھوٹا نہیں ثابت ہو گا کہ کہتا تو یہ ہے کہ اس کے دستور میں تغیر نہیں ہوتا اس کے انتظام میں تبدیلی نہیں ہوتا حالانکہ سب رسولوں کے سردار ہی کے خلیفہ کے متعلق اس کا دستور بدل گیا اور کیا اس کی وجہ سے خدا پر لم تقولون مالا تفعلون، تم ایسی بات کیوں کرتے ہو جس کو خود نہیں کرتے کا الزام نہیں قائم ہو گا؟ کہ وہ کہتا تو یہ ہے کہ اس کے دستور بدلا نہیں کرتے اور کرتا یہ ہے کہ حضرت سید المرسلین ہی کے خلیفہ کے بارے میں اس نے خود اپنا دستور بدل دیا اور اگر یہ کہا جائے کہ سابق انبیاء و مرسلین کے خلفاء کو خدا نے نہیں مقرر کیا نہ اس نے اپنے پیغمبروں سے اس کا اعلان کرایا بلکہ خود اُن انبیاء و مرسلین ہی نے اپنا خلیفہ خود تجویز کر کے اپنی زندگی میں مقرر کر دیا اور اسکا اعلان بھی کر دیا۔ تو پھر حضرت رسول خدا صلعم پر بہت بڑا اعتراض ہو گا کہ حضرت نے اس ضروری فریضہ کو کیوں ترک کر دیا اور جس دینی خدمت کو سابق انبیاء و مرسلین سے کسی نے بھی نہیں چھوڑا تھا اس سے حضرت ایسے اشرف انبیاء نے کیوں غفلت کی؟ حالانکہ خدا نے حضرت کو صاف طور پر حکم دے رکھا تھا کہ اولئک الذین ھدی اللہ فبھدیھم اقتدہ یعنی گذشتہ انبیاء و مرسلین وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت کر دی تھی اب اے پیغمبر! اُن ہی کے طریقہ کی تم بھی پیروی کرتے رہو (پارہ ۷ سورہ انعام رکوع ۱۰) ان تمام وجوہ سے ماننا پڑیگا کہ حضرت رسول صلعم کی خلافت کو بھی خدا یا رسول نے مسلمانوں پر نہیں چھوڑ دیا کہ وہ اپنے اجماع یا انتخاب یا شوریٰ سے جس کو چاہیں خلیفہ بنا لیں اور نہ خدا نے آنحضرتؐ کے خلیفہ کا اعلان کرنے سے قبل اپنے حبیب کو دنیا سے اٹھایا اور نہ آنحضرت صلعم نے اپنا خلیفہ مقرر کرنے کے پہلے دنیا سے انتقال فرمایا بلکہ سابق انبیاء و مرسلین کیطرح خدا نے آپکے خلیفہ کو بھی آپ کی زندگی ہی میں تجویز کر کے آپ سے اس کا اعلان کرا دیا اسکے بعد اپنے رسول کو اپنی درگاہ میں بلایا، اعلان کرانے کے بعد بار بار اسکی تاکید بھی کرتا رہا چنانچہ ۳ بعثت میں مکہ معظمہ کے اندر عام اعلان کرایا، پھر شب ہجرت حضرت کو آنحضرت کا علی خلیفہ مقرر کر کے رسولؐ کی سب امانتیں واپس کرائیں پھر فتح مکہ میں حضرت علیؑ ہی سے خانہ کعبہ کے بتوں کو گروایا پھر غزوہ تبوک میں حضرت علیؑ کو آنحضرت کا علی خلیفہ مدینہ میں مقرر کر کے اعلان کرایا، پھر سورہ تبلیغ کے پہچانے کیلئے حضرت علیؑ ہی کو مکہ معظمہ بھیجا پھر حجۃ الوداع میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ کہکر تاکید فرما دی، پھر واقعہ مباہلہ میں نفس رسول کہکر مزید تاکید کر دی، پھر وفات کے قریب پہلے ورود و سرے بزرگ

کیا حضرت علی آں حضرت صلعم کے شروع ہی سے وصی نہیں بنائے تھے؟

عباسی صاحب! آپ نے تحریر فرمایا ہے نیز اسی نظریہ کے تحت حضرت علی کا لقب وصی قرار دیا اور وجہ تسمیہ یہ بتائی گئی کہ رسول نے اپنے بعد حضرت علی کی خلافت کیلئے وصیت فرمادی تھی اس لئے وصی ٹھہرے"۔ ہمارے مہربان آپ نے ہمارے گزشتہ بیانات پڑھ لئے کہ جسطرح خدا نے حضرت رسولؐ کی وفات سے پورے ۲۰ سال قبل مکہ معظمہ ہی میں حضرت علی کو آنحضرت کا خلیفہ مقرر کراکے عام اعلان کردیا تھا اسی طرح اور اسی وقت حضرت کو آنحضرتؐ کا وصی بھی مقرر کراکے اعلان کرادیا تھا کیونکہ ۳ھ بعثت میں آنحضرتؐ نے حضرت علی کو گلے سے لگانے کے بعد فرمایا تھا ہذا اخی و وصیی و خلیفتی فیکم فاسمعوا لہ و اطیعوا۔ دیکھو یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم لوگوں میں میرا خلیفہ ہے تم سب اس کا حکم سننا اور اطاعت کرنا (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۶ وغیرہ) یعنی خدا نے حضرت علی کے خلیفہ رسول و وصی رسولؐ ہونے کا اعلان ایک ساتھ شروع کردیا اور آخر وقت تک اس حکم کو باقی رکھا اور بدلا نہیں چنانچہ شاہ عبدالحق صاحب دہلوی وغیرہ بڑے بڑے پکے علماء نے لکھا ہے تمام ازواج مطہرہ را وصیت کرد، بعد ازاں فرمود برادر من علی را بیارید علی بیامد و بر بالین آنحضرتؐ بنشست و سر مبارکش را بر زانوے خویش نہاد و آں سرور فرمود اے علی فلاں یہودی پیش من چندیں مبلغ وارد کہ از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ بقرض گرفتہ بودم زنہار کہ حق او را از ذمہ من ادا کنی و فرمود اے علی! تو اول کسے خواہی بود کہ در لب حوض کوثر بمن برسی و بعد از من مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نشوی و صبر کنی و چوں بہ بینی کہ مردم دنیا اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی، یعنی آں حضرت صلعم نے انتقال کیوقت اپنی ازواج سے کچھ وصیت کی، پھر حضرت علی کو بلایا! اور اپنے سر مبارک کو آپ کے زانو پہ رکھکر فرمایا اے علی! فلاں یہودی کی اتنی رقم میرے ذمہ باقی ہے جو میں نے لشکر اسامہ روانہ کرنے کے لئے اس سے قرض لی تھی دیکھو اسکو تم ضرور ادا کردینا اور اے علی! تم سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آؤ گے اور میرے بعد تم پر بڑے بڑے ظلم ہوں گے اس وقت تم دل تنگ نہ ہونا اور صبر کرنا اور جب دیکھنا کہ ان لوگوں نے دنیا کو پسند کرلیا تو تم آخرت کو نہ چھوڑنا اسی کو اختیار کئے رہنا (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۱۱) اب کوئی بتائے کہ اگر حضرت علی ہی آنحضرت صلعم کے خلیفہ ۳ھ بعثت (یعنی ۲۰ سال پہلے) سے نہیں تھے تو آنحضرت نے اپنا قرض ادا کرنے کو کیوں کہا؟ حضرتؐ کا جو شخص خلیفہ ہوتا وہ اس قرض کو ادا کرتا۔ قرض حضرت کی ذات سے تو متعلق تھا ہی نہیں بلکہ لشکر اسامہ کی روانگی کے وقت لیا تھا جو اسلامی قرضہ تھا تو اس کا ادا کرنا بھی حضرت کے عزیز کا کام نہیں تھا بلکہ اسلام کے سردار اور آپ کے خلیفہ کا فرض تھا مگر چونکہ حضرت علی ہی ۳ھ بعثت ہی سے آنحضرتؐ کے وصی اور خلیفہ مقرر ہو چکے تھے اس وجہ سے آنحضرتؐ نے آخر میں قرض ادا کرنے کی وصیت بھی آپ ہی سے کی نہ کسی اور سے علامہ ابن حجر عسقلانی نے یہ بھی لکھا ہے جس کا ترجمہ ہے کہ جناب سلمان نے حضرت رسولؐ کی خدمت میں عرض کی یا حضرت! خدا نے جس نبی کو بھیجا بتا دیا کہ اس کے بعد اس کا خلیفہ اور جانشین کون ہوگا، کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کے خلیفہ اور جانشین کو خدا نے صاف صاف نہ بتا دیا ہو، تو کیا آپ سے بھی خدا نے فرما دیا ہے کہ آپکا خلیفہ کون ہے؟ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ ہاں خدا نے بتا دیا ہے کہ میرا خلیفہ اور جانشین علی ابن ابی طالب ہیں اور (یہ بھی) جناب سلمان بیان کرتے تھے کہ میں نے حضرت رسولؐ سے عرض کی یا حضرت آپکا وصی کون ہے؟ حضرت نے فرمایا [illegible]

میں اپنے بعد چھوڑ جاؤں گا ان سب سے افضل و بہتر علی ابن ابی طالب ہیں اور حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ ہر نبی کا کوئی وصی ضرور ہوتا ہے اور میرے وصی اور گویا فرزند علی ہیں۔ اور جناب ابوذر سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا میں خاتم الانبیاء اور علی خاتم الاوصیاء ہیں (شرح صحیح بخاری پارہ ۱۵ باب آخر ماتکلم النبیؐ صہ ۱۰۹)

آنحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ میرے وصی اور میرے رازدار اور جن لوگوں کو میں اپنے بعد چھوڑ جاؤں گا اُن سب سے بہتر اور وہ جو میرا وعدہ وفا اور میرا قرض ادا کریں گے علی ابن ابی طالب ہیں (کنز العمال مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد ۶ صہ ۱۵۴)

بارہ اماموں کی خلافت

جناب عباسی صاحب!! آپ نے فرمایا ہے یہی نظریہ تھا جس نے مسلمانوں کو حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسنؑ کی بیعت پر آمادہ کیا کیا ہم آپ سے دریافت کر سکتے ہیں کہ یہ آپ سے کس نے کہا یہ حضرت امام حسنؑ و حسینؑ کی خلافت کا نظریہ بھی خدا ہی نے مقرر کر دیا تھا جس نے اپنے رسولؐ سے بار بار اعلان کرایا کہ حضرت کے خلفاء بارہ ہوں گے۔ نہ بارہ سے کم نہ زیادہ (ملاحظہ فرمائیے کنز العمال جلد ۶ صہ ۱۹۸ و سنن ابی داؤد صہ ۵۸۸ و جامع ترمذی صہ ۲۶۹ و صحیح مسلم جلد ۲ صہ ۱۱۹ و صحیح بخاری کتاب الفتن باب لاستخلاف پارہ ۲۹ صہ ۶۲۵) اس وجہ ضروری ہے کہ حضرت کے خلفاء آپ کے بعد بارہ ہی ہوں اور درحقیقت یہ بارہ خلفاء کی تعداد بھی حضرت رسولؐ نے نہیں معین فرمائی بلکہ جس خدا نے دین اسلام کو بھیجا جس نے حضرت رسولؐ خدا صلعم کو اپنا پیغمبر مبعوث فرمایا اسی خدا نے حضرت کے خلفاء کی تعداد بھی بارہ مقرر کی۔ پس اگر خدا سچا ہے اور اگر حضرت رسول خدا صلعم بھی ہمیشہ صحیح بات ہی بولتے تھے تو ہر مسلمان کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ حضرت کے خلفاء کی تعداد پوری بارہ ہوگی اس سے نہ ایک کم ہوگا نہ ایک زیادہ نہ چار ہوں گے نہ دس، نہ بیس، نہ پچاس بلکہ قیامت تک حضرت کے خلفاء بہر صورت صرف بارہ ہی ہو سکتے ہیں اور جو لوگ حضرت رسولؐ کے بعد بارہ سے کم یا زیادہ خلفاء کو مانتے ہیں وہ درحقیقت خدا اور رسولؐ کو جھوٹا جانتے ہیں کہ وہاں تو ارشاد ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کے خلفاء بارہ ہی ہوں گے اور یہ لوگ کہتے ہیں نہیں حضرت کے خلفاء اس کثرت سے ہوئے کہ اب جا کر سلطان ٹرکی پر خاتمہ ہوا۔ رہا یہ امر کہ آنحضرت کے بارہ خلیفہ کون ہیں؟ تو حضرت رسولؐ نے کسی معتبر حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ ان میں سے کچھ راشدین ہوں گے اور کچھ غیر راشدین، کچھ بنی امیہ سے ہوں گے کچھ بنی عباس سے، کچھ قریش سے اور کچھ سلاطین ٹرکی سے، اب جو لوگ اُن حضرات کو جن کی تعداد کسی طرح پورے بارہ نہیں ہوتی خلفاء رسولؐ مانتے ہیں انصاف یہ ہے کہ وہ خلفاء برحق کے ماننے والے نہیں ہو سکتے کیونکہ خدا نے رسولؐ کے خلفاء کی تعداد کو بارہ ہی میں منحصر کر کے صراط مستقیم کی راہ بالکل روشن کر دی اور حق پسند طبقہ کے لئے آسان کر دیا کہ وہ انھیں حضرات کو جو پورے بارہ ہوں خلفاء رسول مان کر سیدھے مذہب پر چلے چلیں اور کج راہ سے اپنے کو محفوظ رکھیں غالباً خدا نے اسی سبب سے یہ غیبی انتظام بھی کیا کہ ان بارہ اماموں کے مقابلہ میں جو دوسرے حضرات مسلمانوں میں خلیفہ مانے گئے ان کو کسی سلسلہ میں بارہ نہیں ہونے دیا تاکہ حق و باطل دونوں ایک ہی تعداد میں

ہو کر مشتبہ نہ ہو جائیں :-

خلافت کا پہلا سلسلہ | مسلمانوں میں جو لوگ بارہ خلفاء کے پیرو (یعنی اثنا عشری) نہیں ہیں ان کے
خلفاء کا پہلا سلسلہ خلفاء راشدین کہا جاتا ہے یہ سلسلہ چار سے بڑھنے نہیں پایا جس سے حق پسند لوگ
سمجھ جائیں کہ یہ حقیقت میں خلفاء رسول نہیں ہیں ورنہ ان کی تعداد بارہ سے کم نہیں ہوتی :-

دوسرا سلسلہ | خلفاء بنی امیہ کا کہا جاتا ہے وہ بھی بارہ نہیں ہوئے بلکہ اس سے زیادہ ہو گئے تاکہ
دل سے ایمان کی تلاش کرنے والے سمجھ لیں کہ یہ بھی درحقیقت خلفاء رسول نہیں ہیں ورنہ ان کی تعداد
بارہ سے زیادہ نہیں ہوتی حالانکہ وہ زیادہ ہو گئے یعنی ۱۴ شخص ، اب اگر خلفاء راشدین اور خلفاء
بنی امیہ کو جوڑ لیا جائے تو ان کی تعداد مل کر بھی بارہ نہیں ہو سکتی بلکہ ۱۸ ہو جاتی ہے ، اور شام کے
خلفاء بنی امیہ کے ساتھ (اندلس در یورپ) کے خلفاء بنی امیہ ملائے جائیں جن کی تعداد بھی ۱۶ تھی تو کل
خلفاء بنی امیہ کی تعداد ۳۰ ہو جاتی ہے ۔

تیسرا سلسلہ | خلفاء بنی عباس کا سمجھا جاتا ہے ، ان کی تعداد بھی ۱۲ نہیں بلکہ ۳۷ ہوئی ۔ اس طرح یہ لوگ
بھی آں حضرت کے حقیقی خلفاء نہیں مانے جا سکتے ۔ اب اگر تینوں سلسلوں کو ملا دیا جائے تو خلفاء راشدین
و بنی امیہ و بنی عباس ۵۵ ہو جاتے ہیں ۔ غرض یہ سلسلہ بھی حدیث رسول کے خلاف ہی ہوا ۔

چوتھا سلسلہ | مصر کے خلفاء ، و بنی عباس کا ہوا کہ جب ۶۵۶ھ مطابق ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خاں نے بغداد کے خلفاء
بنی عباس کا خاتمہ کر دیا تو مصر کے بادشاہوں نے خاندان بنی عباس کے ایک شہزادے کو خلیفہ بنا لیا مگر ان کی
تعداد بھی بارہ سے زیادہ ہوئی تو وہ بھی آنحضرت کے حقیقی خلیفہ نہیں ہو سکتے ۔

پانچواں سلسلہ | پھر ۹۲۲ھ مطابق ۱۵۱۶ء میں سلطان سلیم بادشاہ ٹرکی نے مصر کو ختم کر کے خاندان ملوک کا
خاتمہ کر دیا تو خاندان بنی عباس کے آخری خلیفہ نے لقب خلافت اور تبرکات رسول خدا صلعم جو ان کے
قبضہ میں چلے آتے تھے سلطان ٹرکی کے حوالہ کر دیے جس ذریعہ سے ٹرکی کے سلاطین بھی خلیفۃ المسلمین کہے
جانے لگے ۔ اور اب تو مصطفےٰ کمال پاشا نے خلافت کے سلسلہ کو دنیا ہی سے ختم کر دیا ۔ غرض کہ دین اسلام
موجود ہے مگر ان سلسلوں کا کوئی خلیفہ بھی دنیا میں کسی جگہ اس وقت باقی نہیں ہے ۔ نہ بغداد میں نہ دمشق میں
نہ مصر میں نہ ٹرکی میں نہ حجاز میں فاعتبروا یا اولی الابصار :-

یہ خدا کی قدرت ہدایت و ارشاد کا عجیب کرشمہ ہے کہ حقیقی خلفاء رسول کے مقابلہ میں جس قدر خلفاء بنائے
گئے ان کا کوئی بھی سلسلہ ۱۲ کے مطابق نہیں ہے ، کوئی کم ہے تو کوئی زیادہ جو اہل بصیرت کے لئے فرمان الٰہی ...
مسلمانو ! میرے رسول نے بار بار تم لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ ان کے خلفاء و جانشین بارہ ہی ہوں گے نہ بارہ سے کم
نہ زیادہ ۔ اب جس طرف تم کو وہ خلفاء ملیں جو بارہ نہ ہوں انکو تسلیم نہ کرنا بلکہ اس جماعت کی تلاش کرنا جس

کہ اس کے مقابلہ میں جو تدبیر بھی اختیار کی جاتی ہے غور و تدبر و انصاف و تحقیق کی نظر سے اس کی کمزوری نمایاں ہو جاتی ہے۔ ایک طرف خلفاء کے پانچ سلسلے ہوئے مگر حضرت رسولؐ نے کسی حدیث میں کسی سلسلہ کے خلفاء کی تعداد نہیں بیان فرمائی، نہ کسی حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ میرے خلفاء چار ہوں گے جس سے خلفاء راشدین کی طرف اشارہ ہو سکتا نہ کسی خبر میں یہ فرمایا کہ میرے خلیفہ چودہ ہوں گے جس سے ملک شام کے خلفاء بنی امیہ مراد ہو سکتے تا کہ کسی قول میں یہ فرمایا کہ میرے خلفاء ۳۷ ہوں گے جن سے بغداد کے خلفاء بنی عباس مقصود ہو سکتے نہ کسی کلام میں یہ فرمایا کہ میرے خلیفہ ۱۸ ہوں گے جس کے مصداق مصر کے خلفاء بنی عباس ہو سکتے نہ کسی ارشاد میں یہ فرمایا کہ میرے خلفاء ۳۰ سے زیادہ ہوں گے جس کے مصداق سلاطین ترکی قرار پاتے۔ غرض کسی سلسلہ کو حدیث رسولؐ کی پیشین گوئی کا شرف نہیں حاصل ہو سکتا ان میں کی بنائی خلافت جیسی ہونی چاہئے ہو کر رہی اور ختم بھی ہو گئی۔

بارہ خلفاء کے ناموں کی تصریح اور دوسری جانب خلفاء رسول کا ایک ایسا نورانی سلسلہ ہے جس میں پورے پورے بارہ ہی خلیفہ ہوئے نہ ایک کم نہ ایک زیادہ ان بارہ کے لئے حضرت رسول کی حدیثیں اس کثرت سے ہیں جو مسلمانوں کے کل فرقوں کی معتبر ترین کتابوں میں بھری ہوئی ہیں۔ تو کیا اب بھی کسی کو حضرت رسول کے حقیقی خلفاء کی شناخت میں کوئی شک و شبہ باقی رہ سکتا ہے؟ آنحضرتؐ نے ان بارہ خلفاء کے نام بھی صاف صاف مختلف طریقوں سے بتا دیئے تھے جیسے علامہ سید علی ہمدانی نے لکھا ہے کہ جناب سلمان فارسی حضرت رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ آنحضرت کی گود میں ہیں، حضرت ان کی طرف بڑھ بڑھ کر ان کا منہ چومتے ہیں اور ان سے فرماتے ہیں کہ تم سردار ہو، تمہارے باپ بھی سردار ہیں اور تم امام ہو اور تمہارے باپ بھی امام ہیں تم خدا کی حجت (میرے خلیفہ اور سلمانوں کے پیشوا) ہو اور تمہارے باپ بھی خدا کی حجت ہیں اور تمہاری اولاد میں حجتہ خدا ہوں گے جن کے نویں بزرگ قائم ہوں گے (مودۃ القربیٰ مطبوعہ بمبئی ص ۳۳ و ارجح المطالب مطبوعہ لاہور ص ۴۰۲)۔ مذکورہ بالا حدیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت رسولِ خدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں امام حسینؑ کو مسلمانوں کا سردار، امام اور اپنا خلیفہ مقرر کر کے لوگوں کو مطلع بھی کر دیا تھا جس کی دلیلیں اس وقت تک ہزاروں کتابوں میں موجود ہیں، اور پھر آنحضرتؐ نے اس امامت و خلافت سے امام حسینؑ کو کبھی معزول نہیں کیا، لہٰذا موجب اپنے زمانہ میں حسینؑ ہی تمام اہل اسلام کے سردار، امام اور حضرت رسول کے خلیفہ تھے کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا تھا اور تمام مسلمانوں پر واجب تھا کہ وہ سب حضرت ہی کی بیعت کرتے اور حضرت ہی کو جانشین رسولؐ سمجھتے۔ اور کسی کو یہ جائز نہیں تھا کہ حضرت کے مقابلہ میں مسلمانوں کا امام و ہادی و پیشوا و جانشین رسولؐ ہونے کا دعویٰ کرتا۔ جو ایسا کرتا وہ غاصب اور باغی قرار پاتا، اور حضرت امام حسینؑ کے لئے جائز نہیں تھا کہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور اس کو خلیفہ رسولؐ مانتے۔ مختصر یہ کہ جس طرح حضرت رسولِ خدا صلعم اپنے زمانہ میں کسی اور شخص کو خدا کا رسول یا نبی نہیں جان سکتے تھے اور نہ ایسا ماننا حضرت کو جائز ہوتا بالکل

نہ اس کی بیعت کر سکتے تھے جس طرح حضرت رسول خدا کی برحق اور ... مدعی ... با

اسی طرح امام حسینؑ کے زمانہ میں یزید باطل مدعی خلافت تھا (اگر کسی کو یہ شک ہو کہ پھر امام حسنؑ نے معویہ کو حکومت

کیوں دیدی تھی تو مختصر طور پر یہ سمجھے کہ امام حسنؑ نے معویہ کو خلافت یا امامت یا مذہبی سرداری نہیں دی تھی

بلکہ دنیوی حکومت حوالہ کر دی تھی جس طرح زمانہ حال میں بہت سے مسلمان زمیندار اپنی رعایا سے کسی سرکش

شخص کو اپنی جائداد وغیرہ ٹھیکے وغیرہ پر دیتے تھے۔ اسی طرح امام حسنؑ نے بھی خونریزی اور مسلمانوں کی جان و

مال بچانے کیلئے صرف سلطنت اسلام کا انتظام معویہ کے حوالہ اور وہ بھی محض ان کی زندگی بھر کے لئے کر دیا تھا)

اور علامہ اہل سنت شیخ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے، قال رسول اللہ انا سید النبیین و علی سید الوصیین و ان اوصیا

بعدی اثنا عشر اولہم علی و آخرہم القائم المهدی یعنی رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میں کل نبیوں کا سردار ہوں اور

علی کل وصیوں کے سردار ہیں۔ اور میرے بعد میرے کل وصی بارہ ہوں گے (ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول

ص۴۴۵) ان بارہ اماموں میں بھی تیسرے امام حضرت حسینؑ ہی تھے لہذا آپ کی خلافت و امامت و وصایت پر کر

تاکید ہو گئی۔ جب خدا و رسول ہی نے امام حسینؑ کو اپنے زمانہ کا خلیفہ و امام بنا دیا تھا تو خود حضرت اس زمانہ میں کسی

دوسرے کو خلیفۂ رسولؐ یا امام امت کیسے تسلیم کر سکتے تھے؟ اور علامہ محدث جمال الدین نے لکھا ہے (جسکا ترجمہ یہ ہے)

جب خدا نے اپنے پیغمبر پر یہ آیت یا ایها الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (اے ایمان والو تم سب اللہ اور اسکے

رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرتے رہو) نازل ہوئی تو میں نے عرض کی اے رسولؐ ہم لوگ خدا اور رسول کو تو پہچانتے

ہیں یہ اولی الامر کون لوگ ہیں جن کی اطاعت کو خدا نے آپ کی اطاعت کے ساتھ ہم لوگوں پر واجب کر دیا ہے؟

اس پر حضرت نے فرمایا وہ اولی الامر میرے بعد میرے خلفاء (جانشین) ہیں۔ ان میں سے میرے پہلے خلیفہ علیؑ

ابن ابی طالبؑ، پھر حسنؑ پھر حسینؑ پھر علی بن الحسین (امام زین العابدینؑ) پھر محمد بن علی (محمد باقرؑ) ہیں پھر میرے

چھٹے خلیفہ انہیں محمد باقر کے بیٹے جعفر صادق پھر ان کے بیٹے موسیٰ کاظم پھر ان کے بیٹے علی رضا پھر ان کے بیٹے محمد تقی

پھر ان کے بیٹے علی نقی پھر ان کے بیٹے حسن عسکری پھر ان کے بیٹے محمد مہدی ہوں گے جو خدا کی زمین پر اسکی حجت رہیں گے

یہ وہ محمد مہدی ہوں گے جن کے ہاتھوں پر اللہ زمین کے مغارب و مشارق کو فتح کر دے گا۔ اور یہ وہ محمد مہدی

ہوں گے کہ اپنے شیعوں اور دوستوں سے ایسی غیبت اختیار کریں گے کہ ان کی غیبت میں ان کی امامت کے اعتقاد پر

صرف وہ شخص قائم رہے گا جس کے قلب کی آزمائش اللہ نے ایمان کے ساتھ کر لی ہوگی، جابر کہتے تھے کہ اس پر

میں نے دریافت کیا اے رسول خدا بارھویں امام کی غیبت کے زمانہ میں لوگ حضرت کے وجود سے کوئی فائدہ

اٹھائیں گے؟ حضرت نے فرمایا ہاں۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے یقیناً اس زمانہ میں شیعہ امام

غائب کے نور سے روشنی حاصل کرینگے اور امام غائب کی ولایت سے مومنین پورا فائدہ حاصل کرینگے انکی مثال آفتاب کی ہے کہ جس طرح آفتاب پر

آ جاتی ہے اسی طرح بارھویں امام پر غیبت کا پردہ پڑ جائے گا اور جس طرح ... آفتاب کی روشنی

(تاریخ روضۃ الاحباب جلد ۳ ص۲۷) مذکورہ بالا روایتوں میں بھی حضرت رسولؐ نے صاف فرمادیا ہے کہ حضرت کے پہلے خلیفہ حضرت علیؑ، دوسرے خلیفہ امام حسنؑ، اور تیسرے خلیفہ امام حسینؑ ہوں گے پس جس طرح حضرت رسولِ خدا کے ہوتے ہوئے کوئی شخص سچا نبی نہیں ہوسکتا تھا اسی طرح حضرت امام حسینؑ کے ہوتے ہوئے کوئی شخص سچا اور برحق خلیفۂ رسول نہیں ہوسکتا تھا۔ امام حسنؑ ۲۸ صفر ۵۰ھ کو شہید ہوگئے اور اسی تاریخ سے امام حسینؑ مسلمانوں کے امام اور حضرت رسولؐ کے تیسرے جائز و برحق خلیفہ ہوگئے اور ۱۰ محرم ۶۱ھ تک اسی طرح خلیفۂ رسول رہے جس طرح حضرت رسول ۱۳ سال تک مکہ معظمہ میں رسول اور نبی برحق تھے۔ جس طرح کفار کے تسلیم نہ کرنے اور اپنے کفر ہی پر قائم رہنے کی وجہ سے حضرت رسولؐ کی رسالت میں کوئی شک نہیں ہوسکا، بالکل اسی طرح غیر شیعہ مسلمانوں کے نہ ماننے اور حضرت کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی پیروی کرنے کی وجہ سے حضرت امام حسینؑ کی خلافت میں بھی کوئی نقص نہیں ہوا۔ خواہ وہ نہ ماننے والے ۵۰ھ و ۶۱ھ میں رہے ہوں یا اس زمانہ میں موجود ہوں، مرچکے ہوں یا اس وقت بھی زندہ ہوں۔

حضرت امام حسینؑ کے تیسرے جائز و برحق خلیفۂ رسول ہونے کی جو دلیلیں اوپر لکھی گئیں وہ خود کافی ہیں لیکن اور بھی سن لیجئے۔ علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے جو قسطنطنیہ کے شیخ الاسلام اپنے زمانہ میں علماء اہل سنت کے محترم پیشوا اور بہت بڑے محقق و انصاف پسند مصنف تھے جناب ابن عباس ایسے جلیل القدر صحابی کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک یہودی حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا مجھے چند باتیں بتائیے تو میں اسلام قبول کرلوں۔ حضرت جواب دیتے گئے آخر میں اس نے کہا اے محمدؐ آپ نے سب باتوں کا جواب ٹھیک دیا۔ اب یہ بھی فرمائیے آپ کا وصی کون ہوگا؟ کیونکہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے اپنا وصی خود ہی کسی کو مقرر کیا ہو ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰ نے بھی خود ہی اپنا وصی جناب یوشع کو مقرر کیا تھا آنحضرت نے فرمایا میرے وصی علی ابن ابی طالبؑ ہوں گے اس کے بعد میرے دونوں نواسے حسنؑ و حسینؑ اور ان کے بعد ۹ امام انھیں حسینؑ کی نسل سے ہوں گے، یہودی نے کہا ان نو وصیوں کے نام بھی بتادیں جو امام حسینؑ کے بعد ہوں گے، آنحضرت نے فرمایا جب حسینؑ گذر جائیں گے تو ان کے بیٹے علی (زین العابدین) میرے خلیفہ اور مسلمانوں کے امام ہوں گے۔ ان کے بعد ان کے فرزند محمد (باقر)، انکے بعد ان کے صاحبزادے جعفر (صادق) ان کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ (کاظم) ان کے بعد ان کے بیٹے علی (رضا) ان کے بعد ان کے بیٹے محمد (تقی) ان کے بعد ان کے فرزند علی (نقی) ان کے بعد ان کے فرزند حسن (عسکری) ان کے بعد ان کے بیٹے محمد (مہدی) ہوں گے جو حجت خدا رہیں گے۔ بس یہی بارہ امام میرے اوصیاء ہیں۔ یہودی نے پوچھا علیؑ حسنؑ اور حسینؑ کس طرح دنیا سے انتقال کریں گے؟ حضرت رسولؐ نے فرمایا علیؑ کے سر پر تلوار کا ایک وار پڑے گا جس سے وہ قتل ہو جائیں گے اور حسنؑ زہر دے کر شہید کئے جائیں گے اور حسینؑ شہید کر دیئے جائیں گے۔ یہودی نے پوچھا یہ لوگ دنیا سے انتقال کرنے کے بعد کہاں رہیں گے؟ حضرت رسول نے فرمایا بہشت میں، اور وہاں بھی خاص میرے درجہ میں، یہودی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور آپ یقیناً اللہ کے رسولؐ

کتابوں میں اور جن باتوں کا عہد ہم سے جناب موسیٰ نے کیا تھا ان میں یہ لکھا ہوا پایا کہ جب آخر زمانہ ہوگا تو ایک نبی
مبعوث ہوں گے جن کا نام احمد اور محمد ہوگا، وہ خاتم الانبیاء ہوں گے کہ ان کے بعد پھر کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اُن پیغمبر کے
اوصیاء اُن کے بعد واقعاً بارہ ہی ہوں گے اُن کے اول تو اس نبی کے چچازاد بھائی اور داماد ہوں گے اور دوسرے
اور تیسرے وصی انھیں پہلے امام کے فرزند ہوں گے جو دونوں آپس میں بھائی ہوں گے اور اس نبی کی امت ہی اس پہلے
وصی کو تلوار سے اور دوسرے کو زہر سے اور تیسرے کو ان کے اہل بیت کے ساتھ تلوار اور پیاس کی مصیبت سے
عالم غربت میں قتل کرے گی۔ وہ امام حسین اس طرح ذبح کئے جائیں گے جس طرح بھیڑ بکری کے بچے ذبح کئے جاتے
ہیں اور وہ بزرگ اس مصیبت پر صبر کریں گے جس سے ان کے اور ان کے اہل بیت اور ذریت کے درجے بلند
ہوں گے اور اس ذریعہ سے وہ اپنے دوستوں اور پیروؤں کو جہنم سے بچالیں گے اور اس نبی کے باقی نو اوصیاء
اُسی تیسرے وصی کی اولاد سے ہوں گے۔ تو یہ بارہ بھی اسباط کی طرح ہوں گے جو بارہ تھے (ینابیع المودۃ ص ۳۶۹)
پھر انھیں علامہ قندوزی نے لکھا ہے محققین کی تحقیق ہے کہ یہ حدیثیں جو بتاتی ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد آپ کے خلفاء
بارہ ہوں گے بہت سے طریقوں سے مشہور ہو چکی ہیں اور زمانہ کے سمجھانے اور عالم کے بتانے سے معلوم ہو گیا کہ
حضرت رسول خدا صلعم کا مقصود ان حدیثوں سے وہی بارہ امام ہیں جو حضرت کے اہل بیت اور ذریت سے ہوئے
اس لئے کہ یہ ممکن نہیں کہ ان حدیثوں سے وہ خلفاء سمجھے جائیں جو حضرت کے صحابہ سے آپ کے بعد ہوئے (یعنی حضرت
ابوبکر و عمر و عثمان) کیونکہ ان کی تعداد یقیناً بارہ سے بہت کم تھی اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ان حدیثوں سے خلفاء بنی امیہ
مراد ہوں اسلئے کہ وہ بھی بارہ سے زیادہ تھے اور سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے کل خلفاء بنی امیہ حد درجے کے ظالم بھی تھے اور
پھر وہ بنی ہاشم سے بھی نہ تھے حالانکہ آنحضرت صلعم نے فرمادیا تھا کہ میرے وہ بارہ خلیفہ سب کے سب خاندان بنی ہاشم میں سے ہوں گے اور
اور اس قول کو آنحضرت نے آہستہ سے فرمایا اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نے یہی فرمایا تھا کہ میرے وہ بارہ خلیفہ سب کے سب بنی ہاشم سے ہوں گے
اور آنحضرت صلعم نے اس کو آہستہ سے اس وجہ سے فرمایا کہ اس زمانہ کے مسلمان بنی ہاشم کی خلافت کو پسند نہیں کرتے اور
یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ان حدیثوں میں خلفاء بنی عباس مراد ہوں کیونکہ ان کی تعداد بارہ سے بہت زیادہ تھی اور ان
لوگوں نے حکم خدا، قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (اے رسول ان مسلمانوں سے کہدو کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت
پر اس کے سوائے کوئی اجر نہیں چاہتا کہ تم لوگ میرے اہل بیت سے محبت اختیار کرو) اور حدیث کساء کا بہت کم
خیال اور پرواہ کی تو اب اس کے سوائے چارہ نہیں کہ اس حدیث سے مقصود وہی بارہ امام ہوں جو حضرت رسولؐ کے
اہل بیت اور عترت سے تھے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہی حضرات بارہ امام اپنے اپنے زمانہ میں خدا کے نزدیک
سب سے زیادہ علم، جلالت قدر، ورع، تقویٰ، علو نسب، افضل حسب اور شرف و کرم والے تھے اور ان حضرات کو
ان کے علوم و کمالات ان کے جد بزرگوار حضرت رسولؐ خدا سے میراث میں اور خدا کی طرف سے خاص فیضان کے
طور پر پہنچے تھے جن کو علم لدنی کہا جاتا ہے اسی طرح صاحبان علم و تحقیق [illegible]

تعریف کی ہے (کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ صفحہ ۴۷۳) مذکورہ بالا بیانات کا نتیجہ یہ کہ واضح ہو گیا خدا نے حضرات اہل بیت یعنی ائمہ اثنا عشری کو حضرت رسولؐ خدا کی زندگی ہی میں حضرت کا خلیفہ و وصی مقرر کر دیا تھا اور حضرت رسولؐ نے اپنی حیات ہی میں ان باتوں کا اچھی طرح اعلان بھی کر دیا تھا، ایسا واضح اعلان کہ آج تک علماء اہلسنت و پیشوایان سواد اعظم اس پر قادر نہ ہو سکے کہ ان حدیثوں پر پردہ ڈال سکیں یا ان حدیثوں کا کوئی دوسرا مطلب معین کر سکیں، یا حضرات ائمہ اثنا عشر کی امامت سے ایک منٹ کو بھی انکار کر سکیں۔

یزید نے بیعت کے لئے زور کیوں دیا؟

جناب عباسی صاحب! آپ نے آگے چل کر فرمایا ہے حضرت عبداللہ بن عمر نے ابن زبیر اور حسین دونوں سے فرمایا تھا کہ اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ مت ڈالو (اتقیا اللہ ولا تفرقا جماعۃ المسلمین) کیا آپ زحمت فرما کر ہم کو سمجھا دے سکتے ہیں کہ امام حسین نے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ کس طرح ڈالا؟ اگر ایک جگہ سو آدمی شراب پیتے ہوں اور ان میں ایک شخص شراب نہ پیئے وہ لوگ کہیں بھی کہ تم بھی شراب پی لو مگر وہ شخص شراب پینے سے انکار کر دے خود جھگڑا نہ کرے نہ بولے، نہ پینے والوں کا ہاتھ پکڑے، بس خاموش بیٹھا ہے تو اس شخص سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم لوگوں میں تفرقہ مت ڈالو؟ امام حسینؑ تو مدینہ میں اپنی جگہ خاموش بیٹھے تھے معاویہ یا یزید کے کسی کام میں دخل دیتے ہی نہیں تھے معاویہ کے مرنے پر بھی کچھ نہیں بولے نہ اسکی بیعت سے لوگوں کو منع کیا نہ روکا نہ کسی اور کی بیعت کے لئے فرمایا نہ کسی دوسرے شخص کی خلافت یا حکومت یا بادشاہت کی رائے دی تو حضرت پر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کا الزام کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ کیا حضرت رسول خدا صلعم نے بھی اپنے زمانہ میں کسی کافر یا مسلم پر زور دیا تھا کہ وہ حضرت کی بیعت ضرور کرے؟ کیا حضرت نے فتح مکہ کے بعد بھی کسی غیر مسلم پر دباؤ ڈالا کہ تم بھی میری بیعت کر لو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یزید نے امام حسین پر بیعت کے لئے کیوں یورش کی؟ خاموش رہتا دیکھتا کہ حضرت اسکے خلاف کوئی کارروائی کرتے ہیں یا نہیں اگر حضرت کچھ کرتے تو اسوقت حضرت کو روکتے حضرت کے مقابلہ میں اپنی دنیوی طاقت صرف کرتا انگریزی حکومت کے مظالم بہت شد و مد سے بیان کئے جاتے تھے مگر کیا ان لوگوں نے کسی پر زور دیا کہ تم انگریزی حکومت ضرور ہی مانو؟ کوئی ایک مثال بھی اسکی پیش کی جا سکتی ہے؟ گاندھی جی پنڈت جواہر لال نہرو، بابو راجندر پرشاد وغیرہ بہ کثرت لوگ تھے جو انگریزوں کی حکومت کو پسند نہیں کرتے تھے مگر کیا اسکی وجہ سے انگریزوں نے ان پر فوج کشی کی؟ ان کو گرفتار کیا؟ ان کو قتل کر ڈالا؟ ہاں جب ان لوگوں نے کوئی تقریر کی کوئی لکچر دیا، کوئی مضمون اخبار میں چھاپا کوئی کمیٹی کر کے ان کی حکومت کی برائیاں بیان کیں تب انگریزوں نے ان کو گرفتار کیا اور یہ کہکر کیا کہ تم نے فلاں تاریخ کو فلاں مقام میں یہ تقریر کی اسوجہ سے تم گرفتار کئے جاتے ہو کیونکہ تم رعایا میں تفرقہ ڈالتے ہو، مگر امام حسینؑ نے کیا کیا؟ کوئی تقریر کی؟ کوئی خطبہ دیا؟ کوئی سازش کی؟ کوئی مخفی جلسہ کر کے یزید کی حکومت سے لوگوں کو نفرت دلائی؟ فرمائیے کس وجہ سے حضرت پر تفرقہ ڈالنے کا الزام ہو سکتا ہے؟ آج انڈیا میں مسلمان صرف چار کروڑ رہ گئے ہیں، اور غیر مسلم لوگوں کی حکومت کا غلبہ ہے مگر کیا حکومت نے کسی شخص سے کہا کہ تم ہماری بیعت کر لو یا ہمارے بندہ بے دام بنجاؤ یا ہماری

پھیلانے بلکہ ظلموں کا پہاڑ ڈھانے کا الزام یزید پر ہوگا یا صرف چپ رہنے کی وجہ سے امام حسینؓ پر تفرقہ ڈالنے کا؟ اعتراض کوئی
بھی عقلمند قائم کرسکتا ہے؟

حضرت امام حسینؓ کو دوستوں اور عزیزوں کا سمجھانا

عباسی صاحب! آپ نے لکھا ہے "حضرت حسینؓ کے بزرگوں،
دوستوں اور ہمدردوں نے انہیں طرح طرح سمجھایا تھا، منع کیا تھا، خطرات سے آگاہ کیا تھا۔"
مگر آپ فرمائیے کہ ان بزرگوں، دوستوں اور ہمدردوں نے امام حسینؓ کو کس فعل سے منع کیا تھا؟ حضرت کیا کرتے تھے جس سے منع
کیا اور سمجھایا؟ کیا حضرت کسی پر تلوار چلاتے تھے؟ کسی کو قتل کرتے تھے؟ کسی کو گالیاں دیتے تھے؟ کسی پر فوج کشی کرتے تھے؟
حضرت تو بالکل خاموش تھے اور خاموشی ہی میں مدینہ منورہ سے نکلکر مکہ معظمہ کی طرف راہ لی۔ ان دوستوں اور ہمدردوں
کو تو مناسب تھا کہ سب کے سب ملکر حاکم مدینہ کے پاس جاتے اور کہتے کہ تم ان کو بیعت کیلئے کیوں مجبور کرتے ہو؟ وہ کسی کا کیا
بگاڑتے ہیں؟ وہ تم لوگوں یا یزید کا کیا نقصان کرتے ہیں؟ وہ تو بالکل خاموشی میں عبادت خدا کرتے رہتے ہیں، کسی سے کسی
بات پر تعرض ہی نہیں کرتے، پھر ان کو بیعت کے لئے مجبور کیوں کرتے ہو؟ اگر کوئی شخص ناچ کا جلسہ کرے سب لوگوں کو بلائے مگر اس جلسہ
میں ایک متقی بزرگ نہ جائیں تو کوئی بھی عقل والا ان متقی بزرگ کو یہ الزام دے سکتا ہے کہ وہاں کیوں وہ نہیں گئے؟
جلسہ میں شرکت کیوں نہیں کی؟ ناچ کیوں نہیں دیکھا؟ گانا کیوں نہیں سنا؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو یزید کی بیعت نہ کرنے
سے امام حسینؑ پر اعتراض دینا کس قاعدہ کس اصول سے درست ہو سکتا ہے؟ یاد رکھئے کسی پر اعتراض یا الزام اس کے
فعل وجودی ہی سے ہو سکتا ہے۔ فعل عدمی سے کبھی اور کہیں بھی کسی کو برا نہیں کہہ سکتے، آج اگر کوئی شخص سینما نہیں دیکھے تو
کیا وہ قتل کردیا جائیگا؟ غور فرمائیے اور انصاف سے فیصلہ کیجئے اور یہ بھی دیکھئے کہ آپ ہی کے بڑے بڑے مقدس علما اور جلیل القدر
پیشوایان دین نے کیا یزید کو کبھی بھی اس قابل سمجھا کہ حضرت امام حسینؑ کو اسکی بیعت کرنا مناسب ہوتا؟ فرقہ اہل حدیث کے
بہت بڑے پیشوا اور جلیل القدر مصنف علامہ دہر مولوی وحید الزماں خانصاحب حیدرآبادی نے لکھا ہے "افسوس کہ
معویہ نے اپنا عہد پورا نہ کیا اور امام حسن علیہ السلام کی جان لینے کے درپے ہوئے اور اپنے بیٹے یزید پلید سے بیعت لینے کیلئے
سب کو مجبور کیا حالانکہ یزید کا کوئی حق نہ تھا کہ اس کو مسلمانوں پر حکومت ملے، بھلا جب فرشتے موجود ہوں تو کوئی شیطان کی
حکومت منظور کریگا؟ مگر معلوم نہیں کہ اہل شام کس قبیل کے مسلمان تھے، امام حسین علیہ السلام کی کفش برداری کی بھی یزید لیاقت
نہیں رکھتا تھا، چہ نسبت خاک را با عالم پاک، کجا عیسے کجا دجال ناپاک، مگر امام صاحب کے موجود ہوتے ہوئے بھلے
مانسوں نے یزید سے بیعت کرلی اور اس پر بھی اکتفا نہ کی، امام صاحب کی جان کے درپے ہوگئے آخر کس ظلم اور شقاوت سے
آپکو بچوں اور عزیزوں سمیت قتل کرایا، اگر اسلام ہمیں است کہ ایں ہا دارند۔ وائے گر در پے امروز بود فردائے * پھر لطف
یہ کہ ابتک ان اہل شام کے چیلے چاپڑوں سے جہان پاک نہیں ہوتا کوئی تو یزید کو پیغمبری تک پہنچا دیتا ہے کوئی اسکو خلیفہ برحق کہتا ہے؟
امام صاحب کو باغی قرار دیتا ہے۔ کوئی کہتا ہے (شیخ ابوبکر بن عربی مالکی استاد امام غزالی رح) اگر یزید امام صاحب کو
[illegible]

کیسے بنائیں گے ہم تو یزید کو مع اسکے معاونین جیسے شمر لعین، ابن زیاد، عمر بن سعد، خولی، سنان وغیرہم کو ملعون اور مردود اور اشقی الخلق الخلیفہ جانتے ہیں۔ یزید سے بیعت تو کجا اگر ہم اسکو پاتیں تو اسکے گوشت پوست کے ٹکڑے کر کے چیل کوؤں کو کھلائیں، اسوقت ہمارے دل کی کچھ تشفی ہوگی اور ہمارا غیظ قلب کسی قدر کم ہوگا، الف الف لعنت یزید پر اور الف الف یزید کے طرفداروں اور حامیوں اور تعریف کرنیوالوں پر جو اسکو خلیفہ یا اولوالامر سمجھتے ہیں ان لوگوں کو اتنا وقوف نہیں کہ خلافت شرعی کوئی خالہ جی کا گھر ہے کہ جو زبردست ہوا اس نے دبالیا اور خلیفہ بن بیٹھا۔" (انوار اللغتہ پارہ ۲۷ صفحہ ۱۵۵) اسی طرح ہی نے ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے "جو لوگ خاص اپنے پیغمبر کی اولاد کو پانی نہ دیں، اس کو پیاسا شہید کریں ان کو کیا کہا جائے ایسا عجیب واقعہ صفحہ تاریخ میں نہیں دیکھا گیا، میں تو ان اشقیا کو مسلمان نہیں جانتا اگر کوئی جانتا ہے تو جانا کرے (پارہ ۱۰ صفحہ) یہ بھی لکھا ہے "انھیں کی جوتیوں کے طفیل سے یزید اور یزید کے باپ کو اتنی بڑی حکومت اور بادشاہت ملی ورنہ جنگل میں سور چراتا پھرتا، اونٹ کا دودھ اور موت اور گورپھوڑ کا گوشت کھاتا رہتا اس محسن کشی اور کور نمکی کا کہیں ٹھکانا ہے؟" (انوار اللغتہ پارہ ۹ صفحہ ۷۱) پھر ایک جگہ یہ لکھا ہے "برخلاف معویہ کے وہ تو مرتے دم تک اہلبیت علیہم السلام کے دشمن اور مخالف رہے اور حضرت علی کو گالیاں دینے کیلئے تمام خطیبوں کو حکم دیا اور اپنی آخری عمر میں مکر و فریب اور پولیٹکل چالوں سے یزید سے نالائق فرزند کو خلیفہ بنایا حالانکہ امام حسینؑ کے موجود ہوتے ہوئے یزید انکے پائخانہ کا لوٹا اٹھانے کے بھی لائق نہ تھا۔" (انوار اللغتہ پارہ ۹ صفحہ ۷۱) ایک جگہ اور لکھا ہے "آنحضرتؐ کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کی امت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جیسا سلوک کرے گی اس لئے تاکیداً ارشاد فرمایا کہ وہ میری اولاد کی اولاد ہے۔ اس کا خیال رکھنا۔ آنحضرت کے اتنے ارشادوں کے بعد بھی امت نے ان کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ بے آب و دانہ بال بچوں سمیت شہید کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ مصیبت ایسی ہے کہ اس کے یاد کرنے سے جگر شق ہو جاتا ہے اگر ہمارا بس چلتا اور ہم اسوقت ہوتے تو یزید، ابن زیاد، عمر ابن سعد، شمر، خولی اور سنان ان ملعونوں کو کچا کھا جاتے اور اب تک ہمارے دلمیں وہی غصہ باقی ہے خیر اب آخرت میں ان سے سمجھ لینگے جاتے کہاں ہیں، امام حسنؑ اور امام حسینؑ آنحضرتؐ کے دو لڑکے ہیں یا آپ کی اولاد کی اولاد ہیں یا آپکے نواسے ہیں مقصود آپ کا مطلب یہ ہو کہ انکی اولاد میں اللہ برکت دیگا اور ایک بڑی امت ہو جائے گی ایسا ہی ہوا، ہزارہا سادات صحیح النسب ان دونوں شاہزادوں کی اولاد میں ہیں اور یزید اور ابن زیاد کی اولاد دنیا سے ایسی گم ہوئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ (پارہ ۹ صفحہ ۱۹) یہ بھی لکھا ہے بعضے خارجیوں اور ناصبیوں اور دشمنان اہلبیت نے یہ استدلال کیا ہے کہ اپنے نانا ہی کی تلوار سے قتل کئے گئے اس لئے کہ یزید امام ہو چکا تھا اور لوگ اس سے بیعت کر چکے تھے۔ پھر امام علیہ السلام نے اس کو معزول کرنا چاہا۔ آخر اسی حدیث کی رو سے قتل کئے گئے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ یزید پر ہرگز اہل حل وعقد کا یعنی رؤسا اور عمائدین کا اتفاق نہیں ہوا تھا بلکہ معاویہ نے بدعہدی کرکے فریب اور جبر سے یزید کی بیعت لوگوں سے کرائی تھی اور سب سے بڑے دین کے سردار اسوقت امام علیہ السلام ہی تھے آپ نے اور بہت سے اعیان بنی ہاشم نے اس سے بیعت نہیں کی تھی دوسرے جن لوگوں نے اس سے بیعت کی تھی انھوں نے بھی اسکا فسق و فجور دیکھکر اس کی بیعت توڑ ڈالی تھی یعنی اہل مدینہ نے۔ اس کے علاوہ یزید نے نماز، روزہ شرائع احکام کو معطل کر کے شراب خواری اور غنا بازی وغیرہ اختیار کر رکھی تھی ... صلاح و مشورہ لینا

چھوڑ دیا تھا، خودرائی اور خود پسندی اور استبداد کو اپنا شعار کر لیا تھا جیسے بے دین شخص بادشاہ کیا کرتے ہیں
بیت المال کو جو حق اہل اسلام ہے اپنے باپ کا مال سمجھ کر حظوظ نفسانی اور شہوت رانی میں خرچ کرنے لگا تھا
اور بعض کلمات اسکے زبان سے ایسے سرزد ہوئے جس سے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں رہتا جیسے
ایک دفعہ کہنے لگا کہ اگر میں شراب نہ پیوں تو احمد کے دین کا پیرو ہوں گا اور جو پیوں تو مسیح کے دین کا پیرو
ہوں گا ایسی حالت میں اس کی بیعت سے انکار کرنا خود شریعت محمدی کا حکم تھا پس امام نے حفظ شریعت اور
دین اور صیانت مسلمین کیلئے اس کی اطاعت اختیار نہ کی جو بالکل بجا اور درست تھا۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء وحشرنا
مع النبی وآلہ الاصفیاء (انوار اللغۃ پارہ ۱۳ صفحہ ۹۹) ایک جگہ لکھا ہے "معویہ اور ان کے حامیوں نے خلاف کیا
اسوجہ سے باغی قرار پائے۔ یزید کی بیعت صرف معاویہ کی دھینگامشتی و زبردستی سے ہوئی ورنہ کوئی شخص
دل سے اس کو پسند نہیں کرتا تھا، دوسرے اس کی بیعت خلاف معاہدہ تھی معاویہ نے جناب امام حسنؓ سے
عہد کر لیا تھا کہ میرے بعد پھر خلافت اپنے مستحق کی طرف رجوع کرے گی، اس بنا پر معویہ کو لازم تھا کہ اپنے
مرتے وقت امام حسینؓ کو جو سب سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے خلیفہ بناتے مگر دنیا کی طمع نے ان پر ایسا زور کیا تھا
کہ نہ معاہدہ کا خیال رہا نہ دینداری اور خدا پرستی کا۔ اپنے ظالم، نابکار، شرابخوار بیٹے کو خلیفہ بنادیا وہ بھی
لوگوں کو ڈرا دھمکا کر گردنوں پر تلوار رکھکر، مال و زر، ملک و دولت کی طمع دیکر بھلا ایسی خلافت کب صحیح
ہوسکتی ہے؟ اسی لیے جناب امام حسینؓ نے اس سے بیعت نہیں کی کیونکہ اس سے بیعت کر لینے میں دین
کی خرابی متصور تھی اور جان دینا گوارا کیا خود معویہ کی خلافت صحیح نہ تھی تو یزید کی خلافت کیونکر صحیح
ہوگی؟ جیسے ایک ڈاکو دوسرے ڈاکو کو اپنی جگہ بٹھالے (پارہ ۵ صفحہ ۹۹) "یزید پلید کہنے لگا میرے
بزرگ وہ کافر جو جنگ بدر میں مارے گئے اگر زندہ ہوتے تو بدر کا بدلہ لیتے پر خوش ہو جاتے" (پارہ ۵ صفحہ ۱۰۳)
یزید تو ظاہر ہے کہ ایک فاسق فاجر، دنیا کے تعیشات کا دلدادہ، رنڈی باز، شراب خوار، کبوتر باز، مرغ
باز، زبردستی حاکم بن بیٹھا، معویہ کو خلافت کا بالکل استحقاق نہ تھا جب وہ امام برحق سے باغی ہوچکے تھے تو وہ
ازروئے قانون کورٹ مارشل کے لائق تھے، غرض یزید پلید نے آنحضرت کے جگر گوشوں کا لحاظ نہ کیا نہ ان
مہاجرین وانصار کا جنھوں نے آنحضرت پر سے اپنی جان و مال تصدق کیا اور انھیں کی جوتیوں کے طفیل سے یزید
اور یزید کے باپ کو اتنی بڑی بادشاہت ملی ورنہ جنگل میں سوکھڑا پھرتا اس محسن کشی اور کورنمکی کا کوئی ٹھکانا ہے
(پارہ ۸ صفحہ ۱۶) ایک جگہ لکھا ہے "معویہ جب مدینہ میں آئے تو ننگی تلواریں دیکر سپاہیوں کو کھڑا کر دیا اور کہا
میں خطبہ پڑھتا ہوں جو کوئی میری کسی بات کا انکار کرے اس کی گردن اڑا دینا اور جھوٹ موٹ لوگوں سے
کہدیا کہ امام حسین اور سب لوگوں نے یزید کی بیعت قبول کرلی۔ اب جان کے ڈر کے مارے بات کون کرتا
سب خاموش رہے عام لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ جب امام حسینؓ

... دنیا سے انتقال ہوا ہے ۔

عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر کی بزرگی

عباسی صاحب ! آپ نے لکھا ہے "حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس جیسی بزرگ ہستیاں جو سن و سال کے اعتبار سے رسولؐ اللہ کے شرف صحبت کے لحاظ سے، اپنے علم و فضل، اتقا و پرہیز گاری کے اعتبار سے حضرت حسینؓ سے بدرجہا فائق تھیں "۔
ذرا مہربانی کر کے فرمائیے تو حضرت رسولؐ کے انتقال سلہ سے آجتک آپ کے کسی عالم نے بھی ان دونوں بزرگوں کو امام حسینؓ سے بدرجہا فائق لکھا ہے صحابہ کے حالات اسد الغابۃ، استیعاب، اصابہ، طبقات ابن سعد وغیرہ میں بہت تفصیل سے لکھے ہیں مگر کسی کتاب میں آپ دکھا سکتے ہیں کہ کسی خارجی یا ناصبی نے بھی کبھی ان دونوں صاحبوں کو امام حسینؓ سے افضل کیا حضرت کے برابر بھی مانا یا لکھا ہے ؟ ریاست حیدرآباد دکن ہی میں ایک اور بہت بڑے پیشوائے اہل سنت علامہ دہر محقق عصر جناب مولوی حسن الزمان خاں صاحب گذرے ہیں انھوں نے لکھا ہے وقد کان ابن عباس یاخذ برکاب الحسن والحسین اذا رکبا ویرے ان ہذا من نعم اللہ علیہ وکانا اذا طافا بالبیت یکاد الناس یحطمونہما مما یزدحمون علیہما) عبداللہ بن عباس کا معمول تھا کہ جب امام حسن یا امام حسین گھوڑے یا اونٹ پر سوار ہوتے تو آکر حضرت کی رکاب پکڑ لیتے اور اس خدمت گاری کو اپنے حق میں خدا کی بڑی نعمت سمجھتے اور دوسرے مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ جب یہ حضرات خانہ کعبہ کا طواف کرتے تو ان حضرات کے ہاتھ چومتے بلکہ صرف زیارت کا شرف ہی حاصل کر لینے کیلئے لوگ ان حضرات پر ٹوٹے پڑتے تھے (کتاب ماتم الثقلین مطبوعہ حیدرآباد دکن صـ۵۶) فرمائیے ایسا شرف آپ عبداللہ بن عباس یا عبداللہ بن عمر کے لیے بھی کسی عربی فارسی یا اردو کی کتاب میں دکھا سکتے ہیں ؟ یہ تو عبداللہ بن عباس کا برتاؤ تھا جو حضرت رسول خدا صلعم کے چچا زاد بھائی تھے، اب عبداللہ بن عمر کا حال بھی بہت مختصر طور پر ملاحظہ فرمایئے ۔ علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ امام حسینؑ حضرت عمر کی طرف سے گذرے دیکھا وہ منبر پر بیٹھے خطبہ بیان کر رہے ہیں تو امام حسین نے ان سے فرمایا میرے باپ کے منبر پر سے اتر آئیے اور اس منبر پر جا کر بیٹھیے جو آپ کے باپ کا ہو حضرت عمر نے کہا میرے باپ کا تو کوئی بھی منبر نہیں ہے، یہ دیکھ کر حضرت عمر نے امام حسین کو بھی اسی منبر پر بٹھا لیا اور جب اس پر سے اترے تو امام حسین کو بھی اپنے ساتھ ہی اپنے گھر لیتے گئے وہاں پہنچکر امام حسین سے پوچھنے لگے کیوں صاحبزادے ! یہ بات آپ کو کس نے سکھائی تھی ؟ حضرت نے کہا خدا کی قسم کسی نے بھی نہیں بلکہ میں نے اپنے دل سے کہی تھی ۔ تب حضرت عمر بولے میرا باپ آپ پر فدا ہو جائے آپ کبھی کبھی میرے ہاں آیا کریں ان کی اس فرمائش پر امام حسینؓ ایکدن ان کے ہاں چلے گئے، مگر معلوم ہوا معویہ ان کے پاس ہیں اور وہ دونوں تخلیہ میں کچھ کر رہے ہیں حضرت عمر کے بیٹے (یہی عبداللہ بن عمر) وہیں دروازے پر ہیں، وہ بھی اندر نہیں جا سکے بلکہ پلٹ آئے تو امام حسینؓ بھی پلٹ آئے اس کے کچھ دنوں بعد حضرت عمر امام حسینؓ سے ملے اور کہا آپ میرے ہاں آئے نہیں ؟ امام حسینؓ نے فرمایا میں گیا تو تھا مگر آپ اور معویہ تنہائی میں کچھ کر رہے تھے تو میں بھی آپ کے لڑکے (عبداللہ بن عمر) کے ساتھ واپس چلا آیا ۔ یہ سن کر حضرت عمر کہنے لگے اے حسین ! میرے لڑکے سے زیادہ آپ کا حق مجھ پر ہے کیونکہ ہم لوگوں

(کا تمام جسم تمام اعضاء و جوارح بلکہ ہم لوگوں) کے سروں کا ایک ایک بال تک صرف خدا کے فضل اور آپ کے طفیل ہی میں اور آپ ہی کے صدقہ سے پیدا ہوا ہے۔ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۰ و تہذیب الکمال و کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۵ و ازالۃ الخفا جلد ا صفحہ ۸ وغیرہ) حضرت عمر نے اپنے اس قول میں پورا اظہار کیا کہ (امام حسینؑ کا درجہ عبداللہ بن عمر سے ہزاروں نمبر اونچا ہے، بلکہ خود حضرت عمر کی خلقت، ان کی ہستی، ان کا وجود، ان کا گوشت پوست اور ہر نعمت خدا نے ان حضرات اہل بیت ہی کے طفیل میں عطا کی ہے، اسی کے قریب حضرت رسول خدا صلعم کے مشہور صحابی ابو ہریرہ نے بھی کہا تھا۔ علامہ طبری وغیرہ نے لکھا ہے ابو المہزم بیان کرتے تھے کہ ایک جنازہ میں ابو ہریرہ کے ساتھ میں بھی تھا جب میت کو دفن کر کے سب پلٹے تو امام حسینؑ چڑھائی کی وجہ سے تھک گئے تھے یہ دیکھ کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسینؑ کے دونوں پاؤں کی خاک اپنے کپڑے سے جھاڑنے لگے۔ اس پر امام حسینؑ نے فرمایا اے ابو ہریرہ آپ یہ کیا کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا اے حضرت! آپ مجھے ایسا ہی کرنے دیجئے کیونکہ خدا نے آپ حضرات کو جو فضائل و مراتب عطا فرمائے ہیں اور جو مجھے معلوم ہیں اگر وہ سب دوسروں کو بھی معلوم ہو جائیں تو آپکی قدموں کی خاک جھاڑنا کیا چیز ہے لوگ آپ کو پیدل چلنے ہی نہ دیں بلکہ اپنے کاندھوں پر سوار کر کے لیجایا کریں (تاریخ طبری جلد ۱۳ صفحہ ۱۹)

کیا محمد بن الحنفیہ نے یزید کی بیعت کی تھی عباسی صاحب! آپنے آگے چلکر لکھا ہے "جب حضرت حسینؑ کے سوتیلے بھائی حضرت محمد بن الحنفیہ بھی یزید کی بیعت کر لیں اپنے بھائی کو خروج سے منع کریں۔" کیا ہم آپ سے پوچھ سکتے ہیں کہ کس نے آپ سے کہدیا حضرت محمد بن الحنفیہ نے یزید کی بیعت کی تھی؟ جبتک امام حسینؑ مدینہ میں موجود تھے حضرت محمد بن الحنفیہ کی بیعت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوا تھا، کیونکہ معویہ کے مرنے پر سب سے پہلے امام حسینؑ ہی سے بیعت کو کہا گیا اور حضرت فوراً بیعت سے انکار کر کے مکہ معظمہ کیطرف ہجرت فرما گئے کیا کسی کتاب سے بھی آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ جب تک امام حسینؑ مدینہ میں موجود تھے جناب محمد بن الحنفیہ نے یزید کی بیعت کی تھی؟ جناب علامہ وحید الزمان خانصاحب حیدرآبادی بہت بڑے وسیع النظر متبحر تاریخ و حدیث و تفسیر تھے۔ اُن کا قول ملاحظہ فرمائیے لکھا ہے "یزید پر ہرگز اہل حل و عقد کا یعنی رؤساء اور عمائدین کا اتفاق نہیں ہوا تھا بلکہ معویہ نے بد عہدی کر کے فریب اور جبر سے یزید کی بیعت لوگوں سے کرالی تھی اور سب سے بڑے دین کے سردار اس وقت امام علیہ السلام ہی تھے آپنے اور بہت سے اعیان بنی ہاشم نے اس سے بیعت نہیں کی تھی" (انوار اللغۃ پارہ ۱۳ صفحہ ۹۹) آپ واقف ہیں کہ اعیان بنی ہاشم میں بہت معزز محمد بن الحنفیہ ہی تھے انھوں نے بھی یزید کی بیعت نہیں کی تھی۔

کیا امام حسینؑ نے خروج کیا؟ آپ نے لکھا ہے "محمد بن الحنفیہ اپنے بھائی (امام حسینؑ) کو خروج سے منع کریں" مہربانی فرما کر اس کتاب کا پتہ بھی بتائیے جس میں لکھا ہے کہ جناب محمد بن الحنفیہ نے امام حسینؑ کو خروج سے منع کیا۔ خروج تو امام حسینؑ نے کیا ہی نہیں۔ کوئی اس سے منع کیوں کرتا؟ ہاں یزید کی بیعت سے انکار کر کے حضرت نے مدینہ سے ہجرت ضرور فرمائی جس طرح حضرت کے جد بزرگوار حضرت رسول خدا صلعم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تھی بالکل اسی طرح حضرت امام حسینؑ نے بھی [illegible]

کو کفار مکہ کے خوف سے ہجرت کرنا پڑی اسی طرح حضرت امام حسینؑ کو یزیدیوں کے خوف سے ہجرت کرنی پڑی اور حضرت کو جس نے بھی منع کیا خروج سے نہیں کیا بلکہ اسی ہجرت سے منع کیا، مگر جسطرح حضرت رسول خدا صلعم کفار مکہ کے مجبور کر دینے سے ہجرت سے باز نہیں رہے بالکل اسی طرح امام حسینؑ بھی یزیدیوں کے مجبور کر دینے کی وجہ سے باز نہیں رہے، اور حضرت کو رسول خدا صلعم نے بھی یہی حکم دیا۔ ہندوستان کے سب سے بڑے پیشوائے اہلسنت جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا ہے "ترجمہ طبری میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ امام حسینؑ نے کربلا میں خواب دیکھا کہ جناب رسالتمآب صلعم ایک جماعت کے ساتھ آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھے معلوم ہے کہ دشمن تیرے مارنے کے درپے ہیں، یہ لوگ قیامت کے دن میری شفاعت سے محروم رہیں گے اور نزدیک ہے کہ تو شہادت کے درجہ کو پہونچے اور بہشت تیرے واسطے آراستہ ہوئی ہے اور ماں باپ تیرے منتظر ہیں یہ کہہ کر حضرت نے ایک ہاتھ امام حسینؑ کے سینے پر مارا اور فرمایا اللھم اعط الحسین صبرا و اجرا بار خدایا حسین کو صبر اور اجر دونوں عطا فرما" (کتاب تحریر الشہادتین مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۵ مندرجہ شہادۃ عظمیٰ صفحہ ۲۶۵) بلکہ مدینہ میں بھی حضرت نے رسول خدا صلعم کو خواب میں دیکھا علامہ ابن اثیر جزری ایسے مشہور مورخ نے لکھا ہے "امام حسینؑ نے یزید کی بیعت نہیں کی اور مدینہ سے مکہ چلے گئے بہت لوگوں نے انھیں منع کیا جن میں ان کے بھائی محمد بن الحنفیہ اور ابن عمرو ابن عباس وغیرہ تھے مگر حضرت نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے آپ نے مجھے جس بات کا حکم دیا ہے اس کو میں ضرور کروں گا (ترجمہ اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۷) اور علامہ دیار بکری نے بھی یہی لکھا ہے (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۳۲) یہ مضمون بہت سی کتابوں میں ہے چنانچہ تاریخ طبری و تاریخ کامل میں اسطرح ہے امام حسینؑ نے ان لوگوں کی نصیحت نہ قبول کرنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ میں نے حضرت رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا جسمیں آپ نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے جس کو میں ترک نہیں کر سکتا خواہ اس میں میرا کتنا ہی نقصان ہو۔ لوگوں نے پوچھا وہ خواب کیا ہے؟ فرمایا میں نے ابتک یہ خواب کسی سے بیان نہیں کیا اور نہ آیندہ بیان کروں گا یہانتک کہ اپنے پروردگار کی خدمت میں پہنچ جاؤں (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۱۹ و تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۷) آخری جملہ حتےٰ القی ربی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ نے خواب میں یہی فرمایا کہ اے حسین! دین اسلام مٹ رہا ہے اور وہ بغیر تمھارے شہید ہوئے بچ نہیں سکتا، تم یزید کی بیعت ہرگز نہ کرنا ورنہ ہماری سب ریاضت مٹی میں مل جائے گی بلکہ عراق ضرور جاؤ اور لوگ تمھیں قتل کریں تو اس کو قبول کر کے دین اسلام کو بچا لو اور اپنے پروردگار کی خدمت میں پہنچ جاؤ

یزید کی خوبیاں عباسی صاحب! آپ نے تحریر فرمایا ہے "جب وہ یزید کی شراب نوشی کا جھوٹا پروپگنڈا کرنے اس کے پاس آئے تھے واٹ بتائیں اور کہیں کہ میں یزید کے پاس گیا ہوں اس کے پاس مقیم رہا ہوں۔۔۔ اسکے علم و فضل کا اعتراف کریں" ممکن ہے جو باتیں آپ نے لکھی ہیں وہ کسی کتاب میں مرقوم ہوں مگر واضح رہے کہ آپکے علامہ ابن تیمیہ نے اپنے رسائل میں اور اپنی مشہور کتاب منہاج السنہ میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ یزید کو نبی بھی مانتے ہیں آپ نے علامہ ابن تیمیہ کی کتابوں کو اگر نہ دیکھا ہو تو اب دیکھکر فیصلہ کریں کہ یزید کو نبی بھی مانا جائے یا نہیں؟ کیا وجہ کہ آپ

جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ میں مسلمانوں کی ایک جماعت کا حال پڑھ کر اس کو نبی نہ مانیں؟ اگر وہ نیک تھا تو نبی بھی ہو سکتا ہے اسی طرح
آپ سے پہلے دہلی کے ایک مشہور شخص مرزا حیرت نے امام حسینؓ کی شہادت ہی سے انکار کر دیا تھا جس طرح آپ نے
اسکو نماز کی پابندی کرنیوالا نیک کاموں میں سرگرم لکھا ہے اسی طرح مرزا حیرت صاحب نے بھی اسکی مدح کے پل باندھ
دیئے تھے جس کا جواب آپ ہی کے بے حساب علماء نے لکھے اور شایع کئے انھیں جواب دینے والوں میں علماء اہل سنت کے مشہور بزرگ
جناب مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب ساکن پھلواری ضلع پٹنہ بھی تھے جنھوں نے ایک مفصل کتاب "شہادت حسین" لکھکر امرتسر میں
چھپوائی تھی۔ اس میں لکھا ہے مرزا (حیرت) صاحب اس کے بعد یزید پر لعنت بھیجنے کے بارے میں فرماتے ہیں "انھیں در حقیقت
نہیں معلوم کہ یزید کی معاشرت کیا تھی، اسکے اصلی حالات پر بالکل پردہ پڑا ہوا ہے" واقعی مرزا صاحب سچ فرماتے ہیں
ہم سنیوں کو یزید کے اصلی حالات سے مثل تہجد گزاری و پرہیز گاری خدا ترسی، عبادت، صلاح، تقویٰ درویشی،
بزرگی اور عرفان وغیرہ کے تو جناب مرزا صاحب ہی خوب واقف ہوں گے، ہم لوگ تو اس کے انھیں حالات و عادات سے
واقف ہیں جو تمام کتب معتبرہ تواریخ و سیرۃ وغیرہ میں موجود ہیں۔ ہم تو یہی جانتے ہیں کہ انکی معاشرت ایسی پاکیزہ تھی
اور ان کے عادات شریفہ ایسے اچھے تھے کہ حج وغیرہ کے لئے اپنے پدر بزرگوار کے وقت میں جب مکہ و مدینہ آئے تو
وہاں بھی شراب و کباب سے باز نہ آئے چنانچہ تاریخ کامل جلد ۴ میں ہے ... خلاصہ یہ ہے کہ یزید نے اپنے والد کے
وقت میں حج کیا تو جب مدینہ پہونچے تو شراب و کباب کا دور چلا جناب ابن عباسؓ اور ... ملاقات کو آئے، اندر
آنے کی اجازت چاہی، یاروں نے کہا اگر ابن عباسؓ آئے اور ان کو اس کی بو محسوس ہوئی تو پہچان جائیں گے
چنانچہ ابن عباسؓ ٹال دیئے گئے اور ... بلائے گئے جب آپ کی ناک میں شراب کی بو خوشبوئی کے ساتھ آئی تو
یزید سے فرمانے لگے کیا اچھی بو ہے۔ بھئی یہ کیا ہے؟ یزید بولا ایک مفرح شربت ہے جو شام میں بنتا ہے، پھر اس نے
ایک قدح مانگا اور پی گیا پھر دوسرا جام طلب کیا اور ... کے آگے بڑھایا "پیو" ... نے فرمایا
مجھے معاف کرو، میں کسی سے نہیں کہوں گا ... تب یزید نے چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ دوست
میں نے تمھیں دعوت دی تم نے رد کر دی، میں نے تمھیں عیش و طرب کی طرف بلایا لیکن تم نے قبول
نہ کیا الخ۔ پس ہم سنیوں کو جہاں تک معلوم ہے اور جہاں تک تواریخ و سیر و دیگر کتب سے
پتہ ملتا ہے وہ مردود انتہا درجہ کا منہمک فی المعاصی تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس
عبداللہ بن عمر، ابو عبداللہ حسین سبط رسول وغیرہم کبار اہل حل و عقد رضی اللہ عنہم نے قطع نظر اسکے خلافت کا مستحق
نہ ہونے کے اسے خلافت کے لائق نہ جانا اور انکی بیعت نہ کی اور یہی سبب ہوا کہ اہل مدینہ نے خلع بیعت اور اس پر خروج
کیا جیسا کہ صواعق محرقہ و تاریخ الخلفاء وغیرہ میں موجود ہے ... خلاصہ یہ ہے کہ اہل مدینہ کے خلع بیعت و خروج
کا یہی سبب ہوا کہ یزید نے معاصی اور منکرات کا حد سے زیادہ ارتکاب شروع کیا اور واقدی نے
بطرق متعددہ روایت کی ہے کہ عبداللہ بن حنظلہ بن غسیل ...

س وقت یزید پر خروج کیا جب کہ ہم کو خوف ہو گیا تھا کہ ہم پر آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں۔ غضب ہے کہ انسان (یزید) امہات

ولاد (اپنی سوتیلی ماؤں) والبنات (اپنی بیٹیوں) والاخوات (اپنی بہنوں) سے نکاح (زنا) کرے اور شراب پیے اور نماز

ھوڑ دے (یعنی ان حرکات کا یزید مرتکب تھا اور ذہبی کہتے ہیں کہ جب یزید اہل مدینہ کے ساتھ اس بری طرح پیش آیا اور اس

ی طرہ کہ شراب تو پیتا تھا ہی اور بھی ہزاروں منکرات کا ارتکاب کرنے لگا تو عام طور سے لوگوں میں سخت برہمی پھیلی اور بہتیروں

نے اس پر خروج کیا۔ یہ ہے یزید کے حالات کا مشتے نمونہ از خروارے جس کے ذہبی جیسے محقق و معتمد گواہ ہیں اور تاریخی روایات شاہد

یں۔ اب مجھے اس سے بحث نہیں کہ آپ (میرزا صاحب) یزید کو کیسا سمجھتے ہیں۔ اگر واقعی یہ تاریخ و سیر غلط اور ذہبی و واقدی و

بن حجر و سیوطی و دمیری و ابن کثیر و ابن خلکان اور دیگر تمام محققین و علمائے اہل سنت وغیرہ یزید پر بہتان کرتے ہیں جو اسے

یسا بتاتے ہیں بلکہ اس کے حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے اور یزید درحقیقت بہت ہی پارسا اور برگزیدہ اور خدا رسیدہ و متقی و بزرگ

تھا تو بہت بہتر ہے خدا آپکا ... اور ہم لوگوں کا حشر سبط رسول سید شباب اہل الجنۃ حسین ابن علیؓ کے ساتھ ہو آمین ؂

جس کا جی چاہے ہو یزید کے ساتھ میں ہوں اور دامن جناب حسین

علامہ دمیری حیوۃ الحیوان جلد ثانی صفحہ ۱۹۶ میں فرماتے ہیں "علامہ کیا ہراسی سے پوچھا گیا کہ یزید صحابی تھا یا

ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ صحابی نہ تھا اور اس پر لعنت بھیجتے ہیں .... میرا ایک ہی قول ہے یعنی اس پر لعنت بھیجنا اور یہ

ل میرا کیوں نہ ہو وہ چیتوں کا شکار کرتا اور اس سے کھیلتا تھا اور وہ جوا کھیلتا تھا اور وہ مدام الخمر تھا" اور بعض یزید کی بحث حضرت مولانا عبدالحی

حمۃ اللہ علیہ فرنگی محلی کے مجموعہ فتاوی میں بھی موجود ہے جناب مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پاس داران یزید کی خوب خبر لی ہے اور

صاف لکھا ہے کہ از روئے تحقیق و انصاف کفر و ملعونیت سے بھی اس خبیث مردود کا درجہ بڑھا چڑھا ہے اور

رگز ہرگز اس یزید پلید کو مغفرت و ترحم سے یاد نہ کرنا چاہیے۔ دیکھو مجموعہ فتاوے جلد سوم صہ فرماتے ہیں"

"بعضے در شان وے براہ افراط در موالاۃ رفتہ می گویند کہ وے بعد ازاں کہ بہ اتفاق مسلمانان امیر

شد اطاعتش بر امام حسین واجب شد۔ و نہ دانستند کہ وے باوجود امام حسین امیر شود؟ اتفاق مسلمانانش

کے شد؟ جماعتے از صحابہ و اولاد صحابہ خارج از اطاعت او بودند و برشے کہ حلقہ اطاعت او بر گردن

انداختند۔ چوں حال او از شرب خمر و ترک صلوۃ و زنا و استحلال محارم معاینہ کردند بمدینہ منورہ

باز آمدند و خلع بیعت کردند۔ و بعضے دیگر گویند کہ قتل امام حسین گناہ کبیرہ است نہ کفر و لعنت مخصوص

از کفار است۔ و ندانم بہ فطانت ایشاں نہ دانستند کہ کفر یک طرف خود ایذائے رسول الثقلین چہ ثمرہ

دارد قال اللہ تعالی ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا

والآخرۃ ..... آں بے سعادت آں چہ در یں امت کردہ ہیچ کس نہ کردہ باشد.....

یزید کے لعنت کی بحث بالتفصیل روح المعانی جلد ہشتم و صواعق محرقہ و وسیلۃ النجاۃ و اتحاف بحب الاشراف و شرح عقائد

نسفی وغیرہ وغیرہ میں دیکھنا چاہیے۔ (شہادۃ حسین صہ ۵۳) مورخ ابن کثیر شامی نے لکھا ہے۔ یزید اول درجہ کا بدمعاش تھا

(البدایہ والنہایۃ جلد ۸ صـــ۲۳۳) ایک اور مورخ نے لکھا ہے "معویہ کے مرنے پر اس کا بیٹا یزید بادشاہ ہوا جو دن رات
کھیل کود۔ سیر و شکار۔ شراب و کباب۔ زنا اور عیاشی میں ڈوبا رہتا تھا (تاریخ فخری صـــ۳۰) اور علامہ مسعودی نے لکھا
ہے یزید عیاشی و فسق و فجور۔ کتوں بندروں کی بازی، اور دوسرے شیطانی حرکات میں ڈوبا رہتا تھا۔ اس کے زمانے میں مکہ
مدینہ میں بھی ناچ گانے کا رواج ہو گیا تھا۔ لوگ کھلم کھلا شراب پینے لگے تھے۔ یزید کو علماء و پیشوایانِ دین سے اتنی نفرت
تھی کہ اس کے پاس ایک بندر تھا جس کو علماء و محدثین کا لباس پہنا گیا ہے پر پھرا تا تھا (مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل
مطبوعہ مصر) علامہ ابو الفدا نے لکھا ہے "یزید اول نمبر کا شراب خوار تھا بلکہ شراب خواری میں ڈوبا رہتا تھا طبلہ وساز
و آلات عیاشی میں پڑا رہتا تھا" (تاریخ ابو الفدا جلد ا صـــ۱۸۶) مسعودی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب یزید اور اس کے مصاحبوں
کا ظلم و ستم عام ہو گیا اس کا فسق و فجور شایع ہو گیا۔ اس کی فرعون پرستی اچھی طرح کھل گئی بلکہ فرعون تو یزید سے کہیں بہتر اور
انصاف ور تھا تو مدینہ والوں نے اس کے حاکم کو نکال دیا (مروج الذہب جلد ۶ صـــ۱۴۷ وغیرہ)۔

یزید کا کافر ہونا جناب عباسی صاحب! ہم کہاں تک آپ کی سمع خراشی کریں مگر مجبوراً لکھنا پڑتا ہے کہ علماء
اہل سنت سے ہزاروں بزرگ یزید کو سرے سے مسلمان ہی نہیں جانتے بلکہ صاف صاف کافر لکھتے ہیں کچھ عبارتیں ہم پہلے عرض
کر چکے ہیں اور ملاحظہ فرمائیے۔ جناب مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی نے لکھا ہے" اکثر اکابر محدثین و بزرگان
دین مثل امام احمد بن حنبل و علامہ ابن جوزی و جلال الدین سیوطی و علامہ سعد الدین تفتازانی و سید آلوسی وغیرہم رحمہم اللہ
تعالیٰ یزید کے کفر کے قائل ہیں اور سرے سے اسے مسلمان ہی نہیں جانتے۔۔۔" پس جب ثابت ہو گیا کہ یزید بے شک
قاتلِ اہل بیت اور دشمن آل نبی ہے تو یہی بڑی دلیل اس کے کفر کی ہے۔ اہل بیت اطہار کی اہانت و بے حرمتی، اُن کو تاراج
اور سید شباب اہل الجنۃ۔ لخت دل مصطفیٰ۔ جگر گوشہ مرتضیٰ۔ راحت جانِ زہرا۔ محبوب خالق ارض و سما (بقول جد
علیہ الصلوٰۃ والسلام اللھم انی احبہ فاحببہ) شاہ کونین۔ سیدنا و مولانا حضرت امام ہمام جناب امام حسین صلوات اللہ
وسلامہ علی جدہ وابیہ و امہ واخیہ وعلیہ وعلی محبیہ ومتبعیہ اجمعین الی یوم الدین
کو اس ظلم و جفا اور اس بے حرمتی سے قتل کرنا خود کفر ہے۔ حسین رسول خدا کے لاڈلے نواسے تھے اُن کے ذرا سے رنج
سے آں حضرتؐ کو روحی تکلیف ہوتی تھی۔ اب غور کیا جا سکتا ہے کہ حسین مظلوم کے اس بے کسی و مصیبت میں ایسی بے رحمی
سے قتل کیے جانے سے روح رسول اللہ کو کیسی کچھ اذیت پہونچی ہو گی۔ جس کا ایک شمہ ابن عباسؓ و ام سلمہ کا خواب ہے بس حسین
کی ایذا دہی و بے حرمتی و اہانت اور اُن کے اہل بیت پر ظلم عین رسول خدا پر ظلم و جفا اور آپ کی اہانت و ایذا دہی ہے
اور کون کہہ سکتا ہے کہ رسول خدا کی دشمنی و ایذا رسانی و اہانت بہت ہی بڑا کفر و بے دینی نہیں ہے؟ نعوذ باللہ من ذالک
اسی لیے اکثر محققین کہتے ہیں کہ انہ کفر حین امر بقتل الحسین رضؓ یعنی یزید بے شک اسی وقت کافر ہو گیا
اس نے امام حسینؓ کے قتل کا حکم کیا (شرح عقائد صـــ۱۱۷) اور علامہ تفتازانی بھی یہی کہتے ہیں کہ فنحن لا نتوقف فی
شانہ بل فی ایمانہ" یعنی ہم اس پر لعنت بھیجنے کے بارے میں ذرا توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے بے دین و بے ایمان
ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں کرتے (شرح عقائد صـــ۱۱۷) صاحب ... [illegible]

چھوڑے جاتا ہوں، میرے بعد تم انھیں کے ساتھ تمسک کرنا۔ اگر تم ان کا خیال رکھوگے، قدر کروگے اور ان کے ساتھ متمسک رہوگے تو گمراہی و ضلالت سے بچوگے۔ وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ کلام اللہ و عترتی۔ قرآن پاک اور میری عترت و اولاد اطہار گویا آپ نے تمسک و عظمت کے لیے قرآن و اہل بیت کو برابر کیا تھا۔ تو اگر قرآن کی کوئی توہین کرے۔ اُسے پامال کرے۔ اُس کے اوراق کو بے حرمتی سے اس کی تذلیل کے لیے منتشر کرے اور خوب جان بوجھ کر اعلانیہ اس کی اہانت کرے یا ان امور پر وہ راضی و خوش ہو تو وہ مسلمان رہ سکتا ہے؟ اور کیا کلام اللہ کی اہانت کفر نہیں ہے؟ ضرور ہے بس اسی طرح سمجھو کہ اہل بیت اطہار قرآن ناطق، شانِ نزول آیت تطہیر کی اہانت بھی بلا ریب کفر ہے۔ اور جس نے اہلبیت اطہار اور خصوصاً سیدنا امام حسینؑ کی بے حرمتی کی، ان کی نعش کو پامال کیا، ان کو حد سے زیادہ ستایا اور جو ان کی بے حرمتی و قتل سے خوش و راضی یا اس میں شریک ہوا یا اسے گوارا کیا وہ ہرگز مسلمان نہیں ہے بلکہ فی الدرك الاسفل من النار۔ اب ناظرین خود انصاف فرمالیں کہ یزید اور یزیدیوں پر لعنت بھیجنا جائز ہے یا ناجائز؟ جب ایمان ہی ندارد ہے تو پھر لعنت کیوں ناجائز ہوگی؟ بزرگان دین، علماء متورعین و اسلاف نے یزید پر اور یزیدیوں پر لعنت بھیجی اور اسکو مطابق حکم خدا و رسول فرمایا اور قرآن و حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے۔ تفسیر روح المعانی جلد ہشتم صـ ۱۵۲ میں زیر تفسیر آیہ فھل عسیتم ان تعتدوا الآیۃ ہو۔ تفسیر روح المعانی للسید الآلوسی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے لعن یزید پر استدلال کیا گیا ہے، برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے اشاعت میں اور ابن حجر ہیثمی مکی ؒ نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے کہ امام احمد سے ان کے صاحب زادے عبد اللہ نے پوچھا یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں تو امام احمد نے فرمایا جس پر خدا نے قرآن میں لعنت کی ہو اس پر کیونکر لعنت نہ کی جائے گی۔ عبد اللہ نے کہا کہ میں نے قرآن مجید میں یزید کی لعنت نہیں پائی۔ آپ نے فرمایا خدائے تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فھل عسیتم الآیۃ یعنی کیا اگر تم پیٹھ پھیر دوگے تو زمین پر فساد پھیلاؤگے (معاصی اور کفر سے) اور قطع رحمی کروگے؟ یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔ اور کون سا فساد اور قطع رحم اس سے بڑھ کر ہے کہ جو کچھ کہ یزید نے کیا ہو۔ اور صواعق محرقہ صـ ۱۹۵ چھاپا مصر میں ابن حجر فرماتے ہیں۔

"یعنی یزید کے فاسق ہونے پر اتفاق علماء ہونے کے بعد اختلاف اس پر بہ تخصیص لعنت کرنے میں ہوا تو ایک گروہ نے اس کو جائز بتایا۔ ان مجوزین میں سے ایک ابن جوزی ہیں۔ انھوں نے جواز لعن کو امام احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے اور اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ مجھ سے کسی نے جواز لعن یزید کے متعلق سوال کیا۔ میں نے کہا یزید پر لعنت کرنے کو علماء متورعین نے جائز رکھا ہے ان میں سے امام احمد بھی ہیں۔۔۔۔۔

تفسیر روح المعانی کے اسی صفحہ میں ہے:۔

۔۔۔ یعنی ہمارا یہ قول لعن یزید میں کوئی توقف نہیں بہ سبب اس کے کثرت اوصاف خبیثہ اور ارتکاب کبائر کے۔ اور اس کی لعنت کے لیے کافی ہیں وہ مظالم جو اس نے اپنے غلبہ کے زمانہ میں

اہل مدینہ پر... چونکہ رسول خدا نے فرمایا خدایا! جو اہل مدینہ پر ظلم اور ان کو خوف زدہ کرے اسکو
تو خوف زدہ کر۔ اور اس پر خدا اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اس شخص سے نہ صرف اور نہ عدل
(کوئی نیکی) قبول نہ ہوگی۔"

اور بڑی قیامت اس نے یہ برپا کی کہ اہل بیت کے ساتھ سخت سے سخت ظلم وستم سے پیش آیا اور انھیں ایذا دی۔ اور
سیدنا امام حسین کو قتل کیا جو بہ تواتر معنوی ثابت ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت
کی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان پر خدا نے لعنت کی اور ہر نبی مستجاب الدعوات نے وہ یہ ہیں......
......(۴) میری عترت واولاد کی بے حرمتی کرنے والا اور (۵) خدا کے حرم کی بے حرمتی کرنے والا اور (۶) میری روش
کو چھوڑ دینے والا۔ یہ دو حدیثیں یزید پر لعنت بھیجنے کی پوری مؤید ہیں کیونکہ اہل مدینہ پر اس نے سخت ظلم کیا اور خوف زدہ
کیا اور وہ متسلط بالجبروت بھی تھا۔ خدا کے معزز بندوں کو ذلیل اور ذلیلوں کو معزز بنایا اور حرم بلکہ حرمین کی سخت بے حرمتی
کی اور اہل بیت وعترتِ رسول کی بھی سخت سے سخت توہین وبے حرمتی کی۔ فعلیہ لعنۃ اللہ والنبیین والملائکۃ
والناس اجمعین۔

یزید کے کفر کا یقین

صاحب تفسیر روح المعانی یہ لکھ کر فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت نے یزید کے کفر کا یقین
کیا اور اس پر لعنت بھیجنے کی تصریح فرمائی ہے مثل حافظ ابن جوزی رح، وقاضی ابو یعلیٰ وغیرہم کے۔ اور علامہ تفتازانی رح
کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس پر لعنت کرنے کے بارے میں بلکہ اس کے کفر کے بارے میں بھی کچھ توقف نہیں کرتے۔ اس پر اور اس کے
اعوان وانصار پر خدا کی لعنت ہو......

سید آلوسی بغدادی نے اس کے بعد تاریخ ابن وردی وکتاب الوافی بالوفیات سے نقل کیا ہے کہ جب اسیران اہل بیت
دمشق سے قریب ہوئے اور مقام جیرون کے ٹیلے پر چڑھے تو شہیدوں کے سر بلند ہوئے اور کوے دیکھ کر ٹائیں ٹائیں کرنے
لگے اس وقت یزید نے دو شعر پڑھے جن کا آخری مصرع یہ ہے کہ ع "قد اقتضیت من الرسول دیونی" یعنی
میں نے رسول سے اپنا بدلہ لیا (روح المعانی جلد ہشتم صفحہ ۱۲۶) "پھر ان اشعار کا ذکر کیا ہے جو اتحاف بحب الاشراف و
وسیلۃ النجاۃ ومفتاح النجاۃ وغیرہ دیگر کتب میں بھی منقول ہیں کہ لیت اشیاخی ببدر الخ جس کا مطلب یہ ہے کہ
رسول خدا نے جنگ بدر میں میرے آباء کو قتل کیا تھا اس کے بدلہ میں ہم نے آج ان کی اولاد کو قتل کیا اور خوب ہی بدلہ لیا
کاش میرے وہ اشیاخ جو بدر میں قتل کیے گئے زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ ہم نے کیسا بدلہ لیا اور اخیر میں دو شعر اور بھی ہیں
جو اتحاف صفحہ ۵۵ وغیرہ میں منقول ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ محمد صاحب کے پاس نہ کوئی وحی نازل ہوئی اور نہ فرشتہ آیا
یہ سب بنی ہاشم نے ملک گیری کے ڈھنگ نکالے تھے یہ پُر از کفر اشعار اگر اس کی زبان سے نکلے ہیں جیسا کہ علماء نے
لکھا ہے تو بے شک اس کے کافر مردود ہونے میں ذرا بھی کوئی ادنیٰ شبہہ باقی نہیں رہتا جیسا کہ صاحب تفسیر روح المعانی
وصاحب اتحاف بحب الاشراف وصاحب تاریخ ابن وردی وصاحب کتاب الوافی بالوفیات وغیرہم من العلماء نے
فرمایا ہے۔ اپنی تفسیر جلد ۸ صفحہ ۱۲۶ میں علامہ سید آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں علماء کا اختلاف بیان...

کہ میرے گمان غالب میں بھی یہی ہے کہ وہ خبیث ہرگز مسلمان و مصدق رسالت نہ تھا جب کہ اس کے تمام افعال و حرکات پر نظر کرتے ہیں اور دیگر قرائن و دلائل سے واضح ہوتا ہے اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ کافر نہیں ہوا تو اس میں کوئی شبہہ اور اختلاف نہیں ہو سکتا کہ وہ ایسا مسلم ہے جس نے بے شمار فواحش اور کبائر غیر محیط کو جمع کیا ہے۔ اور ایسا ہی علامہ ابن حجر صواعق میں فرماتے ہیں یہ ملاحظہ ہو صواعق صفحہ ۱۹۴ اس قول کی رو سے کہ وہ مسلم ہے مسلم فاسق، شریر، سکیر، اوباش نشہ باز ظالم ہے، اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ کتنے بڑے بڑے علماء اسلاف و ائمہ نے یزید پر لعنت کی ہے اور غور فرمایئے سب سے پہلے (۱) حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہوئیں کیونکہ اوپر مسند امام احمد کی یہ صحیح حدیث مذکور ہو چکی کہ ام سلمہ رض نے قاتلین امام حسین پر لعنت بھیجی ہے کہ قتلوہ قتلھم اللہ غروہ وذلوہ لعنھم اللہ (۲) ان کے بعد حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور (۳) حضرت امام مالک رح بروایتے اور (۴) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رح بروایتے اور (۵) علامہ کیا ہراسی ثانی غزالی اور (۶) قاضی ابو یعلےٰ اور (۷) علامہ ابن جوزی اور (۸) علامہ سفارینی اور (۹) سید سمہودی اور (۱۰) علامہ سعد الدین تفتازانی اور (۱۱) علامہ جلال الدین سیوطی اور (۱۲) علامہ سید آلوسی وغیرہم من العلماء المحققین والمتورعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (کتاب شہادۃ حسین صفحہ ۶۱) اور علامہ وحید الزمان خاں صاحب حیدر آبادی کی بھی کچھ عبارتیں اوپر نقل کی جا چکی ہیں جناب عباسی صاحب! آپ نے تو اتنے زمانہ کے بعد یزید کی اتنی مدح وثنا کر دی ہے مگر یزید کے چند ہی سال کے بعد اسی کے عزیز و قریب اور اسی خاندان بنو امیہ کے بادشاہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے اگر کوئی یزید کو امیر المومنین کہتا تھا تو اسے سزا دی جاتی تھی۔ علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ نوفل کہتے ہیں میں عمر بن عبد العزیز کے دربار میں تھا کہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کیا اور کہا کہ امیر المومنین یزید ابن معویہ نے کہا ہے تو خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ تو امیر المومنین یزید کہتا ہے؟ اور آپ نے یزید کو امیر المومنین کہنے کے جرم میں بیس کوڑے مارنے کا حکم کیا اور اسے بیس کوڑے لگائے گئے (تاریخ الخلفا صفحہ ۱۴۳) اور ایسا ہی صواعق محرقہ میں بھی ہے۔ ہمارے مہربان! آپ جانتے ہیں آپ کے مذہب میں لقب امیر المومنین ہر بادشاہ کو جو بنی امیہ سے ہوا یا بنی عباس سے دیا گیا بلکہ ٹرکی کے سلاطین کو بھی برابر خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کہا گیا۔ اگر یزید بھی اپنے وقت میں خلیفہ برحق تھا۔ اگر اس کی خلافت جائز تھی۔ اگر اس کی بادشاہت برحق تھی۔ تو خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے اس شخص کو ۲۰ کوڑے کیوں مارے؟ یزید کے بعد مروان اس کی جگہ بیٹھا۔ پھر عبد الملک بیٹھا۔ اس کو امیر المومنین کے لقب سے یاد کرنے پر عمر بن عبد العزیز نے کسی شخص کو سزا نہیں دی مگر یزید کو ایسا کہنے پر کوڑے لگوائے کیا یہ اس امر کا کھلا ثبوت نہیں ہے کہ یزید امام حسین کے رہتے خلیفہ ہو ہی نہیں سکتا تھا؟ اس زمانہ میں حضرت بھی رسول ص کے جائز برحق اور صحیح خلیفہ تھے اس وجہ سے یزید پر واجب تھا کہ وہ خود مدینہ میں آتا۔ حضرت کی بیعت کرتا حضرت کو امام زمانہ مانتا۔ حضرت کو خلیفہ رسول تسلیم کرتا۔ اور حضرت کے احکام کی اطاعت کرتا۔ مگر چونکہ اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ امام حسین سے بغاوت کر کے خود خلافت کا دعویٰ کر بیٹھا اس وجہ سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کو امیر المومنین کہنے کی وجہ سے بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ جناب عباسی صاحب! کیا بنی امیہ ہی کے خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے

اس طرز عمل سے آپ اپنے خیالات کا جائزہ لیں گے؟ اور یزید کو وہی سمجھیں گے جو بنی امیہ کے معزز بادشاہ سمجھتے تھے ؟

امام حسین کی مدد کرنے کے لیے حضرت رسول خدا صلعم کا تاکیدی حکم

جناب عباسی صاحب! آپ نے لکھا ہے "تو تفرقہ پیدا کرنے کے لیے ان دو عہدیداروں کے لیے۔ کیوں کوئی ان کے ساتھ نکلتا" ؟ آپ کے اس مزے دار سوال کا بہت تشفی بخش جواب ۲، ۱۳ سال قبل خود حضرت رسول صلعم ارشاد فرما چکے ہیں۔ کیا آپ سنیں گے ؟ آپ کے بڑے بڑے علماء کرام مثلاً جناب مولوی شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی و مولوی حسن الزماں خاں صاحب محدث حیدرآبادی وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا ان ابنی ھذا یعنی الحسین یقتل بارض من ارض العراق یقال لھا کربلا فمن شھد ذالک منکم فلینصرہ۔ میرا یہ فرزند حسین زمین کربلا پر قتل کیا جائے گا تم لوگوں (صحابہ کی جماعت) سے جو لوگ اس وقت موجود رہیں ان کا فرض ہے کہ حسین کی مدد ضرور کریں۔ ان امتی ھذا یقتل وانہ اشتد غضب اللہ علی من یقتلہ ۔ میری امت ان کو قتل کرے گی تو خدا کا غضب ان سب لوگوں پر بہت سخت ہوگا جو ان کے قتل میں شریک ہوں گے۔" عن عائشہ رض یزید لا بارک اللہ فی یزید الطعان اللعان اما انہ نعی الی حبیبی و سخیلی حسین اتیت بتربتہ ورأیت قاتلہ اما انہ یقتل بین ظہرانی قوم فلا ینصرونہ الا عمھم اللہ بعقاب ۔ حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا یزید۔ اللہ یزید کو اپنی سب برکتوں سے محروم رکھے جو طعان لعان ہوگا۔ مجھے خبر دی گئی ہے کہ وہ میرے حسین سے بغاوت کرے گا (ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے خبر مرگ دی گئی ہے) اور مجھے ان کی شہادت گاہ کی مٹی بھی دی گئی۔ سب لوگ سن رکھو کہ جن لوگوں کے جانتے بوجھتے وہ قتل ہوں گے وہ لوگ اگر ان کی مدد نہیں کریں گے تو ان سب پر خدا کا عذاب نازل ہوتا رہے گا (ماثبت بالسنۃ مطبوعہ لاہور ص ۱۱، ۱۲ و ماتم الثقلین مطبوعہ حیدرآباد ص ۲۳ وغیرہ) حضرت رسول خدا صلعم زندہ نہیں تھے ورنہ حضرت اپنی جان و مال سے مدد کرتے لیکن بہشت میں یہ سن کر خوب روئے اور زور سے ماتم فرمایا عن سلمی قالت دخلت علی ام سلمۃ وھی تبکی قلت ما یبکیک ؟ قالت رأیت الآن رسول اللہ فی المنام وعلی راسہ ولحیتہ التراب وھو یبکی قلت مالک یا رسول اللہ قال شھدت قتل الحسین انفا۔ ایک معزز بی بی سلمی بیان کرتی تھیں کہ میں حضرت رسول خدا کی معزز و محترم بی بی حضرت ام سلمہ کے پاس گئی تو دیکھا کہ وہ روتی تھیں۔ میں نے پوچھا آپ روتی کیوں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا میں نے ابھی حضرت رسول خدا کو خواب میں دیکھا کہ حضرت اپنے سر اور ڈاڑھی پر مٹی ڈالے ہوئے روتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا حضرت کیا بات ہے؟ یہ آپ کس وجہ سے ایسے مصیبت زدہ ہو رہے ہیں؟ حضرت نے فرمایا حسین قتل کر دیے گئے میں ابھی وہیں گیا تھا (مذکورہ بالا دونوں کتابیں) حضرت ام سلمہ وغیرہا کا خواب میں حضرت رسول خدا صلعم کو روتا دیکھنا آپ کی بے حساب کتابوں میں موجود ہے فرمائیے اگر امام حسین علیہ السلام انکار بیعت یزید کی وجہ سے غلطی پر ہوتے۔ اگر حضرت مظلوم نہیں ہوتے۔ اگر حضرت حق پر نہیں ہوتے۔ اگر حضرت کی شہادت بے کار ہوتی تو حضرت رسول خدا صلعم اس پر روتے کیوں؟ اپنی حالت تباہ کیوں کرتے

اسی طرح بلکہ اُس سے ہزاروں درجہ زیادہ امام حسینؑ کو بھی برحق جانتے۔ آپ کو مظلوم سمجھتے اور قاتلوں کو ظالم یقین کرتے تھے اس وجہ سے آپ پر بھی خوب روئے۔ عباسی صاحب! آپ کے خیال میں امام حسین ع نے تو یزید کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے غلطی کی۔ اب یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ جناب حمزہ نے حضرت رسولؐ کے ساتھ غزوہ احد میں جانے اور شہید ہونے میں غلطی کی تھی یا نہیں۔ اگر آپ فرمائیں کہ حضرت حمزہ نے بھی غلطی کی تھی تو ہم کو آپ سے کچھ کہنا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر آپ ان کو حق پر اور ان کے قتل ہونے کو اسلام کے لیے ضروری بتائیں گے تو ہم کو پوچھنے کا حق ہوتا ہے کہ دونوں میں فرق کرنے کی کیا وجہ؟ حضرت حمزہ بھی اسلام کی مدد کے لیے نکلے اور شہید ہوئے اسی طرح حضرت امام حسینؑ بھی اسلام کی حفاظت۔ دین حق کی صیانت۔ ایمان کی بقا کے لیے نکلے اور شہید ہوئے تو کیوں آپ اس کو غلطی اور اس کو صواب کہیں گے؟ بلکہ غزوہ احد میں جس قدر مسلمان کافروں سے لڑنے نکلے اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان سب کے بارے میں بھی اپنی رائے ظاہر فرمادیں کہ وہ لوگ حق پر تھے یا باطل پر۔ اگر حق پر تھے تو کس سبب سے؟ اور کیا وہ سبب امام حسین میں موجود نہیں تھا؟ آپ پوچھتے ہیں "تفرقہ پیدا کرنے کے لیے کیوں کوئی ان کے ساتھ نکلا" کیا ہم کو آپ بتا سکتے ہیں کہ حضرت رسول صلعم بھی عرب میں تفرقہ پیدا کرنے کے لیے نکلے تھے یا نہیں۔ ظاہر ہے حضرت نے کتنا بڑا تفرقہ پیدا کر دیا۔ کُل عرب اس وقت ایک ہی دین۔ ایک ہی مذہب۔ ایک ہی ملت کفر پر تھے۔ سب کے سب اطمینان سے بُت پرستی کرتے تھے۔ اطمینان سے شراب خواری، غارت گری۔ ڈاکا زنی میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت رسول بیٹھے بٹھائے کیوں ان لوگوں میں تفرقہ پیدا کرنے کو کھڑے ہو گئے۔ باپ کو بیٹے سے۔ بھائی کو بھائی سے۔ شوہر کو زوجہ سے چھڑانے کا سامان مہیا فرمادیا؟ اتنا بڑا تفرقہ کسی نے بھی ملک عرب یا عربی قوم یا عربی لبنے والوں کی دنیا میں پیدا کیا؟ پھر تفرقہ پیدا کرنے کے لیے حضرت صلعم کے ساتھ کیوں شہداء بدر و شہداء احد وغیرہ نکلے تھے؟

امام حسینؑ نے وہی کیا جو حضرت رسولؐ نے کیا تھا

عباسی صاحب! آپ نے فرمایا ہے "مؤلف کے ہم وطن اساتذہ تاریخ اسلامی کا یہ قول اس کی تردید کے لیے کافی ہے" وعلی الجملة فان الحسین اخطا اخطاءً عظیما فی خروجه هذا الذی جر علی الامة وبال الفرقة والاختلاف وزعزع عماد الفتها الی یومنا هذا۔ وقد اکثر الناس من الکتابة فی هذه الحادثة۔ لا یریدون بذلک الا ان تشتعل النیران فی القلوب۔ الغرض حسین نے بڑی شدید غلطی اپنے خروج میں کی۔ اس سے اُمت پر تفرقہ و اختلاف کا وبال پڑا در اُلفت و محبت کے ستون کو آج کے دن تک جھٹکا لگا۔ اکثر لکھنے والے اس حادثے کے بارے میں سوا اس کے کہ آگ مشتعل کریں اور کچھ نہیں کرتے"

کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ کیا بالکل اسی طرح مؤلف کے ہم وطن اساتذہ تاریخ اسلامی کا یہ قول بھی نہیں ہے "علی الجملة فان محمداً (نعوذ باللہ) اخطاء خطاءً عظیما فی دعواه (النبوة) التی جرت علی الامة العربیة وبال الفرقة والاختلاف وزعزعت عماد الفتها الی یومنا هذا۔ وقد اکثر الناس من الکتابة فی هذه الحادثة لا یریدون بذلک الا ان تشتعل النیران فی القلوب۔ الغرض

(حضرت) محمد (مصطفےٰ صلعم) نے بڑی شدید غلطی اپنے دعوائے نبوت میں کی۔ اس سے امت (عرب جمعر) پر تفرقہ و اختلاف کا
وبال پڑا اور (عربی۔ ملکی و قومی) الفت و محبت کے ستون کو آج کے دن تک جھٹکا لگا۔ اکثر لکھنے والے اس حادثہ کے بارے
میں آگ مشتعل کریں اور کچھ نہیں کرتے۔

فرمائیے حضرت رسول خدا صلعم نے بھی ملک عرب میں بہت بڑے تفرقہ و اختلاف کا وبال ڈالا یا نہیں؟ ان
سے ملک عرب کے ستون کو آج کے دن تک جھٹکا لگا۔ اور اکثر لکھنے والے اس حادثہ کے بارے میں آگ ہی مشتعل
کرتے ہیں یا اور بھی کچھ کرتے ہیں؟ مولوی شبلی صاحب نے لکھا ہے "عرب ایک مدت سے بت پرستی میں مبتلا تھے۔ اسلام کا
اصل فرض اس طلسم کو دفعۃً برباد کر دینا تھا لیکن اس کے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا اس
لیے قریش نے شدت سے مخالفت کی۔ قریش کی عنان حکومت ان ہی رؤسا کے ہاتھ میں تھی اور یہی لوگ تھے جنہوں نے
اسلام کی سخت مخالفت کی۔ ایک بڑا سبب یہ تھا کہ قریش میں سخت بداخلاقیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ بڑے بڑے ارباب
اقتدار نہایت ذلیل بداخلاقیوں کے مرتکب تھے۔ آں حضرتؐ ایک طرف بت پرستی کی برائیاں بیان کرتے تھے دوسری
طرف ان بداخلاقیوں پر سخت دار و گیر کرتے تھے جس سے ان کی عظمت و اقتدار کی شاہنشاہی متزلزل ہوتی جاتی تھی۔
تھا کہ وعظ و پند کا نرم طریقہ اختیار کیا جاتا لیکن مدت کی غفلت۔ عربی نخوت۔ دولت و اقتدار کا فخر۔ ریاست کا نشہ
ان چیزوں کے ہوتے ہوئے جب تک ضرب نہایت سخت نہ ہوتی وہ باخبر نہ ہوتے۔ لیکن مخالفت کی جو سب سے بڑی وجہ تھی
اور جس کا اثر تمام قریش بلکہ تمام عرب پر یکساں تھا یہ تھا کہ جو معبود سیکڑوں برس سے عرب کی حاجت روائے عام بنے
اسلام ان کا نام و نشان مٹاتا تھا۔ ان اسباب کے ساتھ جن میں سے ہر ایک قریش کے سخت مشتعل کر دینے کے لیے کافی
تھا توقع یہ تھی کہ اعلانِ دعوت کے ساتھ سخت خوں ریزیاں شروع ہو جاتیں (سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۱۶۰) غرض امام حسینؑ
نے وہی کیا جو حضرت رسول خدا صلعم ۶۰ سال پہلے مکہ معظمہ میں کر چکے تھے اور اسی طرح اسلام کو باقی اور زندہ کر گئے جس
طرح حضرت رسول اسلام کو قائم کر گئے تھے۔ صرف حضرت رسول خدا صلعم ہی نہیں بلکہ امام حسینؑ نے وہی کیا جو دوسرے
انبیاء و مرسلین بھی کر کے صراطِ مستقیم کی راہیں دکھا گئے تھے۔ حضرت نوح [illegible] سال تک اسی تفرقہ کا وبال دنیا والوں پر
ڈالتے رہے اور لوگوں کو خدا کی طرف بلانے سے بنی آدم کی الفت و محبت کے ستونوں کو اسی طرح جھٹکا لگاتے رہے۔
حضرت ابراہیم بھی اسی طرح تفرقہ کا وبال اپنے زمانہ کے لوگوں پر ڈالتے اور الفت و محبت کے ستونوں کو جھٹکے لگاتے رہے
جس پر ان کے ہم وطن نے ان سے کہا کیا تم ہمارے بتوں سے نفرت کرتے ہو؟ اگر تم اس سے باز نہیں آئے تو ہم تم کو
ضرور سنگسار کریں گے اس وقت کے بادشاہ نمرود نے حضرت کو گرفتار کر بلایا۔ اس کے بعد سب نے رائے کی کہ
ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۶ سال کی تھی۔ نمرود نے منجنیق میں رکھ کر آپ کو آگ کے
بڑے ڈھیر میں پھنکوا دیا۔ آپ چار روز تک اسی آگ میں پڑے رہے پھر اس آگ سے باہر نکل آئے۔ نمرود نے آپ
کا زور بڑھتا دیکھ کر آپ کو اور آپ کی بیوی اور شیعوں کو وہاں سے جلاوطن کر دیا۔ آپ مصر چلے گئے۔ حضرت لوط بھی
تفرقہ کا وبال اپنے زمانہ والوں پر ڈالتے رہے۔ خدا نے آپ کو پیغمبر بنا کر [illegible]

فرقہ دانشتار گرہو گئے تھے۔ ان کی قوم لڑکوں سے لواطہ کرنے کی عادی ہوگئی تھی۔ حضرت لوط ان کو بہت سمجھاتے اور
تھے کہ اس خلاف فطرت فعل سے منع کرتے رہے مگر انھوں نے آپ کی بات نہیں مانی۔ حضرت لوط کی زوجہ بھی ان کا فردوں کی
طرف دار تھیں۔ حضرت موسیٰ بھی اپنے زمانہ میں اس تفرقہ کا وبال ڈالتے رہے اور لوگوں کو خدا کی طرف بلانے سے
باز نہیں ان کی اُلفت و محبّت کے ستونوں کو اسی طرح جھٹکے لگاتے رہے۔ حضرت یحییٰ بن زکریا بھی اپنے زمانہ میں تفرقہ کا وہی
منحوس وبال ڈالتے رہے۔ اس وقت کا بادشاہ ہیرودس تھا۔ وہ اپنی بھتیجی یا بھانجی یا سوتیلی بیٹی پر عاشق ہوگیا اور اس سے
تھے۔ شادی کرنا چاہی مگر حضرت یحییٰ نے اس کو منع کیا اور فرمایا کہ یہ فعل حرام اور خلاف حکم خدا ہے۔ بات بڑھی آخر بادشاہ
نے حضرت یحییٰ کو قتل کرا دیا مگر حضرت یحییٰ اُلفت و محبت کے ان ستونوں کو جھٹکے لگانے سے باز نہیں آئے۔ حضرت
عیسیٰ بھی بنی اسرائیل پر تفرقہ کا وبال ڈالتے اور اُلفت و محبت کے ستونوں کو جھٹکے لگاتے رہے۔ ۳۰ سال کی عمر
اور ان لوگوں کو سچے مذہب کی طرف آپ نے بھی بلانا شروع کیا مگر یہودی آپ کے دشمن ہو گئے مختصر یہ کہ حضرت
سے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم تک سب اسی غرض سے دنیا میں بھیجے گئے کہ گمراہ لوگوں میں تفرقہ کا وبال ڈالتے رہیں
بداخلاقی، بے حیائی، بدچلنی، شیطنت و فرعونیت کی دنیا میں الفت و محبت کے ستونوں کو جھٹکے لگاتے رہیں کیونکہ
خدا نے ان حضرت کو یہی حکم دیا تھا۔ صاف صاف فرمایا ہے وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔
خدا کی راہ میں ضرور جہاد کرتے رہو تاکہ تم لوگ کامیاب ہو جاؤ (پارہ ۶ رکوع ۱۰) یاایھا الذین امنوا مالکم اذا
قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ فما
متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل۔ الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما و یستبدل
قوما غیرکم ولا تضروہ شیئًا۔ انفروا خفافا و ثقالا وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی
سبیل اللہ ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ ایمان والو! تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا
جاتا ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو تو تم لدھڑ ہوکے زمین کی طرف گرے پڑتے ہو۔ کیا تم آخرت کے بہ نسبت
دنیا کی چند روزہ زندگی کو پسند کرتے ہو تو تم سمجھ لو کہ دنیاوی زندگی کا ساز و سامان آخرت کے عیش و آرام کے مقابل
بہت ہی تھوڑا ہے۔ اگر اب بھی تم نہ نکلو گے تو خدا تم پر دردناک عذاب نازل فرمائے گا اور خدا کچھ مجبور تو ہے نہیں
تمھارے بدلے کسی دوسری قوم کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ تم ہلکے پھلکے (نہتے) ہو یا بھاری بھرکم
(مسلح)، بہرحال جب تم کو حکم دیا جائے گا فوراً چل کھڑے ہو اور اپنی جانوں سے اور اپنے مالوں سے خدا کی راہ میں ضرور
جہاد کرو اگر تم کچھ جانتے ہو تو سمجھ لو کہ یہی تمھارے حق میں بہتر ہے (پارہ ۱۰ ع ۱۲) وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ
ھو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم الایۃ اور جو حق جہاد کرنے کا
ہے خدا کی راہ میں پورا جہاد کرتے رہو۔ اسی نے تم کو برگزیدہ کیا اور مذہبی باتوں میں تم پر کسی طرح کا کوئی حرج نہیں
رکھ دیا۔ تمھارے باپ ابراہیم کے مذہب کو تمھارا مذہب بنا دیا ہے (پارہ ۱۷ رکوع ۱۷)

کی تالیف ہے جو اس قابل نہ تھی کہ اس کا ترجمہ اردو میں کرایا جاتا۔"

مگر اس کو کیا کیجیے گا کہ اس قسم کی تالیفیں آپ ہی کے علما و پیشوایانِ دین بے حساب کر کے اور اپنا ہزاروں رو
صرف کر کے چھپوا اور دنیا میں شایع کر چکے ہیں۔ زمانہ حال میں جناب مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی نے کتاب شہادۃ
لکھی چھپوائی اور شایع کردی۔ حیدرآباد دکن کے جناب مولوی حسن الزماں خاں صاحب نے عربی زبان میں ایک سو
کے حرفوں سے لکھنے کے قابل کتاب "ماتم الثقلین فی شہادۃ الموالی علی الحسین" لکھی چھپوائی اور شایع کی۔ اگر شیعوں کے ا
مال ہوتا تو اس کتاب کا ترجمہ بھی شایع کرنا بڑا فرض تھا[1]۔ ان دونوں نہایت قیمتی کتابوں کے پہلے بھی علماء اہلسنت نے خ
ہندستان کے اندر بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ جناب مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی نے لکھا ہے" اور اس مبحث
امام المتکلمین مولانا حیدر علی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی بصارت العین اور ازالۃ الغین نہایت عمدہ کتاب ہے جس میں پُر زو
دلائل سے شہادت امام علیہ السلام ثابت کی گئی ہے اور یزید کا اہل سنت کے نزدیک کفر و فسق و لعن محقق مسئلہ بتایا گیا۔
یہ تھے ہمارے اہلسنت کے اگلے مناظرین جو تولائے اہلبیت میں سرشار تھے اور ایک آج کل جناب..... مناظر ہیں جو تما
اہل سنت ہی کو گمراہ تصور کرتے ہیں اور اہل بیت اطہار ہی کو باغی خیال فرماتے ہیں۔ افسوس" (شہادۃ حسین ع ا) ہندستا
بھر کے کل علماء و پیشوایانِ اہلسنت سے افضل و اعلم جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے (جن کی مذہب شیعہ کے خلاف
بڑی کتاب تحفہ اثنا عشریہ بہت مقبول و مشہور و معروف ہے) بھی اسی موضوع پر ایک عظیم الشان کتاب لکھ کر شایع ک
تھی جس کا نام ہے "سر الشہادتین" جس کے بارے میں جناب مولوی نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی نے دعو
کیا ہے کہ "واقعہ شہادت حسینؑ کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح اور معتبر کتاب سر الشہادتین ہے جس کو کہ جناب مو
شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے تحریر فرمایا ہے رسالہ کئی مرتبہ چھپ گیا ہے اور جناب مولوی خرم علی صاحب
اس کا اردو ترجمہ تحریر الشہادتین بھی چھپوا دیا ہے۔ اس کتاب سر الشہادتین کے ترجمہ کی صرف فہرست مضامین ہم یہا
نقل کر دیتے ہیں (۱) امام حسینؑ کی شہادت کا بیان (۲) امام حسن و امام حسین کا فرزندانِ رسول ہونا (۳) امام حسن و حسین
نام رکھا جانا (۴) امام حسن و حسین کا پرتو جمال محمدی ہونا (۵) امام حسن و حسین کا سردار جوانانِ بہشت ہونا (۶) حسن و حسی
کی عداوت خدا و رسول کی عداوت ہے (۷) امام حسن و حسین کا مشابہ رسول ہونا۔ (۸) امام حسن کے ذاتی فضائل (۹
امام حسن کی شہادت (۱۰) امام حسین کے شہادت کی تفصیل (۱۱) کوفہ والوں کا حضرت کو بلانا (۱۲) جناب مسلم کا کوفہ جا

---

[1] اب بھی اگر مومنین ہمت کریں اور صرف ایک ہزار حضرات تین تین روپیہ دفتر اصلاح میں بھیج دیں تو
نہایت مفید اور ضروری اور قابل قدر کتاب کا ترجمہ اردو زبان میں دو تین ماہ کے اندر چھپکر شایع
ہے پوری کتاب کا ترجمہ کم از کم تین سو صفحہ میں چھپ سکے گا۔ اور دس دس روپیہ میں ایک ایک صفحہ شایع ہو سکتا ہے۔ پاک
کے مومنین اس کتاب کی پیشگی قیمت تین روپیہ بھی سید محمد حسین صاحب بی اے نمبر ۲ جی آر ڈبلو لارنس روڈ کراچی کے پاس بھ
جائیں مگر اس کتاب کے بہت جلد چھپ جانے کی آسان صورت یہ ہے کہ صرف ۳۳۳ مومنین تین تین کتابوں کی پیشگی قیمت نو نو روپیہ کھوا
کراچی روانہ کریں تاکہ ہم اس کو چھپوا کر فوراً ...

(۱۳) ابن زیاد کا حاکم کوفہ ہونا (۱۴) کوفیوں نے حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا (۱۵) حضرت مسلم کی شہادت (۱۶) کوفہ کی طرف امام حسین کی روانگی (۱۷) امام حسینؑ نے اپنے اعزہ و احباب کی یہ رائے کہ عراق نہ جائیے کیوں نہیں مانی؟ (۱۸) امام حسین کا لشکر (۱۹) لشکر حر نے گھیر لیا (۲۰) امام حسین کا کربلا میں اُترنا (۲۱) عمر بن سعد کا سردار لشکر ہو کر کربلا آنا (۲۲) دشمنوں کی فوج ۲۲ ہزار (۲۳) حضرت پر پانی بند کر دیا گیا (۲۴) بروز عاشورا لڑائی شروع ہوگئی (۲۵) حر کا لشکر امام میں آجانا (۲۶) امام کی شہادت (۲۷) کس نے حضرت کا سر مبارک جُدا کیا (۲۸) اہلبیت کو قید کر لیا (۲۹) لاشوں کو روند ڈالا (۳۰) واقعۂ شہادت کے بعد کیا ہوا (۳۱) بے پردہ اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ کو اہلبیت روانہ کیے گئے۔ (۳۲) شہداء کربلا کی لاشیں بے دفن پڑی رہیں (۳۳) شہداء کربلا (۳۴) حضرت کا سر مبارک (۳۵) واقعہ کربلا کے متعلق حضرت رسولؐ کی پیشین گوئیاں (۳۶) کربلا کی سُرخ مٹی (۳۷) شمر کے متعلق حضرت رسولؐ کی پیشین گوئی (۳۸) قاتلانِ امام حسینؑ کا ملعون ہونا (۳۹) صحابہ سے حضرت رسول کی وصیت کہ تم لوگ حسینؑ کی مدد ضرور کرنا (۴۰) جناب امیر کی پیشین گوئی کہ امام حسین یہاں شہید ہوں گے (۴۱) امام حسینؑ پر آسمان و زمین کا رونا (۴۲) امام حسین کے بدلے خدا ایک لاکھ چالیس ہزار کو قتل کر ڈالے گا (۴۳) امام حسینؑ کے سوگ میں حضرت رسول خدا صلعم کا تباہ حال ہو جانا (۴۴) امام حسین کے سوگ میں آسمان و زمین کی حالت زار (۴۵) آسمان سے خون برسنا (۴۶) زمین پر خون بہنا (۴۷) تین دن دنیا اندھیری رہی (۴۸) واس کا راکھ ہو جانا (۴۹) آسمان کا امام حسین پر رونا (۵۰) آسمان کے شفق کی سُرخی (۵۱) عاشورا کو سورج گہن (۵۲) دو قاتلوں کی سزا (۵۳) امام حسین پر جنات کا نوحہ و ماتم (۵۴) امام حسین کے سر کا کہنا کہ میرا قتل اصحاب کہف کے قصہ سے زیادہ عجیب ہے (۵۵) غیب سے لوہے کے قلم کا ایک شعر لکھ دینا (۵۶) سب درہم ٹھیکریاں ہو گئے (۵۷) متعلقہ سر الشہادتین (۵۸) مدینہ کی تاراجی اور ویرانی (۵۹) خانہ کعبہ کو سنگسار کرنا (۶۰) کوفہ میں مختار کی حکومت (۶۱) عمر ابن سعد کی گرفتاری اور قتل (۶۲) شمر کا قتل (۶۳) خولی کی سزا (۶۴) ابراہیم بن مالک اشتر اور ابن زیاد کی جنگ (۶۵) ابن زیاد کا قتل (۶۶) ابن زیاد کے نتھنوں میں سانپ کا گھسنا اور نکلنا (۶۷) قاتلان امام حسین کے سر اور لاشے (۶۸) مصعب کا قتل (۶۹) کوفہ کے دار الامارہ کی نحوست (۷۰) حجاج کا خانہ کعبہ میں ابن زبیر کو قتل کرنا (۷۱) خاتمۃ الطبع

عمر الاطرف کے قول سے استدلال

ہمارے معزز دوست۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے "حضرت حسین کے عزیزوں اور معاصرین نے ان کے اس خروج کو جس نظر سے دیکھا تھا ان کا اندازہ ان کے ایک اور بھائی عمر الاطرف کے اس قول سے ہوتا ہے الخ" مگر آپ نے یہ نہیں لکھا کہ عمر الاطرف حضرت کے کیسے بھائی تھے۔ حقیقی یا سوتیلے یا چچا زاد یا ماموں زاد۔ عمر الاطراف کے قول کو تو آپ نے دیکھا مگر حضرت کے سوتیلے بھائیوں جناب عباس وغیرہ کے عمل پر آپ کی نظر کیوں نہیں پڑی؟ اگر عمر الاطراف ایک تھے تو جناب ام البنین کے چار صاحب زادے تھے۔ چاروں کربلا گئے جہاد کیا اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ عمر الاطرف کی بات تو آپ نے دیکھی مگر ایک معظمہ کا عمل بھی تو ملاحظہ کرلیجیے جو بیوہ ہو چکی ہیں۔ وہ اپنے چاروں بیٹوں کو حکم دیتی ہیں کہ تم سب کے سب امام حسین کے ساتھ جاؤ۔ میری پروا نہ کرو

میرا خیال نہ کرو۔ امام حسین کی حالت ایسی قابل رحم تھی۔ آپ کی مصیبت اتنی سخت تھی۔ آپ کی مظلومی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ آپ کی سوتیلی ماں نے آپ کی نصرت میں اپنے لاڈلوں کا بھیج دینا ضروری سمجھا آپ کی مدد اس قدر واجب اور اہم تھی کہ اس بوڑھی ماں نے اپنے جذبات کا کوئی خیال نہیں کیا۔ اپنی آئندہ زندگی کی کوئی فکر نہیں کی۔ اپنے تاریک مستقبل کو خوشی سے گوارا کیا اور بیٹوں کو ایک دو نہیں بلکہ چار کڑیل اور بہادر جوانوں کو حکم دے دیا کہ امام حسینؑ کے ساتھ جاؤ۔ حضرت کے ساتھ رہو۔ حضرت کے پسینہ پر اپنا خون بہاؤ۔ حضرت کے قدموں پر اپنی جانیں نثار کر دو۔ آپ یہ تو ضرور مانیں گے کہ چاروں بیٹے (حضرت عباس علمدار اور اُن کے حقیقی تین بھائی) بغیر ماں سے اجازت لیے ہوئے نہیں گئے ہوں گے۔ بغیر بوڑھی ماں سے رخصت ہوئے نہیں روانہ ہوئے ہوں گے۔ پھر کیا اس صنف نازک کی مقدس فرد نے اپنی مادری محبت کا کچھ لحاظ کیا؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا اسکی وجہ اسکے سوائے کوئی بھی ہو سکتی ہے کہ انھوں نے بھی امام حسین کی حمایت کو سب کاموں سے زیادہ ضروری جانا۔ ذرا مہربانی کرکے عمر الاطرف کی والدہ کا نام آپ بتائیں کہ ان کے حالات پر تبصرہ کیا جائے مگر ام البنین کے چاروں فرزندوں کا یہ کارنامہ سونے کے حرفوں سے لکھا ہوا چمک رہا ہے کہ ۹ محرم کی شام کو شمر نے چاروں وفاداروں کو پکار کر کہا کہ تم لوگوں کی ماں ام البنین میری رشتہ دار ہیں۔ تم لوگ میرے امان میں چلے جاؤ میں تم لوگوں کو پناہ دیتا ہوں۔ جانتے ہیں آپ کہ ان چاروں وفاداروں نے کیا جواب دیا۔ اے شمر تجھ پر بھی خدا کی لعنت اور تیری امان پر بھی لعنت۔ ہم کو امان دیتا ہے اور ہمارے آقا مولا امام حسین کے ذبح پر آمادہ ہے۔

عباسی صاحب! آپنے عمر اطرف کو کچھ نہیں بتایا کہ کس کے بیٹے کس کے پوتے۔ کس کے نواسے کس کے پر پوتے اور کس کے پر نواسے تھے لیکن آپنے ان کا واقعہ صرف یہ لکھا کہ وہ امام حسین کے ساتھ مکہ معظمہ نہیں گئے اور تو انھوں نے کچھ بھی نہیں کیا؟ نہ جنگ کی نہ مقابلہ کیا۔ نہ خون بہانا چاہا۔ اس کے مقابلہ میں دو حقیقی بھائیوں کا برتاؤ ملاحظہ فرمائیے۔ معمولی بھائی نہیں بلکہ حضرت ابوبکر کے نواسوں اور حضرت عائشہ کے حقیقی بھانجوں کا واقعہ یعنی عبداللہ بن زبیر اور عمر بن زبیر کا۔ عبداللہ بن زبیر تو یزید کے بیعت سے انکار کرکے مکہ معظمہ کو روانہ ہو گئے اور ان کے حقیقی بھائی عمر بن زبیر مدینہ میں رہ گئے، بھائی کی تنہائی کی ذرہ برابر پروا نہیں کی۔ یزید نے مدینہ کے حاکم ولید کو معزول کرکے اس کی جگہ عمرو بن سعید اشدق کو حاکم مدینہ مقرر کیا تو عمرو بن زبیر یزید کی طرف سے مدینہ کے کوتوال ہو گئے۔ اب بھی ان کو موقع تھا کہ اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی مختلف طریقوں سے مدد کرتے۔ مخفی طور پر ان کے موافق کوشش کرتے۔ پوشیدہ حال لکھ کر ان کو اطمینان کی زندگی بسر کرنے کا موقع دیتے مگر انھوں نے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟ یزید کے ملازم ہو کر مدینہ کے اندر اپنے بھائی کے بہی خواہوں کو کوڑوں سے پٹوایا۔ حاکم مدینہ نے ان سے مشورہ کیا کہ تمھارے حقیقی بھائی عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لیے مدینہ سے مکہ کس کو بھیجا جائے؟ تو بجائے اس کے کہ وہ ان کو جنگ سے بچاتے اپنے کو پیش کر دیا کہ اپنے بھائی سے لڑنے اور ان کو قتل کرنے کے لیے میں ہی جاؤں گا۔ غرض یہی فوج لے کر عبداللہ بن زبیر کو قتل کرنے مکہ گئے وہاں پہنچ کر بھائی کے پاس پیغام بھیجا

کہ آؤ میں تمھیں قید کر کے یزید کے پاس بھیج دوں۔ عبد اللہ بن زبیر نے بھی مکہ سے ایک فوج بھیجی کہ جا کر عمرو بن زبیر کو قتل کر دے۔ اس فوج نے عمرو بن زبیر کو شکست دی تو بڑے بھائی عبد اللہ بن زبیر نے اپنے حقیقی چھوٹے بھائی عمرو بن زبیر کو گرفتار کیا کہ اتنے کوڑے لگوائے کہ وہ کوڑے کھاتے کھاتے مر گئے اور عبد اللہ بن زبیر تماشا دیکھتے رہے۔ (تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ) غرض کسی بھائی کے ساتھ دینے یا ساتھ چھوڑنے سے حق و باطل کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ ہارون رشید کے دو بیٹے امین و مامون کا واقعہ بھی یاد کر لیجیے کہ امین نے مامون کو قتل کرنا چاہا تو دونوں بھائیوں میں مقابلہ ہوا۔ امین ہار گیا اور مامون کی فوج نے اس کو قتل کر کے مامون کی سلطنت مستحکم کر دی۔

کیا امام زین العابدینؑ یزید کے طرف دار رہے؟

عباسی صاحب! آپ نے لکھا ہے "واقعہ کربلا کے بعد حضرت حسینؑ کے صاحب زادے علی ابن الحسین معروف بہ زین العابدین ہمیشہ یزید کے طرفدار رہے" ہم کو آپ کی تحقیقات پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ آپ جو کچھ تحریر فرماتے ہیں اس کا کوئی نشان اس عنوان سے تو کسی کتاب میں ہم کو نہیں ملتا۔ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ حضرت زین العابدین یزید کے طرفدار رہے؟ ظاہر ہے کہ آپ اس وقت موجود نہیں تھے۔ کسی کتاب ہی میں دیکھا ہوگا براہ کرم مطلع فرمائیں وہ کون کتابیں ہیں۔ ہم کو تو معلوم ہوتا ہے حضرت کو ہمیشہ یزید کی طرف سے اذیت پہنچتی رہتی اور حضرت اس کے شر سے بچنے کے لیے ہمیشہ خدا سے دعائیں کرتے رہتے تھے۔ حضرت کی دعاؤں کا مجموعہ صحیفۂ کاملہ مشہور ہے۔ اس کی دعاؤں کو پڑھ جائیے کہ حضرت کبھی اپنے مخالفوں کے شر و فساد سے بچنے کی دعائیں پڑھتے رہے کبھی اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کے مظالم سے محفوظ رہنے کا سوال کرتے رہے کبھی اپنے دشمنوں کے حملوں سے حفاظت کی درخواست کرتے رہے۔ یزید کی زندگی تک حضرت کا دشمن اس کے سوا اور کون تھا؟ حضرت پر ظلم کرنے والا یزید کے سوا کون ہو سکتا تھا؟ غرض جتنی دعائیں دفع ہموم و کشف آلام وغیرہ کی ہیں سب کا اشارہ یزید ہی کی طرف ہے۔ حضرت کے بس میں اور تھا ہی کیا؟ خدا سے نمازوں میں اور تنہائی میں دعا فرماتے رہتے تھے کہ یزید ایسے ظالم، خوں خوار، دشمن خدا و رسول، مخالفِ اہلبیت اور سفاک مومنین کے شر و فسادات سے بچاتا رہے۔ اگر حضرت آپ کے یزید کے طرفدار ہوتے تو وظیفے لے کر دوسرے کام کرتے رہتے۔ ہر وقت خدا سے دعا کرنے کی کیا ضرورت رہتی؟ صحیفۂ کاملہ چھپی ہوئی بڑے بڑے شہروں میں ملتی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ پڑھ کر فرمائیے حضرت کن دشمنوں، ظالموں، مخالفوں، خوں خواروں اور سفاکوں سے بچتے رہنے کی اتنی دعائیں پڑھتے رہتے تھے؟ یزید جلد مر گیا۔ زیادہ دنوں زندہ رہتا تو ممکن ہے صحیفۂ کاملہ کی دعائیں بھی بہت زیادہ ہو جاتیں اور آج ہم لوگوں کو اس سے زیادہ قیمتی ذخیرۂ ادعیہ و اوراد کا مل جاتا۔

ہم فرض بھی کر لیں کہ حضرت امام حسینؑ کے کوئی بھائی عمر اطرف حضرت کے ساتھ نہیں گئے تو جو جملہ آپ نے ان کے متعلق لکھا ہے وہی جملہ اگر کوئی شخص حضرت رسولؐ کے متعلق بھی لکھے کہ حضرت رسول کے حقیقی دو

ابو لہب کے طرزِ عمل سے بھی ہوتا ہے جو اپنی زندگی بھر حضرت کو معاذ اللہ جھوٹا۔ اور کاہن سمجھتا رہا۔ اور ہمیشہ حضرت کی مخالفت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ قرآن مجید میں اس نے فرمایا "تبت یدا ابی لہب"۔ تو آپ کیا جواب دیں گے۔ ابو لہب ایسا سخت دشمنِ رسول تھا کہ جب آیۂ "انذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوا اور حضرت رسولؐ نے اپنے قرابت داروں کو سمجھانے کے واسطے بلایا تو ابو لہب نے جھنجھلا کر پتھر ہاتھ میں اٹھایا اور کوسنے لگا کہ تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور تمہارا ناس ہو جائے۔ تم نے اسی واسطے ہم کو بلایا ہے؟ آپ کے عالم جلیل شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی نے لکھا ہے "قریشیوں میں ابی لہب بھی تھا یہ شخص پیغمبر صاحب کا رشتہ کا تو چچا تھا لیکن دین اسلام کی وجہ سے پیغمبر صاحب کی جان کا لاگو ہو گیا تھا۔ اس نے بارہا پیغمبر صاحب کے مارنے بلکہ شہید کرنے کا فیصلہ کیا" (حمائل مترجم صفحہ ۹۵۹) اسی طرح دو حقیقی بھائیوں ہابیل و قابیل کو بھی یاد کریں کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا اسی طرح حضرت یوسف کے بھائیوں کا خیال بھی کیجیے۔ ابراہیم کے چچا آزر کو بھی نہ بھولیے کیا ان تمام مواقع میں آپ بھی فرمائیں گے کہ معاذ اللہ حضرت یوسف حضرت ابراہیم اور حضرت رسولؐ بھی باطل پر اور قابیل۔ برادرانِ یوسف اور ابو لہب حق پر تھے؟

مہربان! خوب یاد رکھیے جس طرح انبیاء و مرسلین حق کو قائم کرنے۔ باطل کو فنا کرنے۔ انسان کو انسانیت کے اوصاف سے متصف کرنے۔ دنیا سے شر و فساد کے مٹانے۔ امن و امان کے قائم کرنے اور سب کو ترقی و عروج کی صحیح راہیں بتانے کیلیے آتے رہے ہیں اسی طرح خدا نے حضرت امام حسین کو بھی ہادی و رہبر و پیشوائے عالم مقرر کیا تھا اور یہ لوگ ہدایت ہی کو اپنی زندگی کی غرض و غایت سمجھتے تھے اس کی کبھی پروا نہیں کی کہ ان کے چچا کیا کہتے ہیں اور ان کے بھائی کیا رائے رکھتے ہیں۔ ۶۰ھ میں یزید نے کمر باندھ لی تھی کہ دین اسلام کو بالکل مٹا کر پھر شرک کو رائج کرے۔ مذہب حق کو فنا کر کے پھر کفر کو پھیلائے۔ توحید کو ختم کر کے پھر بت پرستی کی اشاعت کرے۔ انسانیت کو ذبح کر کے پھر شیطنیت کو ترقی دے۔ اس وجہ سے امام حسین نے بھی اسلام کے بچانے کے لیے اپنے کو آمادہ کر دیا۔ جن لوگوں نے ساتھ نہیں دیا وہ شہادت کے اجر عظیم سے محروم رہے اور جنھوں نے ساتھ دیا آج تک ان کی قبروں پر نور کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ لاکھوں مومنین ہر سال ان کی قبروں کی زیارت کو جاتے ہیں اور کروڑوں مومنین ان پر ہر روز سلام کرتے اور اعلان کرتے ہیں اَلسَّلَامُ علیکم یا اولیاء اللہ و احبائہ اور خدا فرماتا ہے

ومن اراد الاخرۃ وسعی لها سعیها وهو مومن فاولئك كان سعيهم مشكورا۔ (پارہ ع ۱۲-)

کیا حضرت عباسؑ کی پوتی یزید کے پوتے سے بیاہی گئیں؟

آپ نے لکھا ہے "عباس بن علی کی پوتی یزید کے پوتے سے بیاہی گئیں" آپ نے حوالہ صرف جمہرۃ الانساب کا دیا ہے ہم کو تو یہ واقعہ اس میں ملا ہی نہیں جب آپ نے جمہرۃ الانساب کا نام لکھا تو یہ کیوں نہیں لکھا کہ اس کی فلاں جلد فلاں صفحہ میں ہے۔ آپ نے اس کے مصنف کا نام خود لکھ دیا ہے جو اندلس کا رہنے والا تھا

اندلس (دیکھیے) ملک اسپین کا مشہور شہر

ہوئے تھے۔ وہی بنو امیہ جن کے سردار ابو سفیان نے اسلام کے مٹانے میں کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی، وہی بنو امیہ جن کے سردار معاویہ نے جناب امیر کی شان میں منبروں پر گالیوں کی سنت جاری کی۔ وہی بنو امیہ جن کے بادشاہ یزید نے امام حسین کا خون بہایا۔ وہی بنو امیہ جن کا ایک ایک فرد خاندان رسالت کی بوٹیاں تک چبا جانے کی فکر میں رہا۔ وہی بنو امیہ جنھوں نے ہزاروں جھوٹی، بالکل غلط، محض اتہام وافترا وبہتان کی حدیثیں وضع کرا کے حضرت رسول کی طرف منسوب کر دیں۔ انھیں بنی امیہ کی سلطنت کے رہنے والے ابن حزم کی بات اہلبیت کی ذلت واہانت کے بیان میں کسی صاحب عقل کے نزدیک قابل قبول ہو سکتی ہے؟ اگر آپ کہیں کہ ہاں تو پھر حضرت عائشہ کے بارے میں جن لوگوں نے مشہور کر دیا .... ان کی بات کیوں نہیں مانتے؟ اور صفوان بن معطل ان کو رات کے وقت اپنے اونٹ پر بٹھا کر لے گیا تو رسول صلعم کے صحابہ نے کیا کہا؟ یہاں تو صرف ایک ابن حزم کا نام آپنے لیا لیکن حضرت عائشہ پر بہتان لگانے والے ایک نہیں بے حساب مسلمان تھے وہ بھی صحابہ کرام تھے۔ ان کی باتیں اس حد تک یقین کے قریب پہنچ گئی تھیں کہ حضرت رسول حضرت عائشہ سے کشیدہ رہنے لگے تھے ابن حزم نے تو بقول آپ کے یہ لکھا کہ حضرت عباس کی پوتی یزید کے پوتے سے بیاہی گئیں یہ نہیں لکھا کہ معاذ اللہ اس کے ساتھ پکڑی گئیں برخلاف اس کے حضرت عائشہ کو لوگوں نے صفوان بن معطل کے ساتھ متہم کر دیا۔ دونوں کا فرق آپ خود ملاحظہ فرمائیں۔ غرض یہ بیان بالکل خلاف امکان محض محال ہے۔

کیا یہ سب سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے جھگڑے تھے؟

عباسی صاحب آپنے لکھا ہے "یہ سب سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے جھگڑے تھے۔ اس پر ہم کو کہنے کی اجازت دیجیے کہ اتفاق سے یا خدا لگی کرنے سے آپ کے قلم سے بھی بالکل وہی بات نکل گئی جو یزید نے اپنی مشہور نظم میں لکھ دی تھی۔ وہ امام حسینؑ کے سر کو سامنے رکھے ہوئے دانتوں پر چھڑی سے مارتا اور یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا۔

لیت اشیاخی ببدر شھدوا	کاش آج میرے وہ بزرگ (کفار) جو
جزع الخزرج من وقع الاسل	جنگ بدر میں مارے گئے موجود ہوتے تو
لاھلوا واستھلوا فرحا	خوش ہو کر سب مجھ کو داد دیتے کہ میں
ثم قالوا یا یزید لا تشل	نے رسول کے خاندان سے کیسا اچھا بدلہ لیا
قد قتلنا القرن من ساداتھم	میں نے ان کے چنے ہوئے بزرگوں کو
وعدلنا قتل بدر فاعتدل	قتل کیا اور جنگ بدر کا عوض لیا تو عوض
لست من عتبة ان لم انتقم	خوب ہی پورا ہو گیا۔ اگر میں رسول خداؐ
من بنی احمد ما کان فعل	کی اولاد سے اسی قدر انتقام نہ لیتا تو
لعبت ھاشم بالملک فلا	عتبہ کے خاندان میں شمار ہونے کے لائق

(کتاب وسیلۃ النجاۃ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹۹ و مصباح النجاۃ الاتحاف مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰ - کتاب شہادۃ حسین صفحہ ۵۹ و تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۱۱ صفحہ ۳۵)

ملک گیری کے ڈھکوسلے تھے۔ ورنہ واقعہ تو یہ ہے کہ محمد کے پاس کبھی کوئی فرشتہ نہ آیا اور نہ کبھی کوئی وحی نازل ہوئی۔

(یعنی نہ خدا ہے جو وحی بھیجے اور نہ فرشتہ کوئی چیز ہے جو وحی لائے اور نہ محمد نبی یا رسول تھے جن پر خدا کوئی مذہب بھیجتا)، کیا آپ حضرت رسولؐ کے بارے میں بھی یہی کہنے کو تیار ہیں جو یزید نے کہا کہ "یہ سب سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے جھگڑے تھے"

اگر آپ اس کا بھی اعلان کر دیں تو پھر ہمارے آپکے درمیان سب باتیں ختم ہو جائیں اگر حضرت رسول خدا صلعم نبی نہیں تھے تو پھر کوئی بھی نہیں کہے گا کہ امام حسین حضرت کے تیسرے خلیفہ تھے اگر حضرت پر کبھی وحی نازل نہیں ہوئی تو امام حسینؑ کو دین اسلام بچانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ تو یزید کے عقائد کا حال تھا جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر امام حسین اس کی بیعت کر لیتے تو وہ سب مسلمانوں سے کہتا کہ اب تم لوگ اسلام چھوڑ دو۔ بت پرستی اختیار کر لو۔ کافر ہو جاؤ۔ ہمارے دادا ابوسفیان کا مذہب اختیار کر لو۔ اللہ و رسول کا نام لینا موقوف کر دو۔ مسجدوں کو ڈھا دو۔ اذان دینا بند کر دو۔ نمازیں ترک کر دو۔ شراب پیو۔ جوا کھیلو۔ اپنی سوتیلی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں، پھوپھیوں اور خالاؤں سے منھ کالا کیا کرو۔ اگر یہ نہیں کرو گے تو تم سب کو اسی طرح ذبح کر ڈالوں گا جس طرح مدینہ والوں کو قتل کرا ڈالا۔ اس کے ایسے اعمال کا ذکر پہلے کئی مرتبہ ہو چکا ہے اب اس کی ایک اور شیطانی حرکت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

یزید کی کوشش کہ حضرت رسولؐ کی بی بی حضرت عائشہ سے بھی اپنی شادی کرے

یزید ایسا بے شرم خلیفہ تھا جس نے رسولؐ کی معزز اور محترم بی بی حضرت عائشہ تک سے جو اُس کی دادی ہی کی ہم عمر رہی ہوں گی اور جو اس سے کم از کم ۳۶ سال بڑی تھیں اپنی شادی کی پوری کوشش کی اور چاہا کہ ان کو بھی اپنے نکاح میں لائے اور اپنی بی بی بنا کر رکھے۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ حضرت عائشہ اس کے باپ معاویہ تک پر حرام ہو چکی تھیں اور اب تو اتنی بوڑھی ہو گئی تھیں کہ کسی کو بھی اُن سے شادی کی خواہش نہیں ہو سکتی، کیونکہ یزید جب بالغ (۱۵ سال کا) ہوا اُس وقت حضرت عائشہ ۵۱ سال کی ہو گئی تھیں۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ۱۵ سال کا لڑکا ۵۱ سال کی بوڑھی عورت پر کس وجہ سے فریفتہ ہو سکتا ہے اس کے سوائے کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ خدا اور رسول دونوں کا دشمن تھا۔ خدا نے قرآن مجید میں مسلمانوں پر ازواج رسول سے نکاح کرنے کو حرام کر دیا تھا۔ اس نے اس حکم کو بھی مٹا کر حضرت رسول صلعم کی بوڑھی بی بی کو بھی نکاح میں لانے اور مسلمانوں پر تالیاں بجانے کا سامان کرنا چاہا۔ جس طرح اُس نے حضرت صلعم کے نواسے امام حسین کو قتل کر دیا۔ حضرت کے اہل بیت کو قیدی بنایا اور ان حضرات کو ہر طرح تباہ و برباد کر دیا۔ بالکل اسی طرح اس نے چاہا کہ حضرت رسولؐ کی دوسری حضرت عائشہ سے اپنی شادی ... حضرت رسولؐ کے نام کی ذلت

و رسوائی کرے۔ یزید سنہ ۲۶ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اس وجہ سے اُس نے شادی رچانے کی تمنا اپنے بالغ ہونے (یعنی سنہ ۴۲ھ) کے بعد ہی کی ہوگی۔ اگر آپ کو تعجب ہو تو ہم کتاب کی اصل عبارت ہی نقل کر دیتے ہیں۔ آپ کے بہت بڑے علامہ و پیشوا جناب مولوی شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے لکھا ہے:۔

در روضۃ الاحباب گفتہ است کہ گویند طلحہ بن عبداللہ گفت چوں پیغمبر از دنیا برود من عائشہ را بخواہم۔ پس نازل شد ایں آیہ لا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا۔ و در بعضے کتب گفتہ اند کہ یزید شقی طمع کرد در عائشہ صدیقہ پس خواندند برائے ایں آیۃ و ممنوع شد ازاں۔ (کتاب مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۵۴۸ سطر ۲ تا ۴۔ مطبوعہ مطبع ناصری دہلی در سنہ ۱۳۰۹ھ)

کتاب روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ لوگ بیان کرتے ہیں حضرت طلحہ بن عبداللہ کہتے تھے جب دنیا سے رسول اللہ چلے جائیں گے تو میں عائشہ سے شادی کرلوں گا۔ اس پر یہ آیت اُتری کہ رسول کے بعد انکی کسی زوجہ سے کبھی نکاح نہ کرنا اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ یزید شقی کو بھی حضرت عائشہ کا لالچ ہوا تھا کہ آپ سے اپنی شادی رچائے۔ اس وقت لوگوں نے یہی آیت پڑھی تو باز رہ گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ سے یزید کی شادی کرنے کا ارادہ مولوی شاہ عبدالحق صاحب محقق و محدث دہلوی نے کئی کتابوں میں دیکھا اور ان سب کو معتبر سمجھا اس وجہ سے اپنی نہایت مقبول اور معتبر کتاب میں بھی اس کو ذکر کیا۔ یہ واقعہ کہ یزید نے حضرت عائشہ سے اپنا نکاح کرنا چاہا کس زمانے کا ہے اس کا پتہ تو نہیں چلتا مگر تاریخ و سیر کی کتابوں سے واضح ہوتا ہے کہ جناب معظمہ کی وفات ۱۷ ماہ رمضان سنہ ۵۸ھ کی رات کو ہوئی۔ اس وقت یزید کے والد (معاویہ) صاحب بھی زندہ تھے۔ ان کی زندگی ہی میں یزید نے حضرت عائشہ سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا پھر باپ کے مرنے پر تو اس کو کسی کا بھی لحاظ نہیں رہا۔ سب مسلمانوں کو حکم دیا کہ اب بتوں کی پھر تعمیر کی جائے۔ لات۔ ہبل۔ عزیٰ بنائے جائیں اور ان کی پرستش کیجائے مگر حضرت امام حسینؑ نے اس کی بیعت سے انکار کر کے اس کی تمام تمنائیں مٹادیں۔ کفر و شرک کی اشاعت کے سب سامانوں میں آگ لگادی اور اسلام کو صرف زندہ ہی نہیں رکھا بلکہ خوب روشن کر دیا۔

رشتہ داریاں

عمادی صاحب! آپ نے لکھا ہے "لڑتے جھگڑتے بھی تھے۔ اور آپس میں رشتہ داریاں بھی کرتے تھے" کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بات تو آپ نے یزید کے دادا اور معاویہ کے پدر بزرگوار ابوسفیان ہی کی بیان کر دی جو زندگی بھر حضرت صلعم سے لڑتا بھی رہا اور اپنی بیٹی ام حبیبہ کی شادی بھی حضرت رسولؐ سے کر دی۔ جس طرح آپ نے لکھا ہے کہ "یہ سب سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے جھگڑے تھے۔ لڑتے جھگڑتے بھی تھے اور آپس میں رشتہ داریاں کرتے تھے۔ ان واقعات کو اسلام اس

بات کو اگر آج عیسائی، یہودی، مشرکین بھی حضرت رسولؐ کے بارے میں کہیں کہ "یہ سب سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے جھگڑے تھے۔ لڑتے جھگڑتے بھی تھے اور آپس میں رشتہ داریاں بھی کرتے تھے۔ ان واقعات کو صراطِ مستقیم دینِ حق اور ہدایت اس کی تعلیمات اور حق و صداقت کے لیے جہاد کرنے سے کوئی واسطہ اور تعلق بھی نہ تھا" اور ثبوت میں رسول اللہ صلعم کی اس شادی کو قرار دیں کہ حضرت صلعم ابوسفیان سے لڑتے جھگڑتے بھی تھے اور اس کی بیٹی ام حبیبہ سے شادی کر کے بیوی کا لطف بھی اٹھاتے تھے تو آپ کیا فرمائیں گے؟

عباسی صاحب! آپ کا کیا مطلب ہے؟ حضرت رسول کیا عرب والوں سے لڑتے اور ایران والوں سے رشتہ داریاں کرتے؟ یا ایشیا والوں سے لڑتے اور یورپ والوں سے رشتہ داریاں کرتے؟ حضرت تو عرب ہی میں پیدا ہوئے اور انھیں لوگوں کو گمراہ دیکھ کر ان کی ہدایت کرنی چاہی۔ دونوں باتیں تو لازم و ملزوم تھیں۔ حضرت عمر ہی کے حالات سے فیصلہ کیجیے۔ مولوی شبلی صاحب نے لکھا ہے۔ "حضرت عمر نے فیصلہ کیا کہ خود بانیٔ اسلام کا قصہ پاک کر دیں، تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رسول اللہؐ کی طرف چلے..... حضرت عمر نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ خود آگے بڑھے اور اُن کا دامن پکڑ کر فرمایا کیوں عمر! کس ارادہ سے آیا ہے؟ نبوت کی پُر رعب آواز نے اُن کو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کی کہ ایمان لانے کے لیے" (الفاروق صفحہ ۳۳) پھر لکھا ہے "اس سال (شعبان سنہ ۳ھ میں) حضرت عمر کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ رسول اللہ کے عقد میں آئیں" (الفاروق ص۴۸) حضرت کے قبل جس قدر انبیاء و مرسلین آئے وہ بھی اپنے قوم کی ہدایت کرتے تھے اپنے مخالفین سے لڑتے جھگڑتے بھی تھے اور ان سے رشتہ داریاں بھی کرتے تھے۔ اسی اصول پر اگر امام حسینؑ کے بعد بنی اُمیہ اور بنی ہاشم میں رشتہ داریاں بھی ہوتیں تو انبیاء و مرسلین گزشتہ کی پیروی میں ہوتی مگر آپ کوئی واقعہ ایسا نہیں بتا سکتے جس سے ان دونوں خاندانوں میں (حضرت رسولؐ کی وفات کے بعد) رشتہ داریاں کرنا ثابت ہو سکے۔ ابن حزم آپ ہی کے مذہب کا مصنف اور خاص بنی اُمیہ کی سلطنت کا ایجنٹ تھا اگر اس نے لکھا بھی تو آپ اس کو سند میں نہیں پیش کر سکتے۔ اگر ابن حزم شیعہ ہوتا۔ اگر وہ بنی ہاشم سے ہوتا۔ اگر وہ مدینہ کا رہنے والا ہوتا تو آپ کی بات مانی بھی جا سکتی تھی۔ ابن حزم کا لکھ دینا ویسا ہی ہے جیسا ایک پادری کا رسولؐ کے خلاف لکھنا۔ آپ کے شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی نے لکھا ہے "ایک پادری صاحب مذہبی مناظرے کے پیرائے میں حد اعتدال سے بڑھی ہوئی آزادی عمل میں لائے کہ اپنے رسالہ میں پیغمبر صاحب کی بی بیوں کے بارے میں بڑی زبان درازی کی جس سے جمہور مسلمین کی بڑی دل آزاری ہوئی" (امہات الامۃ ص۲) یہ اسی بیسویں صدی کا واقعہ ہے جب انڈیا میں برٹش گورنمنٹ کے عہد میں حضرت رسولؐ کے مخالف ایک پادری نے ایسی دل آزار باتیں لکھ کر شایع کر دی تو بنی اُمیہ کے خاص ملک اندلس

میں کئی سو برس پہلے جب وہاں بنو اُمیہ ہی کی حکومت تھی۔ ابن حزم خاندان بنی ہاشم کے خلاف جو غلط اعتراض افترا و بہتان کے خیالی پلاؤ پکایا کرتا تھا اس کو کون روکتا اور اس سے کون صاحب عقل استدلال کر سکتا ہے؟ جس طرح عیسائی ہمیشہ اسلام کے خلاف جو چاہتے ہیں کہتے رہتے ہیں اسی طرح بنی اُمیہ بھی بنی ہاشم کے خلاف جو چاہتے تھے کہتے رہتے تھے۔ انھیں بنی اُمیہ کے ایجنٹوں میں آپ کے ابن حزم صاحب بھی ہیں۔ ان کی عبارت کا حوالہ دینا ویسا ہی ہے جیسا پادری صاحب کی کتاب امہات المومنین کا حوالہ دے کر حضرت رسول اور آل رسول کی شان میں بے ادبی کرنا بلکہ گالیاں دینا۔

شہادت حسینؑ کے متعلق کتابیں

عباسی صاحب! آپ نے لکھا ہے "غرض اس کتاب کی طباعت اور اشاعت تاریخ اسلام کی کوئی خدمت نہیں ہے"۔ مہربان! کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ اس کتاب کے قبل جو کتابیں حضرت امام حسین علیہ السلام کی مظلومی اور شہادت کے متعلق آپ کے بے حساب علماء پیشوایان دین نے لکھیں ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ان سب کی طباعت اور اشاعت "تاریخ اسلام کے شاندار کارنامے" ہیں یا نہیں۔ ہم سب کو تو بیان نہیں کر سکتے۔ صرف چند کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) زمانہ حال میں آپ کے بہت بڑے پیشوا جناب مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب ساکن پھلواری ضلع پٹنہ کی تین کتابیں بڑی معرفت۔ بڑی تحقیق اور کمال درجۂ ایمانی حقائق سے بھری ہوئی شائع ہوئی ہیں (الف) رسالہ گریہ و بکا (ب) غم حسین (ج) شہادۃ حسین۔

(۲) جناب مولوی حیدر علی صاحب لکھنوی کی نہایت قابل قدر کتاب بصارۃ العین اور ازالۃ الغین جس میں ثابت کیا ہے کہ یزید کسی طرح بیعت کے قابل نہیں تھا۔ امام حسینؑ نے اس کی بیعت سے انکار اور شہادۃ قبول کر کے اسلام کو دفن ہونے سے بچا لیا۔

(۳) جناب مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کی کتاب مجموعہ فتاوی جس میں بھی مذکورہ بالا موضوع ہی کے بارے میں نہایت تحقیقی فتوے دے کر ثابت کیا ہے کہ یزید کافر تھا اس کی بیعت کسی کو جائز نہیں تھی۔

(۴) جناب نواب مولوی صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی کی کتاب "حجج الکرامۃ" میں بھی یہی بحث ہے۔

(۵) جناب مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی مصنف تحفہ اثنا عشریہ کی کتابیں (الف) فتاوی عزیزی (ب) تفسیر فتح العزیز اور (ج) سر الشہادتین۔

(۶) جناب مولوی حسن الزماں خاں صاحب حیدرآبادی کی کتاب ماتم الثقلین فی شہادۃ المولیٰ علی الحسین۔

(۷) جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدرآبادی کتاب انوار اللغۃ وغیرہ۔

(۸) جناب شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی جنھوں نے لکھا ہے "اور حسینؓ جو معرکہ کربلا میں شہید ہوئے (امہات الامۃ ص ۵) اگر امام حسین حق پر اور یزید ظالم نہیں ہوتا تو موصوف امام مظلوم کو شہید

کسی قاعدے سے نہیں لکھتے۔ جو حق پر قتل کیا جاتا ہے اسی کو شہید کہتے ہیں۔ پھر لکھا ہے "علیؓ کے نام کے ساتھ ہمارا ذہن فاطمہؓ کی طرف منتقل ہوتا ہے اور فاطمہؓ کے خیال کے ساتھ یہ بات بھی خواہی نہ خواہی خیال میں آتی ہے کہ پیغمبر صاحب کے انتقال سے اُس وقت کے ہر ایک مسلمان کو کیا مرد، کیا عورت، کیا اپنے، کیا پرائے، کیا مہاجرین، کیا انصار سبھی کو قلق ہوا ہوگا۔ مگر قلق قلق میں فرق تھا۔ بڑا قلق فاطمہؓ کا تھا کہ ان کے حق میں گویا مصیبت کا آسمان ٹوٹ پڑا تھا۔ انھوں نے باپ کے مرنے کا اتنا رنج کیا اور کڑھیں کہ چھ مہینہ کے اندر ہی اندر گھل گھل کر مر گئیں اور جتنے دن جیں ہنسنا تو در کنار مسکرائیں تک نہیں۔ ہم کو جب فاطمہ الزہراؓ کا خیال آتا ہے تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ علیؓ کو خلافت مل جاتی تو غم زدہ فاطمہؓ کی کچھ تو دل جوئی ہو جاتی۔ یہ خیال اور بھی زیادہ تکلیف دیتا ہے جب دیکھا جاتا ہے کہ پہلے انتخاب میں علیؓ کی ناکامی نے پیغمبر صاحب کی نسل کی اسلامی وقعت کو کم کرتے کرتے آخر کو بالکل زائل کر دیا۔ اب جو کچھ بھی اسلامی وقعت پیغمبر صاحب کی نسل کی رہ گئی ہے وہ یہی ہے کہ درود میں آل محمدؐ کا نام برائے نام ابھی تک باقی چلا جاتا ہے۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص قوم کو کسی طرح کا فائدہ پہنچاتا ہے تو لوگ اس کی نسلوں تک کا احسان مانتے ہیں۔ ایک پیغمبر صاحب تھے کہ جھگڑالوں، اکھڑوں کو بادشاہ، بدمعاشوں کو بھلا مانس، بُت پرستوں کو خدا پرست، نالائقوں کو لائق، وحشیوں کو مہذب، جانوروں کو انسان بنا گئے۔ ان کے ان تمام احسانات کا بدلہ اُن ہی کی اُمت نے اُن کے نواسوں، نواسیوں، بہو، بیٹیوں کو جو دیا اور جیسا دیا اس کا رونا آج تک اسلامی دنیا میں رویا جا رہا ہے اور قیامت تک رویا جائے گا ؎

اترجوا امة قتلت حسينًا شفاعة جده يوم الحساب
فلا والله ليس لهم شفيع وهم يوم القيامة فى العذاب

جس اُمت نے حسین کو قتل کیا کیا وہ اس بات کی اُمید رکھتی ہے کہ قیامت کے روز ان کے نانا کی شفاعت اسے نصیب ہوگی؟ قسم خدا کی اُس روز اُن کا کوئی سفارشی نہ ہوگا۔ اور وہ قیامت کے دن مبتلائے عذاب ہوں گے۔

پیغمبر صاحب کی نسل کے ساتھ ان کی اُمت کا برتاؤ جو کچھ بھی اور جیسا کچھ بھی ہوا نامناسب ہوا۔ بے جا ہوا" (کتاب امہات الامۃ مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۰) سنہ ۶۱ ہجری میں حسین بن علی موضع کربلا میں شہید ہو گئے ...... سلمیٰ سے روایت ہے کہ میں ایک روز بی بی اُم سلمہ کے پاس گئی دیکھتی ہوں کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا تو لگیں کہنے میں نے ابھی جناب پیغمبر خدا کو خواب میں دیکھا اور اس وحشت ناک حالت میں دیکھا کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی مبارک کے تمام بال خاک آلود ہو رہے ہیں۔ فرمایا ام سلمہ! میں ابھی ابھی مقتل حسین میں گیا تھا اور وہیں سے آ رہا ہوں۔ سلمیٰ کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے چند روز بعد میں نے سُنا کہ قتل حسینؓ کی خبر دینے کے

کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ نسلِ پیغمبر کو آخر کار برباد کر چھوڑا۔ آدمی تھے چلتے ہوئے، عمرؓ نے ان کو عراق اور شام کا عامل کر دیا تھا۔ قتلِ عثمان کے بعد مدینے میں علیؓ کی خلافت پر بیعت ہوئی۔ انھوں نے اس حیلے سے تخلف کیا کہ پہلے قاتلین عثمان سے قصاص لیا جائے اور ان کو گمان یہ تھا کہ علیؓ نے عثمان کو قتل کر دیا ہے۔ غرض علیؓ کی بیعت معاویہ اور ان کے علاقے والوں کے تخلف کی وجہ سے ناکام رہی۔ علیؓ اور معاویہ کی نزاع کا انجام یہ ہوا کہ مقام صفین میں دونوں کے لشکر صف آرا ہوئے اور طرفین کے تیس ہزار آدمی مارے گئے اور آخر کار ابو موسیٰ اشعری علی کی طرف سے اور عمرو بن العاص معاویہ کی طرف سے حکم قرار پائے کہ جس کو خلیفہ قرار دیں وہی خلیفہ ہو۔ عمرو بن العاص معاویہ کا وزیر تھا اور وہ بھی معاویہ کی طرح بڑے جوڑ توڑ کا آدمی تھا۔

ع وزیرے چنیں شہریارے چناں

اس نے ابو موسیٰ کو دھوکا دے کر اپنے تئیں حکمِ مستقل بنایا اور علیؓ کو خلافت سے معزول کر دیا۔ علیؓ اور کوفیوں نے جو علیؓ کے مددگار تھے عمرو بن العاص کے فیصلے کو نہ مانا اور خلافت بدستور دو عملی میں رہی۔ کوفیوں کے خلیفہ علیؓ اور عراقیوں اور شامیوں کے معاویہ۔ یہاں تک کہ علیؓ عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور ادھوری اور متنازع فیہ خلافت کے لیے کوفیوں نے حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آخر حسنؓ نے خلافت کے دردِ سر کو اپنی اور عامۂ مسلمین کی عافیت میں خلل انداز سمجھ کر یہ بلا ئے بد معاویہ کے سر ماری۔ پھر بھی معاویہ کو نسل اہلبیت کی طرف سے کھٹکا لگا رہا اور اس نے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لینی شروع کی۔ حسینؑ نے انکار کیا دونوں میں لڑائی ٹھنی۔ اس لڑائی کا جو کچھ انجام ہوا آج تک مسلمان اس کو روتے پیٹتے ہیں اور اس کے سوائے وہ کر بھی کیا سکتے ہیں؟

نہ ماند ستمگار بد روزگار | بماند بر و لعنتِ پائدار
نہ داشت ستمگر کہ گفت | بر ما کرد بر گردن او بماند و برما بگذشت

(امہات الامۃ صفحہ ۱۳۱)

(۹) جناب شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی ممدوح نے اس واقعہ کے متعلق ایک بہت بڑی ضخیم کتاب موازنۂ انیس و دبیر لکھ کر اپنی محبت اہلبیت کا پورا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔

(۱۰) جناب مولوی ابوالکلام آزاد صاحب (موجودہ وزیر تعلیم حکومت ہند) نے اپنی مختلف کتابوں اور بے حساب مضامین میں بنی امیہ کی فرعونیت، و شیطنیت اور بنو ہاشم خاص کر امام حسینؑ کی مظلومیت و معصومیت کے جھنڈے گاڑ دیے ہیں۔ انڈیا سے باہر کے علمائے اہل سنت تو ہزاروں ہیں ان کے نام کہاں تک شائع کیے جائیں۔ مضمون طول ہو گیا اس وجہ سے دو تین کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔

کربلا میں حضرت رسولؐ و حضرت ابراہیمؑ کا نماز پڑھنا روز قیامت تک ۷۰ ہزار فرشتوں کا روتے پیٹتے رہنا

حضرات اہل سنت کے پیران پیر غوث اعظم جناب شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب

نے (جن کا مزار بغداد میں بہت مشہور و معروف ہے) اپنی کتاب میں لکھا ہے :-

روی عن حمزۃ بن الزیات قال رایت النبی وابراھیم الخلیل علیہ السلام فی المنام یصلیان علی قبر الحسین بن علی۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۹۰)

حمزہ بن زیات بیان کرتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا حضرت رسولؐ خدا اور حضرت ابراہیم پیغمبر دونوں بزرگ امام حسینؑ کی قبر مبارک پر نماز پڑھتے ہیں۔

فرمائیے اگر امام حسینؑ نے اپنی شہادت قبول کر کے اسلام کو نہیں بچالیا تو خدا نے امام حسینؑ کو یہ معراج کیوں عطا فرمادی کہ حضرت کی قبر پر حضرت رسولؐ اور حضرت ابراہیم نماز پڑھتے ہیں اور سنئے

ھبط علی قبر الحسین بن علیؑ یوم اصیب سبعون الف ملک یبکون علیہ الی یوم القیمۃ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۹۰)

جس روز امام حسینؑ شہید کیے گئے اسی روز اس جگہ ستر ہزار فرشتے خدا کی طرف سے بھیجے گئے جن کا کام یہ قرار دیا گیا کہ حضرت کی قبر مبارک پر قیامت تک روتے رہیں

فرمائیے اگر خدا ہی نے امام حسینؑ کو شہید ہو کر اسلام کے زندہ رکھ لینے کا حکم نہیں دیا تو ستر ہزار فرشتوں کو کیوں مقرر کر دیا کہ قیامت تک حضرت کی قبر مبارک پر روتے رہیں؟

معاویہ اور یزید کے بارے میں ایک بڑے خلیفہ اہل سنت کا فرمان

خلیفہ معتضد باللہ نے جو ۲۷۹ ہجری سے ۲۸۹ہجری تک خلیفہ رہا ۲۸۴ھ میں ایک عام فرمان لکھا جس میں تمام بنو امیہ کے عموماً اور معاویہ و یزید کے خصوصاً معائب و رذائل بھر دیے ہیں۔ صرف چند جملے ملاحظہ ہوں "بنی امیہ شجرہ ملعونہ ہیں۔ یہ لوگ قرآن میں بھی ملعون کہے گئے اور حضرت رسول کی زبان پر بھی ملعون بنائے گئے۔ کیونکہ ان کا نفاق اور کفر پہلے ہی سے خدا کو معلوم تھا۔ جہاں تک ہو سکا ان لوگوں نے اسلام کو مٹانا چاہا...... معاویہ کے بارے میں حضرت رسولؐ نے فرمایا یقیناً معاویہ آگ کے ایک تابوت میں ڈال کر جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں جھونک دیا جائے گا..... اس نے دین کو دنیا پر قربان کر دیا اور بندگان خدا کو یزید کی بیعت کی طرف بلایا۔ حالانکہ وہ یزید کی شراب خواری، فسق و فجور اور الحاد و کفر کے واقعات سے خوب واقف تھا جب اسلام کی بادشاہت یزید کو مل گئی تو وہ مسلمانوں سے مشرکین کا بدلہ لینے پر آمادہ ہو گیا اور ان کی دشمنی کا جو ارادہ اسکے دل میں تھا وہ سب پورا کرنے لگا اسی وجہ سے حرہ والوں پر ایسا شرمناک ظلم کیا جس کا مثل اسلام میں نہیں ہوا اس کے دل میں اسلام سے انتقام لینے کا جو جوش تھا اس کو پورا کر لیا تو اپنے کفر کا اعلان اور اپنے شرک کا اظہار ان اشعار میں کرنے لگا ؂

لیت اشیاخی ببدر شھدوا
جزع الخزرج من وقع الاسل

یعنی کاش میرے وہ بزرگ جو غزوۂ بدر میں مارے گئے اگر (ان اشعار کا ترجمہ اوپر لکھا

قد قتلنا القوم فی ساداتکم — وعدلنا میل بدر فاعتدل

فاهلوا واستهلوا فرحا — ثم قالوا یا یزید لا تشل

لست من خندف ان لم انتقم — من بنی احمد ما کان فعل

لعبت هاشم بالملک فلا — خبر جاء ولا وحی نزل

یہ اشعار خود کہہ رہے ہیں کہ یزید دین اسلام سے خارج بلکہ اس کا دشمن تھا اور یہ کہ یہ ایسے شخص کا کلام ہے جو نہ اللہ ہی کو مانتا تھا نہ اس کے دین کو نہ اُس کی کتاب کو نہ اس کے رسولؐ کو۔ نہ اللہ پر ایمان رکھتا تھا اور نہ اُن چیزوں پر جو اُس کے ہاں سے نازل ہوئی تھی (اُسی فرمان میں ہے) اور پھر سب سے زیادہ اسلام سوز اور دین کش ظلم اس نے یہ کیا کہ حضرت رسولؐ کے فرزند امام حسینؑ کو شہید کر دیا حالانکہ حضرت رسولؐ نے اعلان کر دیا تھا کہ حسنؑ و حسینؑ دونوں جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں۔ یہ سب اُس (یزید) نے اس وجہ سے کیا تھا کہ خود خدا ہی کا مقابلہ کرنے پہ آمادہ ہو گیا اور اللہ ہی سے لڑنے کی جرأت اس میں پیدا ہوئی تھی۔ اور اُس نے دین اسلام سے علیحدہ رہ کر کفر ہی کو اختیار کر رکھا تھا اور حضرت رسولؐ اور آپ کے خاندان کی حرمت زائل و برباد کر ڈالنے پر تُلا ہوا تھا۔ وہ اس اطمینان کے ساتھ ان لوگوں (حضرات اہلبیت اور شہدائے کربلا) کے ساتھ لڑا کہ معلوم ہوتا تھا وہ کسی مسلمان کو نہیں بلکہ ترک و دیلم کے کافروں کو قتل کر رہا ہے کہ نہ تو ذرا برابر وہ خدا کی سزا سے ڈرتا تھا اور نہ کچھ اللہ کی طرف سطوت و جبروت کی پروا کرتا تھا" خلیفہ معتضد باللہ کے اس فرمان کا ذکر کل معتبر مورخین اہل سنت نے کیا ہے جیسے علامہ ابن الوردی نے اپنی تاریخ مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۲۴۴ میں، علامہ ابن اثیر جزری نے تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۷ صفحہ ۱۶۰ میں۔ علامہ دیار بکری نے تاریخ خمیس مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۳۸۴ میں۔ علامہ ابوالفدا نے اپنی تاریخ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۵ میں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۵۴ میں اور علامہ طبری نے اپنی تاریخ مطبوعہ مصر وغیرہ میں۔

خود یزید کے بیٹے کا خطبہ

عباسی صاحب! اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ خود یزید کے بیٹے معویہ کے خطبہ کا ترجمہ بھی درج کر دیا جائے۔ اس سے نہایت مفید تاریخی راز منکشف ہوتے ہیں۔ سنہ ۶۴ھ میں یزید مر گیا تو اس کا بیٹا معاویہ خلیفہ بنایا گیا (واضح رہے کہ یزید کے باپ کا نام بھی معاویہ تھا اور اس کے بیٹے کا نام بھی معاویہ ہی تھا) اس معاویہ نے جو یزید کا بیٹا تھا ۴۰ روز اور بعض قول کے مطابق ۵ ماہ خلافت کی۔ اس کے بعد خود اپنے کو خلافت سے الگ کر لیا اس طرح کہ "ایک روز منبر پر چڑھ کر دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ پھر کہا "لوگو! مجھے تم لوگوں پر حکومت کرنے کی خواہش نہیں ہے کیونکہ میں تم لوگوں کی جس بات (کم راہی اور بے ایمانی) کو ناپسند کرتا ہوں وہ معمولی درجہ کی نہیں بلکہ بہت بڑی ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم لوگ بھی مجھ کو ناپسند کرتے ہو اس لیے کہ میں تم لوگوں کی خلافت جیسے بڑے عذاب میں گرفتار ہوں اور تم لوگ بھی میری حکومت کے

سبب گم راہی کی سخت مصیبت میں پڑے ہو۔ سُن لو کہ میرے دادا معاویہ نے اس خلافت کے لیے اس بزرگ (حضرت علیؓ) سے جنگ و جدال کی جو اس خلافت کے لیے اس سے کہیں زیادہ سزاوار اور مستحق تھے اور وہ حضرت علیؓ اس خلافت کے لیے صرف معاویہ ہی سے نہیں بلکہ دوسرے سب صحابہ سے بھی افضل تھے۔ اس سبب سے کہ حضرت علی کو حضرت رسولؐ خدا صلعم سے قرابت قریبہ حاصل تھی۔ حضرت کے فضائل بہت تھے۔ خدا کے ہاں حضرت کو سب سے زیادہ تقرب حاصل تھا۔ حضرت تمام صحابۂ مہاجرین سے زیادہ عظیم القدر، سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ صاحب علم، سب سے پہلے ایمان لانے والے، سب سے اعلیٰ اور اشرف درجہ رکھنے والے اور سب سے پہلے حضرت رسولؐ خدا صلعم کی صحبت کا فخر حاصل کرنے والے تھے۔ علاوہ ان فضائل و مناقب کے حضرت علی جناب رسالت مآب صلعم کے چچا زاد بھائی، حضرت کے داماد اور حضرت کے وہ دینی بھائی تھے جن سے حضرت نے کئی مرتبہ مواخاۃ فرمائی تھی۔ حضرت علی کا یہ درجہ تھا کہ حضرت رسول خدا صلعم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کی شادی آپ ہی سے کی کہ حضرت صلعم نے آپ ہی کو اپنے پسند سے ان کا شوہر کیا اور اپنی بیٹی فاطمہ کو اپنی پسند سے آپ کی بیوی بنائی۔ حضرت رسول خدا صلعم کے دونوں نواسے حسن و حسین جو جوانانِ اہل بہشت کے سردار اور اس اُمت میں سب سے افضل اور پروردۂ رسولؐ اور فاطمہ بتول کے دولال یعنی پاک و پاکیزہ درخت رسالت کے پھول تھے۔ ان کے پدر بزرگوار حضرت علی ہی تھے۔ ایسے بزرگ سے میرا دادا معاویہ جس طرح سرکشی پر آمادہ ہوا اس کو تم لوگ خوب جانتے ہو اور میرے دادا کی وجہ سے تم لوگ جس گم راہی میں پڑے اس سے بھی تم لوگ بے خبر نہیں ہو۔ یہاں تک کہ میرے دادا کو اس کے ارادے میں کامیابی ہوئی اور اس کی دنیا کے سب کام بن گئے۔ مگر جب اس کی اجل معلوم پہنچ گئی اور موت کے پنجوں نے اس کو اپنے شکنجے میں کس لیا تو وہ اپنے اعمال میں اس طرح گرفتار ہو کر رہ گیا کہ اپنی قبر میں اکیلا پڑا ہے۔ اور جو جو ظلم کر چکا تھا ان سب کو اب اپنے سامنے پاتا اور جو جو شیطانی و فرعونی حرکتیں اُس نے اختیار کر رکھی تھیں۔ ان سب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ پھر یہ خلافت میرے باپ یزید کے سپرد ہوئی تو جس گمراہی میں میرا دادا تھا اسی ضلالت میں پڑ کر میرا باپ بھی خلیفہ بن بیٹھا اور تم لوگوں کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حالاں کہ میرا باپ یزید بھی اپنی اسلام کش باتوں، دین سوز حرکتوں اور اپنی روسیاہیوں کی وجہ سے کسی طرح اس کا اہل نہیں تھا کہ رسول خدا صلعم کی امت کا خلیفہ اور ان کا سردار بن سکے۔ مگر وہ اپنی نفس پرستی کی وجہ سے اس گمراہی پر آمادہ ہو گیا اور اپنے غلط کاموں کو اچھا سمجھنے لگا جس کے بعد اُس نے دنیا میں جو جو اندھیر کیا اُس سے زمانہ واقف ہے اللہ سے مقابلہ اور سرکشی کرنے تک پر مستعد رہا اور حضرت رسول خدا صلعم سے اتنی بغاوت کی کہ حضرت کی اولاد کا خون بہانے پر کمر باندھ لی مگر اس کی مدت کم رہی اور اس کا ظلم ختم ہو گیا۔ اب وہ اپنے اعمال کے مزے چکھ رہا ہے اور قبر، اپنے گڑھے سے لپٹا ہوا اور اپنے گناہوں کی بلاؤں میں پھنسا ہوا پڑا ہے۔ البتہ اس کی سفاکیوں کے نتیجے جاری اور اس کی خوں ریزیوں کی علامتیں باقی ہیں اب وہ بھی وہاں پہنچ گیا جہاں کے لیے

اپنے کرتوتوں کا ذخیرہ مہیا کیا تھا اور اپنے کیے پہ نادم ہو رہا ہے مگر کب؟ جب کسی ندامت کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور وہ اس عذاب میں پڑ گیا کہ ہم لوگ اس کی موت بھول گئے اور اُس کی جُدائی پہ ہمیں افسوس نہیں ہوتا بلکہ اس کا غم ہے کہ اب وہ کس آفت میں گرفتار ہے۔ ہائے کاش معلوم ہو جاتا کہ وہاں اُس نے اپنے ظلموں کا کیا عذر تراشا اور پھر اُس سے کیا کہا گیا۔ کیا وہ اپنے گناہوں کے عذاب میں ڈال دیا گیا اور اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہے؟ میرا گمان تو یہی ہے اُس کے بعد گریہ اُس کے گلوگیر ہو گیا اور وہ دیر تک روتا اور زور زور سے چنختا رہا۔ پھر بولا اب میں اپنے ظالم خاندان (بنی اُمیّہ) کا تیسرا خلیفہ بنایا گیا۔ حالانکہ جو لوگ مجھ پر (میرے دادا اور باپ کے ظلموں کی وجہ سے) غضب ناک ہیں اُن کی تعداد اُن لوگوں سے کہیں زیادہ ہے جو مجھ سے راضی ہیں (یعنی بنو اُمیّہ کے مخالف زیادہ اور موافق کم ہیں) بھائیو! میں تم لوگوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا اور خدا وہ دن بھی مجھے نہ دکھائے کہ میں تمھاری گمراہیوں کا طوق پہنے ہوئے اور تمھاری برائیوں کے بار سے لدا ہوا اس کے دربار میں پہنچوں۔ اب تم لوگوں کو اپنی حکومت کے بارے میں اختیار ہے اسے مجھ سے لے لو اور جسے پسند کرو اپنا بادشاہ بنا لو کہ میں نے تم لوگوں کی گردنوں پر سے اپنی بیعت اٹھا لی۔

والسّلام"

جس منبر پر معاویہ بن یزید یہ خطبہ بیان کرتا تھا اس کے نیچے مروان بن حکم بھی موجود تھا۔ خطبہ ختم ہونے پر وہ بولا کیوں ابو لیلیٰ! (یہ ابو لیلیٰ معاویہ بن یزید کی کنیت تھی) کیا حضرت عمرؓ کی سنت جاری کرنے کا ارادہ ہے (کہ جس طرح انھوں نے اپنے بعد خلافت کو شوریٰ کے حوالہ کر دیا تھا۔ تم بھی اسے شوریٰ کے سپرد کرتے ہو) اس پر معاویہ بولا۔ آپ میرے پاس سے تشریف لے جائیں۔ کیا آپ مجھے بھی میرے دین میں دھوکا دینا چاہتے ہیں؟ خدا کی قسم میں نے تم لوگوں کی خلافت کا کوئی مزہ نہیں پایا البتہ اس کی تلخیاں برابر چکھ رہا ہوں (عمرؓ کے شوریٰ کی جو مثال تم نے ذکر کی تو) جیسے لوگ عمرؓ کے زمانہ میں تھے ویسے ہی لوگوں کو میرے پاس بھی لاؤ۔ علاوہ بریں جس تاریخ سے کہ انھوں (عمرؓ) نے اس خلافت کو شوریٰ کے سپرد کیا اور جس بزرگ (حضرت علیؓ) کی عدالت میں کسی قسم کا شک و شبہہ کسی کو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اُن کو اس سے ہٹا دیا اس وقت سے وہ (حضرت عمرؓ) بھی ایسا کرنے کی وجہ سے کیا انصاف ور سمجھے گئے؟ خدا کی قسم اگر خلافت کسی نفع کی چیز ہے تو میرے باپ نے اس سے نقصان ہی نقصان اٹھایا اور گناہ ہی کا ذخیرہ مہیا کیا۔ اور اگر خلافت کوئی بری اور وبال کی چیز ہے تو میرے باپ کو اس سے جس قدر برائی حاصل ہوئی وہی کافی ہے۔"

یہ کہہ کر معاویہ منبر پر سے اُتر آیا۔ پھر اُس کی ماں اور دوسرے رشتہ دار اُس کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے۔ اس کی ماں نے کہا کاش تو حیض ہی میں ختم ہو گیا ہوتا اور میں نے تیرے پیدا ہونے کی خبر بھی نہیں سُنی ہوتی۔ معاویہ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم میری بھی یہی تمنا ہے۔ پھر کہا اگر میرے رب نے مجھ پر رحم نہیں کیا تو میری نجات کسی طرح نہیں ہو سکتی

اس کے بعد بنی اُمیّہ اُس کے اُستاد عمر مقصوص سے کہنے لگے کہ تو ہی نے معاویہ کو یہ باتیں سکھائی ہیں اور اس کو خلافت سے الگ کیا اور علی اور اُن کی اولاد کی محبّت اس کے دل میں راسخ کردی ہے غرض اس نے ہم لوگوں کے جو عیوب و مظالم بیان کیے ان سب کا باعث تو ہی ہے۔ اور تو ہی نے ان بدعتوں کو اس کی نظر میں پسندیدہ قرار دیدیا ہے جس پر اُس نے یہ خطبہ بیان کیا اور کہا جو کچھ کہا۔ مگر مقصوص نے جواب دیا کہ خدا کی قسم مجھ کو اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ معاویہ بن یزید بچپن ہی سے حضرت علی کی محبت پر پیدا ہوا ہے لیکن اُن لوگوں نے اس بے چارے کا کوئی عذر نہیں سُنا اور قبر کھود کر اُس کو زندہ دفن کردیا (کتاب تحریر الشہادتین ص۱۰۳ و صواعق محرقہ ص۱۳۴ و حیوۃ الحیوان جلد ا ص۵۵ و تاریخ خمیس جلد ۲ ص۳۲۱ وغیرہ)

بروایت حبب السیر معاویہ بن یزید نے یہ بھی کہا کہ مجھے یہ خلافت جائز نہیں ہے۔ مجھے واجب ہے کہ تمھیں بتا دوں کہ علی ابن الحسین امام زین العابدین مجھ سے اس کے بہت زیادہ مستحق ہیں کیونکہ کوئی ان میں کسی طرح کا عیب نہیں نکال سکتا۔ اگر چاہو ان کو خلیفہ بنا لو۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ وہ قبول نہیں کریں گے

ڈاکٹر اقبال کا مرثیہ

پنجاب کے مشہور اور بڑے ہر دل عزیز شاعر ڈاکٹر اقبال کی نظم بھی پڑھ لیجیے جس سے واضح ہو جائے کہ یزید کیا تھا اور امام حسین ع کیا تھے ؎

عشق را آرام جاں حریت است — ناقہ اش را ساربان حریت است
آں شنیدہ ہستی کہ ہنگام نبرد — عشق با عقل ہوس پرور چہ کرد
آں امام عاشقاں پور بتول — سرو آزادے ز بستان رسول
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر — معنی ذبح عظیم آمد پسر
بہر آں شہزادۂ خیر الملل — دوش ختم المرسلیں نعم الجمل
سرخ رو عشق غیور از خون او — شوخی ایں مصرع از مضمون او
درمیان امت آں کیواں جناب — ہمچو حرف قل ہو اللہ در کتاب
موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید — ایں دو قوت از حیات آمد پدید
زندہ حق از قوت شبیری است — باطل آخر داغ حسرت میری است
چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت — حریت را زہر اندر کام ریخت
خواست آں سر جلوۂ خیر الامم — چوں سحاب قبلہ باراں در قدم
بر زمین کربلا بارید و رفت — لالہ در ویرانہا کارید و رفت

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است | پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است
مدعایش سلطنت بودے اگر | خود نکردے با چنیں ساماں سفر
دشمناں چوں ریگ صحرا لا تعد | دوستان او بہ یزداں ہم عدد
سرّ ابراہیم و اسمٰعیل بود | یعنی آں اجمال را تفصیل بود
عزم او چوں کوہساراں استوار | پایدار و تند سیر و کامگار
تیغ بہر عزت دیں است و بس | مقصد او حفظ آئین است و بس
ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست | پیش فرعونے سرش افگندہ نیست
خون او تفسیر ایں اسرار کرد | ملت خوابیدہ را بیدار کرد
تیغ لا چوں از میاں بیروں کشید | از رگ ارباب باطل خوں کشید
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت | سطر عنوان نجات ما نوشت
رمز قرآں از حسین آموختیم | ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم
شوکت شام و فر بغداد رفت | سطوت غرناطہ ہم از یاد رفت
تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز | تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز
اے صبا اے پیک دور افتادگاں | اشک ما بر خاک پاک او رساں

(مثنوی اسرار بیخودی و رموز صفحہ ۱۲۶)

ڈاکٹر اقبال کا مرثیہ کس نظریہ کے ماتحت ہے؟

عباسی صاحب! آپ نے شروع مضمون میں شکایت کی ہے کہ "مولف نے ایک خاص فرقہ کے نظریہ کو پیش نظر رکھ کر اس تالیف کو مرتب کیا ہے" اب کیا آپ ذرا زحمت فرما کر ہم کو اس سے بھی مطلع کر دیں گے کہ ڈاکٹر اقبال صاحب نے کس فرقہ کے نظریہ کو پیش رکھ کر اس مرثیہ کو لکھا ہے؟ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اس مرثیہ کا ایک ایک مصرع خدا کی طرف سے الہام ہوا ہے۔ گویا الٰہی نظریہ کو پیش رکھ کر یہ مرثیہ نظم کیا ہے۔

جناب شیخ جیلانی اور خواجہ اجمیری کا نظریہ

ساتھ ہی ہم یہ بھی پوچھنا چاہتے ہیں کہ جناب غوث اعظم نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین کو کس نظریہ کو پیش رکھ کر مرتب کیا ہے؟ جس میں سونے کے حرفوں سے لکھنے کے قابل یہ مضمون درج کیا کہ امام حسینؑ کے روضہ مبارک پر حضرت ابراہیم خلیل ایسے اولوالعزم پیغمبر اور حضرت محمد مصطفیٰ ایسے سید المرسلین نماز پڑھتے ہیں اور شہادت ہی کے دن خدا نے ستر ہزار فرشتوں کو متعین کر دیا کہ حضرت کے روضہ مبارکہ پر قیامت تک روتے رہیں۔ عرب میں جناب شیخ جیلانی کا جو درجہ ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں جناب خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کا جو مرتبہ ہے اس سے بھی سب مسلمان واقف ہیں۔ فرمایئے

سمجھتے ہیں کہ یزید اسلام کو مٹانا، شرک کو واپس لانا اور دنیا بھر کو کافر بنانا چاہتا تھا۔ امام حسینؑ نے اپنے گھر بھر کی قربانی
پیش کر کے دین اسلام کو بچا لیا اسی وجہ سے خدا نے اتنے بڑے بڑے علماء و پیشوایانِ دین سے یہ کتابیں بھی لکھوائیں۔ ...
اشعار بھی نظم کرائے اور قیامت تک اس سلسلہ کو جاری رکھے گا۔ کسی کے روکے رک نہیں سکتا تاکہ خدا کا وہ وعدہ
ہمیشہ پورا ہوتا رہے جو قرآن مجید میں بار بار فرمایا ہے یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ
الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے پھونک مار کر خدا کے نور کو بجھا دیں
اور خدا اس کے سوا کچھ چاہتا ہی نہیں کہ اپنے نور کو پورا کر ہی کے رہے اگرچہ کفار برا مانا کریں (پارہ ۱۰ ع ۱۱) یریدون
لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون یہ لوگ اپنے منہ سے پھونک مار کر خدا کے نور
کو بجھانا چاہتے ہیں حالانکہ خدا اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔ اگرچہ کفار برا ہی کیوں نہ مانیں (پارہ ۲۸ ع ۹)

یزید کفر کو واپس لانا چاہتا تھا

عباسی صاحب! اب بنی امیہ کا زمانہ تو رہا نہیں جس سے کسی مسلمان کو حق بات
کہنے میں تامل ہو سکے۔ آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا یزید کی نیت اسلام کو مٹا ڈالنے اور کفر و شرک کو پھر رائج
کر دینے کی نہیں تھی؟ واقعہ کربلا کے بعد اس نے کیا کارروائیاں کیں؟ علامہ سیوطی کی مشہور کتاب تاریخ الخلفاء ...
وفی سنة ثلث وستین بلغه ان اهل المدینة خرجوا علیه وخلعوه فارسل الیهم جیشا کثیفا
وامرهم بقتالهم ثم المسیر الی مکة لقتال ابن الزبیر فجاؤا وکانت وقعة الحرة علی باب طیبة
وما ادراک وما وقعة الحرة ذکرها الحسن مرة فقال واللہ ما کاد ینجو منهم احد قتل فیها خلق من
الصحابة ومن غیرهم ونهبت المدینة وافتض فیها الف عذراء ... واتوا مکة فحاصروا
ورموه بالمنجنیق واحترقت من شرارة نیرانهم استار الکعبة وسقفها وقرنا الکبش الذی فدی اللہ به
اسمعیل وکانا فی السقف۔ ۶۳ھ میں یزید نے ایک بھاری لشکر مدینہ بھیجا اور حکم دیا کہ وہاں والوں کو قتل کر کے
مکہ جاؤ۔ غرض وہ لشکر روانہ ہوا تو مدینہ میں واقعہ حرہ ہوا جس میں بے حساب صحابہ وغیرہ قتل کیے گئے اور ایک ہزار کنواری مسلمان
لڑکیوں کے ساتھ زنا کر کے ان کی بکارت زائل کر دی گئی پھر وہ لوگ مکہ معظمہ آئے اس پر منجنیق سے پتھر اور آگ برسائے
اور اس میں آگ لگا دی جس سے خانہ کعبہ کے پردے، اس کی چھت حضرت اسمٰعیل کے فدیہ والے مینڈھے کے دو
سینگ جل کر راکھ ہو گئے (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۲)

ابرہہ اور یزید

عباسی صاحب! کیا آپ بتائیں گے کہ ابرہہ اور یزید میں کیا فرق تھا؟ حضرت رسولؐ کی پیدائش
سے پہلے یمن کے کافر حاکم ابرہہ نے کوشش کی تھی کہ خانہ کعبہ کو گرا کر بے نام و نشان کر دے۔ یہ سنہ ۵۷۰ء کا واقعہ ہے
بالکل اسی طرح یزید نے بھی خانہ کعبہ پر گولے برسائے اس میں آگ لگا دی اور اس کے قیمتی تبرکات کو جلا ڈالا غرض اس کے
ہر عمل پر نظر کرنے سے یقین ہو جاتا ہے کہ اس کی غرض خلافت کی گدی پر بیٹھنے سے یہی تھی کہ وہ اسلام کو مٹا دے۔ اسلام سے
قبل کے شرک اور بت پرستی کو لوٹا لائے۔ زمانہ جاہلیت کے کفر کو واپس لائے اور اپنے دادا پر دادا کے مذہب کو زندہ
کر دے جس طرح ...

جو غزوۂ بدر میں میرے دادا ابوسفیان نے کی تھی اس کے وہ چند اشعار جو اوپر نقل کیے گئے ان پر آپ اچھی طرح غور کریں کہ کیا کوئی مسلمان یہ بات کہہ سکتا ہے "محمد نے ملک گیری کا ڈھکوسلا کھڑا کر رکھا تھا ورنہ درحقیقت اُن پر نہ کوئی وحی نازل ہوئی نہ کوئی فرشتہ آیا تھا"۔ اس کے بعد بتائیں یزید کس مذہب پر تھا۔ یزید کے کھلم کھلا کافر ہونے کے بارے میں تو آپ کے بڑے بڑے علماء فیصلہ کر چکے ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا غرض جب وہ کافر تھا اور یقیناً تھا اور اسی فکر میں رہتا تھا کہ اپنے دادا ابوسفیان کے دین کو رسولؐ کے خاندان سے واپس لے لے تو ابوسفیان کا بہت بڑا قرض رسول کے اوپر دین اسلام کا وجود ہی تھا۔ کفر کا مردہ ہو جانا بھی تھا۔ زمانۂ جاہلیت کے شرک کا ختم ہو جانا بھی تھا۔ لات و عزیٰ و ہبل کی عبادت کا تمام ہو جانا بھی تھا۔ انھیں سب قرضوں کے واپس لینے کی فکر میں یزید کی زندگی بسر ہوتی تھی۔ سمجھتا تھا کہ اگر امام حسین میری بیعت کر لیں تب میں سب سے کہونگا کہ اب تم لوگ اسلام چھوڑ دو۔ محمدؐ کے رسول ہونے کا اعتقاد ترک کر دو۔ اذان موقوف کر دو۔ نمازیں بند کر دو۔ مسجدوں کو بُت خانوں سے بدل دو بتوں کو پوجنے لگو۔ خانۂ کعبہ کو بتوں سے بھر دو۔ ان کی عبادت شروع کر دو۔ شراب عام طور پر پی جائے ماں، بہنوں، بیٹیوں، پھوپھیوں اور خالاؤں سے نکاح رائج کیا جائے ورنہ تم سب کو قتل کر ڈالوں گا۔ تمھاری ماں بہنوں کو لونڈی بنا کر اپنے لشکر والوں میں تقسیم کر دوں گا۔ تمھاری بیویوں اور بیٹیوں کو اپنی فوج کے نوجوانوں کے حوالہ کر دونگا اور اگر یہ لوگ بیعت نہ کریں کافر نہ ہو جائیں۔ بتوں کی پوجا نہ شروع کریں تو سب کو قتل کر کے شرک کو پھیلا اور کفر کو ترقی دیجائے گی اسلام کو زندہ رہنا تھا۔ دین حق کو باقی رہنا تھا۔ اللہ کی عبادت کو جاری رہنا تھا۔ رسول کا نام روشن رہنا تھا۔ مسجدوں کا وجود قائم رہنے والا تھا۔ اذان کی آواز کو بلند ہوتے رہنا تھا۔ ان وجوہ سے یزید اپنی اصلی غرض میں کامیاب نہ ہو سکا اس کی دلی آرزو پوری نہیں ہو سکی۔ اس کی دیرینہ تمنا بر نہیں آسکی۔ اس کے سب منصوبے خاک میں مل گئے کیونکہ امام حسین اپنے گھر بھر کو لے کر اسلام کی حمایت میں کھڑے ہو گئے اور حضرت کی شہادت سے اہل اسلام کے دلوں میں یزید سے اتنی نفرت پیدا ہو گئی کہ وہ اپنی حالت کو برداشت نہیں کر سکا اور کہا کہ اب اگر شرک کی محبت اور کفر کی حمایت میں اور کوئی قدم اٹھاتا ہوں تو معلوم نہیں میری سلطنت باقی بھی رہے یا نہیں اس سے ہاتھ دھونے پر مجبور ہو جاؤں اس سبب سے وہ انتظار کرنے لگا کہ ذرا اسلامی دنیا ٹھنڈی ہو جائے تو کفر کے واپس لانے اور بُت پرستی کے رواج دینے کی طرف لوگوں کو دعوت دینے کی صورتیں سوچی جائیں مگر ابھی وہ واقعہ حضرت عبداللہ بن زبیر سے لڑنے ہی میں مصروف تھا کہ ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو ملک الموت نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور کفر و شرک اپنا ہاتھ مل کر رہ گیا اور بُت پرستی میں تو دم ہی نہیں باقی

مذہب شیعہ کا حق اور صراط مستقیم ہونا

عباسی صاحب! آپ خوب اچھی طرح واقف ہیں کہ حضرت رسول خدا نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار فرمایا اور اعلان کیا تھا کہ میری اُمت ۷۳ فرقوں پر منقسم ہوگی

جن سے صرف ایک فرقہ [illegible]

کل مسلمانوں کو نجات پانے والا فرقہ بتا دینے کی پوری کوشش اپنی زندگی بھر کرتے رہیں۔ ہمارے مذکورہ بیانات سے یہ بھی اچھی طرح واضح ہو گیا کہ آں حضرت صلعم یہ بھی فرما چکے ہیں کہ میرے بعد میرے بارہ خلیفہ ہوں گے تو جو فرقہ آں حضرتؐ کے بعد صرف بارہ حضرات کو حضرت رسول کا خلیفہ مانے اور یقین رکھے کہ حضرت کے خلفاء ۱۲ سے نہ کم تھے نہ زیادہ۔ بس وہی فرقہ ناجی ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والے شیعہ ہی ہیں کوئی اور نہیں اسی وجہ سے خدا نے حضرت ابراہیم کے لیے بھی اسی لفظ کو پسند فرمایا اور ارشاد کیا وان من شیعتہ لابراھیم۔ ان کے شیعوں میں سے حضرت ابراہیم بھی تھے (پارہ ۲۳ ع ۱۷) دیکھیے مستدرک مطبوعہ حیدرآباد جلد ۲ صفحہ ۴۳۰ وغیرہ۔

اسی وجہ سے حضرت رسول صلعم نے خدا کی قسم کھا کر فرمادیا کہ شیعہ ہی ناجی اور بہشت میں جانے والے ہیں۔ جناب جابر کی روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا قسم ہے اُس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں اور علی اور شیعہ قیامت کے روز بس یہی بہشت میں جانے والے ہیں (تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۷۹) جناب عبد اللہ ابن عباس کی روایت ہے کہ آں حضرت نے حضرت علی سے فرمایا تم اور تمہارے شیعہ قیامت میں خوش اور تمہارے دشمن بددل اور مایوس آئیں گے (حلیۃ الاولیاء و فردوس الاخبار) اس مضمون کی بے شمار حدیثیں دفتر اصلاح کھجوا کی کتاب قرآن ناطق اور ثقل اکبر میں قابل دید ہیں اسی وجہ سے ریاست حیدرآباد دکن کا مشہور واقعہ ہوا کہ

خواب میں حضرت رسولؐ کا حکم کہ شیعہ ہو جاؤ

برہان نظام شاہ والی ریاست احمد نگر (دکن) کا پیارا بیٹا شاہ زادہ عبد القادر سخت بیمار ہوا۔ بادشاہ نے کل حکیموں ویدوں وغیرہ کے علاج کرائے مگر سب بے سود اس وقت مذہب شیعہ اثنا عشری کے ایک زبردست عالم شاہ طاہر نے جو ایران سے وہاں آکر تقیہ میں بسر کرتے تھے بادشاہ سے عرض کی کہ حضور نذر کریں اگر شاہزادے کو آج شفا ہو جائے تو مذہب شیعہ اختیار کر کے مذہب حق کو پھیلائیں گے۔ بادشاہ نے خوش ہو کر شاہ طاہر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عہد کر لیا کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا۔ صبح کے قریب بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا صلعم اور اُن کے داہنے بائیں ۱۲ بزرگ تشریف لائے اور آنحضرت نے فرمایا اے برہان نظام شاہ خدا نے علی اور اُن کے فرزندوں کی برکت سے عبد القادر کو شفا بخشی۔ اب تم کو لازم ہے کہ میرے فرزند طاہر سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرو اور مذہب شیعہ اختیار کر کے اس کو خوب پھیلاؤ۔ برہان نظام شاہ خواب سے بیدار ہوا تو شاہزادے کو بالکل اچھا پایا بس فوراً مذہب شیعہ اثنا عشری اختیار کر کے اس کو دکن میں خوب پھیلایا (ملاحظہ ہو مشہور کتاب تاریخ فرشتہ مطبوعہ مطبع نول کشور لکھنؤ جلد ۲ صفحہ ۱۱۵)

آپ کے مشہور پیشوائے اعظم جناب مولوی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ بے شک برہان نظام شاہ نے یہ خواب دیکھا اور اس کی وجہ سے شیعہ ہو گیا (ملاحظہ ہو اُن کی کتاب فتاوی عزیزی مطبوعہ دہلی جلد ۱ صفحہ ۱۴۷ وغیرہ)

حضرت عمرؓ کے متعلق موضوع روایتوں کے نمونے

حضرت عمر کے اُن فضائل کا کیا ذکر ہے جو حضرات اہلبیتؑ کے مقابلہ میں بنائے گئے اور اُنسے بہتر ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ یہ تو ہر وقت کا شغل اور نہایت آسان امر تھا۔ اس میں کامیابی زیادہ قابل فخر بھی نہ تھی۔

ان حضرات کے ہاں تو یہ تک مسلّم ہے کہ اختلاف کے موقع پر خدا حضرت عمر کی رائے کو پسند کرتا اور حضرت رسول خدا صلعم کے مقابلہ میں اُنھیں کو ترجیح دیتا۔ شمس العلماء مولوی شبلی صاحب ایسے روشن خیال آزاد رائے اور تحقیق پسند مصنف تک اس امر کو ثابت کرنے کی جدّ و جہد کرتے رہے ہیں۔ مثلاً لکھتے ہیں "نماز کے اعلان کا طریقہ بھی نہیں معیّن ہوا تھا چنانچہ سب سے پہلے آں حضرتؐ نے اس کا انتظام کرنا چاہا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاں نماز کے اعلان کے لیے بوق اور ناقوس کا رواج تھا۔ اس لیے صحابہ نے یہی رائے دی۔ ابن ہشام نے روایت کی ہے کہ یہ خود آں حضرتؐ کی تجویز تھی۔ بہرحال یہ مسئلہ زیر بحث تھا اور کوئی رائے قرار نہیں پائی تھی کہ حضرت عمر آنکلے اور اُنھوں نے کہا کہ ایک آدمی اعلان کرنے کے لیے کیوں نہ مقرر کیا جائے۔ رسول اللہ صلعم نے اُسی وقت حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری کتاب الاذان) یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اذان نماز کا دیباچہ اور اسلام کا ایک بڑا شعار ہے۔ حضرت عمر کے لیے اس سے زیادہ کیا فخر کی بات ہو سکتی ہے کہ یہ شعارِ اعظم اُن ہی کی رائے کے موافق قائم ہوا۔"
(الفاروق ص۳۷) دیکھنے میں عبارت بالکل سیدھی سادی ہے مگر اس سے حضرت عمر کا درجہ جس قدر بلند کر دیا گیا وہ حقیقت بین حضرات سے مخفی نہیں رہ سکتا کہ عبادات میں سب سے افضل نماز ہے اور اُس کا دیباچہ اذان ہے جس کی تجویز حضرت عمر نے کی۔ اور وہی رائے قائم ہوئی۔ حضرت عمر کے مقابلہ میں خود حضرت رسول خدا صلعم نے بوق اور ناقوس کو اسلام میں بھی رواج دینا چاہا۔ معاذ اللہ کسی مسلمان کا یہ اعتقاد ہو سکتا ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم جو دنیا میں اسلام لائے جنھوں نے توحید کی آواز بلند کی۔ جن کو خدا نے اپنی رسالت سے مشرف کیا جنکی زبان کو خدا نے وحی خدا کا ترجمان مقرر کیا وہ خود نماز کا اعلان کرنے کے لیے بوق اور ناقوس کی تجویز پیش کریں؟ (اس پر مفصل بحث انشاء اللہ آئندہ ہوگی) جب اس زمانہ میں مولوی شبلی صاحب حضرت عمر کا درجہ بڑھانے کی یہ کوشش کریں تو سابق زمانہ کے علماء نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ مثلاً علامہ سیوطی نے لکھا ہے:۔ قال رسول اللہؐ اتانی جبریل فقلت یا جبریل حدثنی بفضائل عمر بن الخطاب فقال لو حدثتک بفضائل عمر منذ مالبث نوح فی قومہ مانفدت فضائلہ۔ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے

نوح اپنی قوم میں رہے اگر اتنے زمانہ تک بھی میں عمرؓ کے فضائل بیان کرتا رہوں، تو ان کے فضائل ختم نہیں ہو سکتے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۵) معلوم ہے کہ حضرت نوحؑ اپنی قوم میں نو سو سال سے زیادہ رہے پس اتنے دنوں تک جبریلؑ کے بیان کرنے سے بھی حضرت کے فضائل بیان نہیں ہو سکتے تھے۔ حدیث ما طلعت الشمس علیٰ رجل خیر من عمر۔ یعنی حضرت عمرؓ سے بہتر کوئی شخص نہیں ہوا۔ جس پر آفتاب طالع ہوا ہو (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۶) اس سے حضرت عمرؓ کا کل انبیاء و مرسلین یہاں تک کہ حضرت رسول خدا صلعم سے بھی افضل ہونا ثابت ہوا کیونکہ آفتاب تو حضرت آدمؑ کے قبل سے طلوع کر رہا ہے اور قیامت تک طلوع کرتا رہے گا۔ پھر جب وہ حضرت عمرؓ سے بہتر کسی شخص پر طالع نہیں ہوا تو آپ کا دنیا بھر کے لوگوں سے افضل ہونا واضح ہے۔ حدیث لو لم ابعث فیکم لبعث عمر۔ اگر میں تم لوگوں میں رسول بنا کر نہ بھیجا جاتا تو یقیناً عمرؓ تمہارے رسول مقرر کیئے جاتے (" صفحہ ۸۶)۔ اس سے آپ کا حضرت رسول خدا صلعم کے برابر ہونا ثابت ہو گیا۔ کہ بعثت کے وقت صرف حضرت رسول خدا صلعم نہیں بلکہ آپکی طرح حضرت عمرؓ بھی نبی مقرر ہونے کے قابل تھے۔ اتفاق کی بات کہ حضرت رسول خدا صلعم نبی مقرر ہو گئے۔

حضرت عمرؓ سے شیطان کا بھاگنا

اس مضمون کی حدیثیں بھی کثرت سے ہیں کہ شیطان آپ سے بھاگتا تھا۔ مثلاً قال رسول اللہؐ یا ابن الخطاب والذی نفسی بیدہ ما لقیک الشیطان سالکا فجا قط الا سلک فجا غیر فجک۔ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا اے فرزند خطاب خدا کی قسم جس راہ سے تم کو جاتے ہوئے شیطان دیکھتا ہے اسکو چھوڑ کر وہ دوسرے راستے سے چلنے لگتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۳) جس سے معلوم ہوا کہ شیطان آپ سے علیحدہ رہتا۔ آپکے قریب بھی نہیں پھٹکنے پاتا بلکہ جس راہ سے آپ چلتے اُس تک میں وہ دور ہوتا۔ صحیح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۲۷۳ وغیرہ میں بھی یہ حدیث مرقوم ہے اور اسکی شرح میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے۔ فیہ فضیلۃ عظیمۃ لعمر تقتضی ان الشیطان لا سبیل لہ علیہ۔ اس حدیث سے حضرت عمرؓ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ شیطان کو اُنکے پاس پہونچنے کی کوئی راہ نہیں ملتی تھی۔ (فتح الباری پارہ ۱۴ صفحہ ۲۷۳)۔ لیکن حضرت رسول خدا صلعم کے لئے یہ حدیث ہے قالت یا رسول اللہ او معی شیطان قال نعم قلت ومع کل انسان قال نعم۔ قلت ومعک یا رسول اللہ قال نعم۔ حضرت عائشہ نے پوچھا اے رسول خدا کیا میرے اوپر کوئی شیطان ہے؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا کیا ہر شخص پر شیطان رہتا ہے؟ فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا آپ پر بھی شیطان رہتا ہے؟ فرمایا ہاں (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۱۱۵) اور امام بخاری صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ عن النبیؐ انہ صلّی صلوٰۃ فقال انّ الشیطان عرض لی فشدّ علیّ لیقطع الصّلوٰۃ علیّ۔ حضرت رسول خداؐ نے ایک نماز پڑھنے کے بعد فرمایا کہ شیطان میرے سامنے آیا اور

پر عبادت میں بھی وہ حملہ کرتا ہے!!! فاعتبروا یا اولی الابصار۔ بلکہ حضرت کی وحی میں بھی شیطان
شریک ہو جاتا اور احکام رسالت میں بھی حضرت پر غلبہ پا جاتا تھا۔ قال ابن عباس فی امنیتہ اذا
حدث القی الشیطان فی حدیثہ فیبطل اللہ ما یلقی الشیطان ویحکم ایاتہ۔ جناب
ابن عباس بیان کرتے تھے کہ جب حضرت رسول خدا صلعم کوئی حکم خدا بیان فرماتے تو شیطان اس میں اپنی
بات بھی ڈال دیتا اور حضرت کی حدیث میں اپنا کلام بھی ملا دیتا تھا۔ تب خدا یہ کرتا کہ شیطان کی ملائی
ہوئی باتوں کو باطل کر دیتا اور اپنی آیتوں کو محکم فرما دیتا (صحیح بخاری پارہ ۱۹ صفحہ ۲۵۶) اسکی شرح میں علامہ ابن حجر
لکھتے ہیں "قراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ والنجم فلما بلغ افرایتم اللات
والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری القی الشیطان علی لسانہ تلک الغرانیق العلی و
ان شفاعتھن لترتجی۔ فقال المشرکون ما ذکر الھتنا بخیر قبل الیوم فسجد و سجدوا
فنزلت ھذہ الآیہ۔ حضرت رسول خدا صلعم نے مکہ معظمہ میں سورہ والنجم کی تلاوت کی، جب آیہ افرأیتم
اللات والعزیٰ تک پہونچے تو شیطان نے آپ کی زبان پر جاری کر دیا کہ تلک الغرانیق العلی
وان شفاعتھن لترتجی۔ (یہ اونچے اونچے بت ہیں اور اُنکی شفاعت کی امید کی جاتی ہے) اس پر
مشرکین مکہ خوش ہو کر کہنے لگے کہ آج کے قبل اُنھوں نے ہمارے بتوں کی ایسی مدح نہیں کی تھی۔ غرض
حضرت سجدہ میں گئے تو کفار نے بھی حضرت کے ساتھ سجدہ کر لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (فتح الباری
پارہ ۱۹ صفحہ ۲۵۶)۔ مولوی شبلی صاحب اسکے متعلق لکھتے ہیں "تلک الغرانیق العلی کی حدیث کو جس میں بیان
ہے کہ شیطان نے آنحضرتؐ کی زبان سے وہ الفاظ نکلوا دیے جن میں بتوں کی تعریف ہے بعض محدثین
نے ضعیف اور ناقابل اعتبار کہا تھا۔ اس کے باطل ہونے کی ایک عقلی دلیل یہ بیان کی تھی لو وقع لارتد
کثیر ممن اسلم ولم ینقل ذلک اگر ایسا ہوتا تو بہت سے مسلمان اسلام سے پھر جاتے حالانکہ ایسا
ہوا مذکور نہیں۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں اس قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں "جمیع ذلک لا یتمشی
علی القواعد فان الطرق اذا کثرت وتباینت مخارجھا دل ذلک علی ان لھا اصلا۔
یہ تمام اعتراضات اصول کے موافق چل نہیں سکتے۔ اس لئے کہ روایت کے طریقے جب متعدد ہوتے ہیں اور
اُن کے ماخذ مختلف ہوتے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ روایت کی کچھ اصل ہے" (سیرۃ النبی جلد [illegible])
پھر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں "آنحضرتؐ نے حرم میں ایک دفعہ نماز ادا کی۔ کفار بھی موجود تھے آپ نے یہ آیت
پڑھی ومناۃ الثالثۃ الاخری تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیئے تلک
الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی۔ یعنی یہ بت معظم و محترم ہیں اور اُن کی شفاعت مقبول ہو۔

کو بے سند نقل کیا ہے وہاں ابن جریر [illegible] ابن [illegible]
عقبہ۔ ابو معشر شہرت عام رکھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کو جن کے کمال فن حدیث
پر زمانہ کا اتفاق ہے اس روایت کی صحت پر اصرار ہے چنانچہ لکھتے ہیں وقد ذکرنا ان
ثلاثۃ اسانید منہا علی شرط الصحیح وھی مراسیل یحتج بمثلہا من یحتج بالمراسیل
ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ اس روایت کی تین سندیں صحیح کی شرط کے موافق ہیں اور یہ روایتیں
مرسل ہیں اور ان سے وہ لوگ استدلال کر سکتے ہیں جو مرسل روایتوں کے قائل ہیں۔" (سیرۃ النبی
جلد ۱ صفحہ ۱۱۶) کیا یہ امر اسلام پر ماتم کرنے کے قابل نہیں ہے کہ مسلمانوں کی کتب احادیث میں ایسی
حدیثیں بھری ہوئی ہیں، جو بتاتی ہیں کہ حضرت رسول خدا صلعم پر شیطان مسلط رہتا تھا۔ جو نہ صرف دنیوی معاملات
ہی میں بلکہ دینی امور میں بھی حضرت ص پر حملہ کرتا رہتا تھا۔ اور نہ صرف حضرت ص کی ذاتی عبادت بلکہ تبلیغی
خدمات میں بھی حضرت ص پر غالب ہو کر حضرت ص کی زبان سے کفر و بے دینی کی باتیں نکلوا دیتا تھا۔
لیکن حضرت ص کے مقابلہ میں حضرت عمر کے متعلق یہ حدیثیں بھری ہیں کہ شیطان آپ کے پاس آنے
تک نہ پاتا تھا۔ بلکہ اس راہ سے بھی وہ بھاگ جاتا تھا جس طرف سے جناب ممدوح کا گزر ہوتا
تھا۔ ایسے عقائد سنکر غیر مسلم تو ہیں مسلمانوں کا کس درجہ مضحکہ کرتی ہوں گی کہ وہ خدا کے پیغمبر اور
عالم کے ہادی کو شیطان کا تابع سمجھتے اور خلیفۂ دوم کو ایسا پارسا مانتے ہیں جن کی راہ سے بھی شیطان
دور ہی رہتا تھا۔ صرف دور ہی نہیں بلکہ ڈرتا بھی تھا۔ عن عائشۃ ان النبی ص قال ان الشیطان
یفرق من عمر۔ واخرج احمد من طریق بریدہ ان النبی قال ان الشیطان
لیفرق منک یا عمر۔ واخرج ابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ص
ما فی السماء ملک الا وھو یوقر عمر ولا فی الارض شیطان الا وھو یفرق من عمر۔
حضرت عائشہ بیان کرتی تھیں کہ حضرت رسول صلعم نے فرمایا شیطان عمر سے ڈرتا ہے۔ اور احمد نے بریدہ کے
طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا اے عمر یقیناً تم سے شیطان ڈرتا ہے اور ابن عساکر
نے جناب ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا آسمان میں کوئی فرشتہ ایسا نہیں
ہے جو عمر کی عزت و تعظیم نہ کرتا ہو اور نہ زمین میں کوئی ایسا شیطان ہے جو عمر سے ڈرتا نہ ہو (تاریخ الخلفاء
ص۸۱) عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ص انی لانظر الی شیاطین الجن والانس
قد فروا من عمر۔ حضرت عائشہ بیان کرتی تھیں کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا میں جن و انس
کے شیطانوں کو دیکھ رہا ہوں کہ سب کے سب عمر سے بھاگ گئے ہیں (ایضاً ص۸۱)

نزول قرآن [illegible] حضرت عمر | صرف شیطان ہی کے معاملہ میں آپ کی فضیلت حضرت

بھی یہی کارروائی کی گئی ہے مثلاً قال ابن عمر وما نزل بالناس امر قط فقالوا وقال الا نزل القرآن علی نحو ما قال۔ حضرت ابن عمر بیان کرتے تھے کہ جب لوگوں پر کوئی بات نازل ہوتی اور سب لوگ اپنی رائے دیا کرتے تو قرآن مجید کی آیت حضرت عمر ہی کی رائے کے مطابق نازل ہوتی۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ)

دنیائے اسلام کا متفق علیہ اعتقاد ہے کہ قرآن مجید میں کوئی لفظ حضرت رسول خدا صلعم کا نہیں ہے بلکہ سب کا سب قرآن مجید کا کلام ہے۔ معنی اور الفاظ کل خدا ہی کے ہیں جنھیں خدا نے آں حضرت پر نازل کیا۔ اور کسی روایت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت رسول خدا صلعم کی رائے کے مطابق قرآن مجید کی کوئی آیت اُتری یا کوئی حکم نازل ہوا ہو۔ برخلاف اس کے حضرت عمر کے متعلق ایسی روایتیں ڈھیر کی ڈھیر ہیں۔ ایک اوپر ذکر کی گئی۔ اور دیکھو عن مجاھد قال کان عمر یری الرای فینزل بہ القرآن واخرج ابن عساکر ان فی القرآن لرایا من رای عمر۔ واخرج ابن عمر مرفوعاً ما قال الناس فی شئ وقال فیہ عمر الاجاء القرآن بنحو ما یقول عمر واخرج الشیخان عن عمر فقال وافقت ربّی فی ثلث۔ مجاہد بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر کوئی رائے قائم کرتے تھے تو قرآن بھی اُسی کے مطابق نازل ہو جاتا تھا۔ اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ قرآن میں حضرت عمر کی رائے مطابق رائے ہے۔ اور ابن عمر نے بیان کیا ہے کہ کسی چیز کے بارے میں دوسرے لوگوں نے کچھ کہا اور عمر نے بھی کہا تو قرآن حضرت عمر ہی کی رائے کے مطابق نازل ہوا۔ اور حضرت عمر خود کہتے تھے کہ تین باتوں میں میری رائے خدا کی رائے مطابق ہو گئی۔ (کہ جیسا میں نے کہا ویسا ہی حکم نازل ہوا) وافق عمر ربّہ فی احد وعشرین موضعاً۔ اکیس مقام پر حضرت عمر کی رائے کے مطابق خدا نے قرآن مجید کا حکم نازل کیا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۳) ان میں سے بعض باتوں کی تصریح آگے آتی ہے۔

یہ تو وہ صورتیں تھیں جن میں حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت عمر کے درمیان مجمل عنوان سے اختلاف کا ذکر اور اس امر کا بیان ہے کہ خدا نے ان مواقع پر حضرت عمر ہی کی تائید کی۔ اب وہ امر بھی دیکھو جس میں حضرت رسول خدا صلعم ایک فعل کرتے ہیں اور حضرت عمر اس سے منع کرتے ہیں۔ اس جگہ بھی خدا حضرت عمر ہی کی تائید کرتا اور اپنے رسولؐ کو نیچا دکھاتا ہے

فی الصحیح عنہ قال لما توفی عبد اللہ بن ابیّ دُعی رسول اللہ للصلوٰۃ علیہ فقام الیہ فقمت حتی وقفت فی صدرہ فقلت یا رسول اللہ اعلی

عدو الله ابن ابی القائل یوماً کذا وکذا۔ فواللہ ماکان الا یسیرا
حتیٰ نزلت ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابداً الآیۃ۔ صحیح حدیث میں حضرت
عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا جب عبداللہ بن ابی نے انتقال کیا تو اُس کے اعزہ حضرت
رسول خدا صلعم کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے لے گئے۔ جب حضرت وہاں پہونچے اور
نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں بھی کھڑا ہوا اور حضرت کے سینہ کے مقابل اکڑ کر بولا
اے رسول خدا کیا آپ اس شخص پر نماز پڑھیں گے جو خدا کا دشمن تھا اور فلاں روز اس نے
ایسی ایسی باتیں کی تھیں۔ خدا کی قسم اس بات کو ابھی چند ہی منٹ گزرے تھے کہ خدا نے میرے
موافق یہ حکم آں حضرتؐ پر نازل کر دیا کہ ان منافقوں سے جو شخص مر جائے اس پر کبھی نماز نہ
پڑھو۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۴۰)۔

اس واقعہ کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں "رائے نہایت صائب
ہوتی تھی۔ عبداللہ بن عمر فرمایا کرتے تھے کہ جب عمر کسی معاملہ میں یہ کہتے تھے کہ میرا اسکی نسبت یہ
خیال ہے تو ہمیشہ وہی پیش آتا تھا جو اُن کا گمان ہوتا تھا (صحیح بخاری باب اسلام عمر) اس سے
زیادہ اصابت رائے کی کیا دلیل ہوگی کہ اُنکی بہت سی رائیں مذہبی احکام بن گئیں اور آج تک
قائم ہیں۔ نماز کے اعلان کے لیے جب ایک مُعیّن طریقہ کی تجویز پیش ہوئی تو لوگوں نے مختلف رائیں
پیش کیں۔ کسی نے ناقوس کا نام لیا کسی نے ترہی کی رائے دی۔ حضرت عمر نے کہا ایک آدمی کیوں نہ مقرر کیا
جائے جو نماز کی منادی کیا کرے۔ آں حضرتؐ نے اُسی وقت بلال کو حکم دیا کہ اذان دیں چنانچہ یہ پہلا
دن تھا کہ اذان کا طریقہ قائم ہوا اور درحقیقت ایک مذہبی فرض کے لئے اس سے زیادہ کوئی طریقہ
مؤثر اور موزوں نہیں ہو سکتا تھا۔ اسیران بدر کے معاملے میں جب اختلاف ہوا تو حضرت عمر نے جو رائے
دی وحی اُسی کے موافق آئی۔ آں حضرتؐ کے ازواج مطہرات پہلے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ حضرت
عمر کو اس پر بارہا خیال ہوا اور اُنھوں نے آں حضرتؐ سے عرض کیا لیکن آں حضرتؐ وحی کا انتظار
فرماتے تھے چنانچہ خاص پردہ کی آیت نازل ہوئی جس کو آیت حجاب کہتے ہیں۔ عبداللہ بن ابیّ جو
منافقوں کا سرگروہ تھا جب مرا تو آں حضرتؐ نے خلق نبوی کی بنا پر اُس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہی،
حضرت عمر نے گستاخانہ عرض کیا کہ آپ منافق کے جنازے پر نماز پڑھتے ہیں! اُس پر یہ آیت اُتری
ولا تصل علیٰ احد منھم۔ یہ تمام واقعات صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں ...... تمام مذہبی
اور ملکی اہم مسائل میں جہاں اور صحابہ کو حضرت عمر سے اختلاف ہوا باستثنا بعض موقعوں کے عموماً حضرت عمر
ہی کی رائیں صائب نکلیں" (الفاروق جلد ۲ ص۲۰۲) دیکھنے میں یہ صرف حضرت عمر کی مدح ہے مگر اس سے

کیا جاتا ہے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم سے زیادہ حضرت عمر کی عقل و معرفت ثابت کی جائے اور واضح کیا جائے کہ آں حضرت صلعم سے زیادہ خلیفۂ دوم کو خدا دوست رکھتا۔ مانتا اور قابل قدر سمجھتا تھا لیکن اسکی تہہ تک پہونچنے والے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ایسی روایتیں اگر مان لی جائیں تو اسلام ہی سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور خدا اور رسول ہی بے حقیقت ہو جائیں گے۔ اس طرح کہ خدا نے اپنی رسالت کے فرائض انجام دینے کے لئے حضرت رسول خدا صلعم کو منتخب فرمایا اور سارے ناس کو حضرت کا تابع قرار دیا۔ اب اگر کار رسالت انجام دینے میں بھی حضرت رسول خدا صلعم غلطی فرماتے اور حضرت کی امت کا کوئی شخص حضرت کی غلطیاں درست کرتا رہتا تھا تو ایسا خدا کس کام کا جسے اتنی تمیز نہیں ہوئی کہ سمجھ سکتا کون شخص نبوت کا سزاوار اور کون اس کا نا اہل ہے۔ اور جب حضرت کی حالت عبادات تک میں (معاذ اللہ) ایسی جہالت کی تھی کہ ادنیٰ درجہ کے لوگ حضرت کو ٹوک دیا کرتے تو خدا نے ایسے شخص کو نبی بنا کر دوسروں کی ہدایت کی یا انھیں گمراہ کیا؟۔ پھر کیوں نہ حضرت عمر ہی کو رسول بنایا؟۔ ان سب سے زیادہ مصیبت یہ پیش آتی ہے کہ حضرت نے عبد اللہ بن ابی کی نماز وحی خدا کے مطابق پڑھانی چاہی یا اپنے دل سے؟ اگر وحی خدا کے مطابق پڑھانی چاہی تو پھر حضرت عمر کے ٹوکنے پر اُن کی تائید کیوں کی؟۔ اس کا تو لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت عمر خدا کی اصلاح بھی کرتے اور اس کی وحی کو بھی بدل دیا کرتے تھے۔ گویا خدا خود اپنے حکم کی خرابی تسلیم کر لیتا اور اس کے متعلق حضرت عمر کی رائے کی خوبی اور عظمت کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا تھا۔ اور اگر حضرت نے اس کی نماز اپنے دل سے پڑھانے کا ارادہ کیا تو کیا حضرت کو اس کا اختیار بھی تھا کہ کوئی مذہبی کام اپنے دل سے کر سکیں؟ پھر تو تمام وحیوں اور تمام امور رسالت کے متعلق یہ شبہہ ہونے لگا کہ ہو سکتا ہے حضرتؐ نے یہ فعل بھی اپنے دل سے یا اپنی رائے سے کیا ہو۔ کیونکر اطمینان ہوگا کہ آں حضرتؐ نے واقعاً خدا کی رسالت انجام دی۔ اور کیونکر پتا چل سکے گا کہ فلاں کام کو حضرتؐ نے اپنے منصب رسالت کی حیثیت سے ادا کیا اور فلاں امر کو اپنی انسانی شان سے انجام دیا۔ خود مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں "نبوت کی حقیقت کی نسبت عموماً لوگ غلطی کرتے آئے ہیں اور اسلام کے زمانہ میں بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا۔ اکثروں کا خیال ہے کہ نبی کا ہر قول و فعل خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ بعضوں نے زیادہ ہمت کی تو صرف معاشرت کی باتوں کو مستثنیٰ کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی جو حکم منصب نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ بے شبہہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ باقی امور وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ تشریعی اور مذہبی نہیں ہوتے" (الفاروق صفحہ ۲۰۹)۔ اس سے سر دست ہم کو غرض نہیں کہ یہ کلام فی نفسہ درست ہے یا نہیں۔ بلکہ اس کلیہ کو تسلیم کر کے سوال پیدا ہوتا کہ اذان کے متعلق آں حضرت صلعم کی رائے یقیناً منصب نبوت کی حیثیت ہی سے تھی۔ بس بے شبہہ خدا

روایت اوپر بیان کیا ہے۔ پس جب وہ رائے خدا کی طرف سے تھی تو پھر حضرت عمر کی رائے کا قابل قبول اور آں حضرت صلعم کی رائے کا مردود ہونا یہی تو بتاتا ہے کہ خدا نے اپنی رائے کے مقابلہ میں حضرت عمر کی رائے کو ترجیح دی یعنی اُس نے اپنی رائے کو حقیر اور حضرت عمر کی رائے کو قابل عمل قرار دیا۔ اسی طرح ازواج نبی کے لیئے پردہ کا حکم بھی منصب نبوت کی حیثیت سے ہی ہوگا۔ تو اس میں رسولخدا صلعم بلکہ خود خدا کیوں اتنے دنوں تک خاموش رہا اور اس نے اس کا موقع کیوں دیا کہ حضرت عمر کو اس پر بارہا خیال ہوا اور اُنھوں نے آں حضرت سے عرض کیا۔ اسی طرح عبداللہ بن ابی پر نماز پڑھنا بھی منصب نبوت کی حیثیت سے تھا بس بے شبہہ خدا ہی کی طرف سے ہوگا۔ پھر کیوں خدا نے حضرت عمر کی رائے کے مطابق رسول صلعم کو حکم دیا کہ ایسے لوگوں پر نماز نہ پڑھا کرو۔ یہ باتیں تین صورتوں سے خالی نہیں ہوسکتیں۔ یا ان تمام مواقع پر آنحضرت کے کل افعال منصب نبوت سے علیحدہ تھے اور خدا نے ان باتوں کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ آں حضرت صلعم نے اپنے دل سے ان کو اختیار کیا۔ اور حضرت عمر نے آپ کے خلاف رائے دی۔ خدا کو آں حضرت صلعم کی رائے ناپسند اور حضرت عمر کی رائے پسند ہوئی اس سبب سے آں حضرت کو حکم دیا کہ حضرت عمر کی رائے مطابق کریں یا ان کل صورتوں میں آں حضرت صلعم نے جو کچھ کیا محض وحی خدا کی تعمیل کی اور حکم خدا کے مطابق اس کو انجام دیا لیکن حضرت عمر نے اسکے خلاف رائے ظاہر کی تو خدا کو ان کی رائے اپنی رائے اپنی تجویز اور اپنی سمجھ سے بہتر معلوم ہوئی اس سبب سے آں حضرت صلعم کو حکم دیا کہ میں نے جو وحی تم پر نازل کی تھی وہ غلط اور خلاف عقل تھی۔ اور عمر جو کہتے ہیں وہی صحیح اور مطابق عقل ہے۔ لہذا میرے حکم کو چھوڑ کر اب عمر کی رائے کے مطابق عمل کرو یا (تیسری صورت) یہ ہے کہ ان روایتوں کو موضوع سمجھیں کہ صرف خوش اعتقادی سے حضرت عمر کا درجہ بڑھانے کے لیئے اور اسکے صلہ میں دنیوی ترقیاں حاصل کرنے کی غرض سے لوگوں نے اُنھیں گڑھا اور اُنکے ہم مذہب سلاطین اور امرا نے اُن کو خوب پھیلایا۔

رسول کا استغفار اور حضرت عمر کا جواب

علامہ سیوطی وغیرہ نے یہ بھی لکھا ہے۔ لما اکثر رسول اللہ من الاستغفار لقوم قال عمر سواء علیھم فانزل اللہ سواء علیھم استغفرت لھم الآیہ۔ جب حضرت رسول خدا صلعم نے ایک قوم کے لیئے بہت زیادہ استغفار کیا تو حضرت عمر نے کہا آپ اُن کے لیئے استغفار کریں یا نہ کریں۔ دونوں برابر ہے۔ اس پر خدا نے یہ آیت نازل کی کہ اے رسول آپ اُنکے لیئے استغفار کریں یا نہ کریں دونوں بات برابر ہے تا آخر آیت (تاریخ الخلفاء ص۸۴) حضرت رسولخدا صلعم کا درجہ نہایت بلند مانا گیا ہے آپ کے القاب میں شفیع المذنبین بھی ہے کہ گناہگاروں کی شفاعت کریں گے۔ اور خدا اُس شفاعت کو قبول کریگا۔ مگر یہ حدیث بتاتی ہے کہ حضرت نے ایک قوم کے لیئے بہت زیادہ استغفار کیا لیکن خدا نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔ اور جب حضرت عمر نے کہہ دیا کہ ان کے لیئے استغفار کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہے تو خدا نے موصوف ہی

حقیقت اس کی نظر میں نہیں تھی تو خدا نے حضرتؐ سے کیوں وعدہ کیا تھا کہ میں تمھاری شفاعت قبول کروں گا۔ اور حضرت کے پہلے ہی استغفار پر کیوں نہ وحی نازل کردی کہ تم کیوں استغفار کر رہے ہو میں تمھاری بات نہیں مانوں گا۔ اور خدا اتنی دیر تک کیوں خاموش رہا کہ جب حضرت عمر نے کہا تو بالکل انھیں الفاظ میں خدا نے بھی آیت اُتار دی۔ اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت رسولِ خدا صلعم کو ذلیل اور حضرت عمر کو مقبولِ درگاہ باری دکھانا چاہا۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ جس طرح حضرت عمر کے متعلق اور روایتیں موضوعیت کی شان سے آراستہ نظر آتی ہیں اسی طرح یہ روایت بھی ہے جو مریدان می پرانند کے اصول پر ایجاد کی گئی۔

واقعۂ افک میں حضرت عمر کی رائے

حضرت عائشہ کے افک کا واقعہ مشہور ہے۔ اس کے متعلق یہ روایت کس درجہ عبرتناک ہے لما استشار الصحابۃ

فی قصّۃ الافك قال عمر من زوجکھا یارسول اللہ۔ قال اللہ۔ قال افتظن ان ربك دلّس علیك فیھا سبحانك ھذا بھتان عظیم فنزلت کذلك۔ جب حضرت عائشہ کے اتہام کے متعلق حضرت رسولِ خدا صلعم نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو حضرت عمر نے کہا اے خدا کے رسول عائشہ کیا تھا آپ کی شادی کس نے کی تھی؟ فرمایا خدا نے۔ تب آپ نے کہا پھر کیا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ خدا نے اُن کے بارے میں آپ کو دھوکا دیا اور فریب میں مبتلا کر دیا؟ آپ کی ذات اس سے بلند ہے اور یہ تو بڑا بہتان ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص۸۳) سرسری نظر سے دیکھئے تو اس میں صرف حضرت عائشہ کی پاکدامنی اور حضرت عمر کی عقیدت و اخلاص کا ذکر ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلعم کی رسالت بلکہ علم و عقل کا پردہ بھی اچھی طرح چاک کر دیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ آں حضرتؐ کی بیوی تھیں اس سبب سے آں حضرتؐ کو اُن کے طبعی حالات۔ ان کے انسانی جذبات۔ ان کے نسوانی مقتضیات کا زیادہ تجربہ ہونا چاہیئے تھا۔ اور آں حضرتؐ کو یہ بھی معلوم تھا کہ خدا نے حضرت عائشہ کی شادی سے قبل اُن کی تصویر ایک ریشمی پردہ پر حضرتؐ کو دکھا دی تھی۔ آں حضرتؐ اس کو بھی جانتے تھے کہ آپ ان پر نہایت درجہ فریفتہ ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ حضرت عائشہ بھی آپ پر فریفتہ رہیں اور آپ کے مقابلہ میں کسی مرد کی طرف نظر بھی نہ کریں۔ اور آں حضرتؐ برابر حضرت عائشہ کو اپنے گھر ہی رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے غیروں کے آنے جانے پر بھی کافی پہرا پڑتا ہوگا۔ اور کل حالات کی اطلاع آپ کو برابر ہوتی رہتی ہوگی۔ باوجود ان امور کے جب مخالفین نے اس اتہام کو مشہور کیا تو حضرتؐ کو بھی اُن کی عفت میں شبہ ہو گیا۔ اور ان باتوں سے آپ اس درجہ متأثر ہوئے کہ حضرت عائشہ سے ملنا تک بند کر دیا۔ ایک ماہ تک اُن سے علیحدہ رہے اور حضرت عائشہ نے یہ رنگ دیکھا تو کھانے پینے سے انکار کر دیا۔ رونے دھونے میں زندگی بسر کرنے لگیں

اتنا زبردست فتنہ قائم ہوگیا اور خدا کا رسول اپنی حرمت کی ذلت سے تلخ ترین زندگی گزارنے لگا
مگر خدا کو حضرت پر رحم نہیں آیا نہ وحی کے ذریعہ سے حضرتؐ کو جناب عائشہ کی پاکدامنی کی خبر کی۔ نہ
الہام کے ذریعہ سے حضرت کو متنبہ کیا کہ یہ سب خبریں غلط ہیں۔ کسی کا اعتبار نہ کرو اور اپنی بی بی عائشہ
کی عزت میں شک و شبہہ نہ کرو نہ ان سے تعلقات منقطع رکھو۔ اور جب وحی و الہام کا دروازہ بند
دیکھ کر اپنی قوت فیصلہ کو عاجز پاکر اور قرائن و دلائل کی راہوں کو مسدود جان کر حضرتؐ نے اپنے
صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت عمر نے بغیر تحقیقات کیے۔ بغیر غور و فکر کیے۔ بغیر شک و شبہہ کو راہ دیے
ہوئے فوراً حضرتؐ سے سوال کیا اور پھر کہہ دیا کہ بھلا یہ ہوسکتا ہے کہ خدا نے آپ کی شادی کے لیے ایسی
عورت تجویز کی ہو؟ حضرت عمر کی زبان سے اس جملہ کا نکلنا تھا کہ فوراً خدا بھی اپنے فرض کی طرف متوجہ
ہوگیا اور اسی وقت انھیں الفاظ میں جو حضرت عمر کی زبان سے جاری ہوئے تھے وحی نازل کردی کہ عائشہ
پاکدامن ہیں کہنے والے جھک مارتے اور محض افترا و بہتان میں مشغول ہیں۔ غور کرو! اچھی طرح سوچو کہ اگر اس سے
حضرت عمر کی ایک فضیلت ثابت ہوئی تو خدا کی کتنی مذمتیں پیدا ہوگئیں کتنے بڑے بڑے الزامات اس پر
قائم ہوگئے۔ اور اس پر اعتراضات کی کتنی بوچھار ہوسکتی ہے۔ اس کے ساتھ حضرت رسولِ خدا صلعم کی عقل
و علم و معرفت و تجربہ و قوت تمیز کا جنازہ بھی کس دھوم سے اٹھایا گیا۔ شانِ رسالت کی مٹی کس درجہ پلید کردی
گئی۔ اور مصداق انک لعلی خلق عظیم کے مزاج و اخلاق کی کیا حقیقت باقی رہ گئی۔

ایک شخص کا قتل اور اس کی براءۃ

علامہ سیوطی وغیرہ یہ بھی لکھتے ہیں اختصم رجلان الی النبی فقضی
بینہما فقال الذی قضی علیہ ردنا الی عمر بن الخطاب
فاتیا الیہ فقال الرجل قضی لی رسول اللہ علی ھذا فقال ردنا الی عمر۔ فقال اکذاک
قال نعم فقال عمر مکانکما حتی اخرج الیکما فخرج الیہما مشتملا علی سیفہ فضرب
الذی قال ردنا الی عمر فقتلہ وادبر الآخر فقال یا رسول اللہ قتل عمر واللہ صاحبی۔
فقال ما کنت اظن ان یجتری عمر علی قتل مومن۔ فانزل اللہ فلا وربک لا یؤمنون
الآیۃ فاھدر دم الرجل وبرئ عمر من قتلہ ولہ شاھد موصول وردتہ فی التفسیر
المسند۔ دو آدمی جھگڑتے ہوئے حضرت رسولِ خدا صلعم کے پاس آئے اور اپنا مقدمہ پیش کیا۔ حضرتؐ نے
دونوں کے درمیان فیصلہ کردیا۔ تب اس شخص نے جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا آں حضرتؐ سے کہا کہ آپ ہم
لوگوں کو حضرت عمر کے پاس واپس کردیں (کہ وہی فیصلہ کریں۔ حضرتؐ نے واپس کردیا) تو دونوں اُن کے پاس
گئے اور جس کے موافق فیصلہ ہوا تھا اُس نے حضرت عمر سے کہا کہ حضرت رسولِ خداؐ نے ہم لوگوں کا فیصلہ کیا تو اُس
شخص نے کہا کہ ہم لوگوں کا مقدمہ حضرت عمر کے پاس بھیجیے۔ حضرت عمر نے پوچھا کیا ایسا کہا ہے؟ اس نے

کو قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر دوسرا شخص آں حضرت صلعم پاس واپس آیا اور کہا یا حضرت عمر نے میرے ساتھی کو مار ڈالا۔ حضرتؐ نے فرمایا مجھے تو اس کا گمان بھی نہ تھا کہ ایک مومن کے قتل کی جرأت عمر کر بیٹھیں گے۔ اس پر خدا نے یہ آیت نازل کی۔ پس اے رسول تمھارے پروردگار کی قسم یہ لوگ سچے مومن نہ ہونگے تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنا حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کر دو اس سے کسی طرح دل تنگ بھی نہ ہوں بلکہ خوش خوش اس کو بھی مان لیں۔ پارہ ۵ ع ۶۔ اس طرح اُس شخص مقتول کا خون رائگاں کر دیا گیا اور حضرت عمر اس کے قتل کی سزا سے چھوڑ دیے گئے۔ (تاریخ الخلفاء ص[illegible])۔ یہ روایت اس غرض سے بنائی گئی کہ معلوم ہو حضرت عمر کی قابلیت اور فضل و کمال کا سکہ لوگوں کے دلوں پر حضرت رسول خدا صلعم سے بھی زیادہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور عامۂ مسلمین آنحضرتؐ کی زندگی میں بھی آں حضرتؐ کے فیصلہ پر راضی نہیں رہتے نہ اُس سے لوگوں کی تشفی ہوتی بلکہ چاہتے کہ ان کے مقدمات کا فیصلہ حضرت عمر ہی کیا کریں۔ مگر اس سے خدا اور رسولؐ کی توہین ہوتی ہے اس سے عام طور پر چشم پوشی کیجاتی ہے۔ اس طرح کہ حضرت عمر نے اُس شخص کو قتل کر دیا اور آں حضرت صلعم نے اس پر افسوس بھی کیا مگر خدا نے حضرت عمر کے قتل کی تائید کر دی۔ اور ان کو قصاص سے بچا لیا۔ یہ صحیح ہے کہ اُس شخص نے جو کہا کہ ہمارا فیصلہ حضرت عمر سے کرا دیجئے۔ اس کا یہ کہنا ایسا جرم نہیں ہے جس پر وہ قتل کا مستحق ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو خود حضرت رسول خدا صلعم صحابہ کو حکم دیتے کہ اس کو قتل کر دو۔ لیکن بجائے اسکے حضرت نے اُس کی خواہش پوری کر دی اور دونوں کو حضرت عمر کے پاس بھیجدیا۔ حضرت عمر نے اس کو قتل کر دیا تو آں حضرتؐ نے انکے اس فعل کو ناپسند کر کے فرمایا کہ مجھے تو اس کا گمان بھی نہ تھا کہ عمر ایک مومن کو قتل کر دینگے۔ مگر خدا نے اپنے ہی مقرر کئے ہوئے قواعد قصاص کو حضرت عمر کی حمایت میں پس پشت ڈال دیا اور آپ کو بری کر کے گویا کہہ دیا کہ حضرت عمر جو چاہیں کریں۔ ان کے لئے خدا کے اصول عدل و انصاف سب معطل کر دئے گئے ہیں۔ وہی کام دوسرے کریں تو دنیا میں قتل بھی کئے جائیں اور آخرت میں ہمیشہ جہنم میں بھی رہیں لیکن وہی فعل حضرت عمر کریں تو دنیا میں بھی چھوڑ دیے جائیں۔ آخرت میں بھی آزاد رہیں بلکہ اُن کے موافق قرآن مجید میں آیت تک نازل کر دی جائے۔ فلیبك علی الاسلام من کان باکیا۔

آپ کے حرام کرنے سے حرام ہو جانا

علامہ سیوطی وغیرہ نے لکھا ہے الاستیذان فی الدخول وذلك انه دخل علیه غلامهٗ وکان نائماً فقال اللھم حرم الدخول فنزلت الاستیذان۔ گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنا بھی حضرت عمر کی رائے سے ہوا۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ آپ سو رہے تھے تو آپ کا غلام آپکے پاس پہونچ گیا۔ اس پر آپ نے جھنجھلا کر کہا اے اللہ تو دخول کو حرام کر دے پس فوراً اجازت طلب کرنے کی آیت اتر پڑی۔ (تاریخ الخلفاء ص[illegible]) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اجازت طلب کرنے کی ضرورت پر نہ خدا کی

محسوس کی تو خدا سے کہا کہ دخول کو حرام کر دے اور خدا نے اس کی تعمیل کی۔ حالانکہ ان کی حرکات و خلافات تو خدا
ہی طے کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت رسول خدا صلعم کو بھی اسکے متعلق چون و چرا کرنے کی اجازت نہیں ہوتی
حضرت عائشہ و حفصہ کی خاطر سے آں حضرت صلعم نے صرف یہ ارادہ کیا تھا کہ اب شہد نہیں کھائیں گے۔
یہ امر تک خدا کو ناگوار ہوا کہ جس چیز کو میں نے حلال کیا ہے اُسے رسُول کیوں حرام کرتے ہیں فوراً آیت
اُتری کہ یاایّھا النّبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک ۵۱

اب دونوں امروں میں مقابلہ کرو کہ حضرت رسول خدا صلعم نے شہد سے کنارہ کشی اختیار کی تو خدا کو اتنا
غصہ ہوا کہ پورا سورہ تحریم ہی نازل کر دیا جس میں گویا آں حضرت پر عتاب ہے۔ لیکن حضرت عمر خدا سے
کہتے ہیں کہ دخول کو حرام کر دے اور خدا فوراً اس کی تعمیل کرتا ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا یا تو
حضرت عمر کو آں حضرت صلعم سے زیادہ دوست رکھتا اور قابل عزت سمجھتا تھا کہ جس امر کی اجازت آں حضرتؐ
کو نہیں دیتا وہ حضرت عمر کے لیئے مُباح کر دیتا۔ یا وہ حضرت عمر سے بہت ڈرتا تھا کہ جو بات آپ کی زبان
سے نکلتی خدا کو اُسے کرنا ہی پڑتا۔ غرض ہر طرح خدا اور رسُول کی ذلت اور غلطی ہی ثابت ہوتی ہے۔ اور اس

۵۱ مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے "ام المومنین سودہ نے حضرت عائشہ اور حفصہ کی صلاح سے آنحضرتؐ
سے کہا آپ نے مغافیر کھایا ہے جو ایک بدبودار گوند ہے۔ آں حضرتؐ کو اس سے بڑی نفرت تھی کہ آپ کے منہ سے
ذرہ بھی کوئی بُری بُو آئے۔ جب حضرت عائشہ اور حفصہ نے بھی یہی کہا کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے تو آپ کو
یقین ہو گیا کہ حقیقت میں کوئی بُری بُو ہے حالانکہ آپ نے حضرت زینب کے پاس صرف شہد پیا تھا۔ آپ نے شہد
اپنے اوپر حرام کر لیا" (انوار اللغۃ پارہ ۱۹ صفحہ ۵۲) اور مولوی شبلی صاحب نے لکھا ہے "ایک دفعہ کئی دن تک آنحضرت
صلعم حضرت زینب کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت زینب کے پاس کہیں سے شہد آ گیا
تھا۔ اُنھوں نے اُن کے سامنے پیش کیا۔ آپ کو شہد بہت مرغوب تھا۔ آپ نے نوش فرمایا۔ اس میں وقت
مقررہ سے دیر ہو گئی حضرت عائشہ کو رشک ہوا۔ حضرت حفصہ سے کہا کہ رسول اللہؐ جب ہمارے یا تمھارے گھر
میں آئیں تو کہنا چاہیئے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ آں حضرتؐ نے قسم کھائی کہ میں شہد نہ کھاؤں گا۔ اس پر
قرآن مجید کی یہ آیت اُتری یاایّھا النّبی الآیہ اے پیغمبرؐ! اپنی بیویوں کی خوشی کے لیئے تم خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام
کیوں کرتے ہو؟ علامہ عینی نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ کو جھوٹ بولنا اور
آں حضرتؐ کے خلاف سازش کرنا کیونکر جائز تھا۔ تو جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کمسن تھیں۔ اسکے علاوہ ان کا مقصود آنحضرتؐ
کو ایذا دینا نہیں تھا۔ بلکہ جیسا کہ عورتیں اپنی سوکنوں کے مقابلہ میں رشک سے تدبیریں کرتی ہیں اسیطرح کی ایک تدبیر تھی" (سیرۃ النبیؐ
جلد ا صفحہ ۲۹۹)۔ مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ کمسنی کی وجہ سے حضرت عائشہ

مصیبت کا علاج اس کے سوائے کچھ نہیں کہ ایسی روایتوں کو گپ اور خوش اعتقادی کا نتیجہ قرار دیا جائے۔

اذان میں ترمیم

اسلامی عبادات کی کل صورتیں خدا کی مقرر کی ہوئی ہیں۔ حضرت رسولِ خداصلعم نے بھی ان میں کوئی اضافہ نہیں کیا یہ کوئی ترمیم پسند کی مگر حضرت عمرؓ کے متعلق ہے ان بلالاً کان یقول اذا اذن اشھد ان لا الٰہ الا اللہ حی علی الصلوٰۃ۔ فقال لہ عمر قل فی اثرھا اشھد ان محمداً رسول اللہ۔ فقال رسول اللہؐ قل کما قال عمر۔ جناب بلال اذان دیا کرتے تھے اور اس کی صورت یہ تھی کہ پہلے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اور اسکے بعد حی علی الصلوٰۃ کہا کرتے۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے بعد اشھد ان محمداً رسول اللہ بھی کہا کرو۔ اس پر حضرت رسول خداصلعم نے بلال سے فرمایا اچھا جس طرح عمرؓ کہتے ہیں اسی طرح اذان دیا کرو (تاریخ الخلفاء ص۵۰) اس سے ثابت ہوا کہ خدا نے اذان میں صرف اپنی گواہی رکھی تھی۔ اور حضرت رسول خداصلعم نے بھی اسی کو پسند کیا تھا۔ مگر حضرت عمرؓ کو یہ اذان اچھی نہیں معلوم ہوئی اور حضرتؐ کی رسالت کی گواہی کا اضافہ بھی چاہا تو حضرت رسول خداصلعم نے خدا کی مقرر کی ہوئی اذان میں اس جزو کو بڑھایا اور اُس وقت سے اذان اسی طرح رائج ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اسلام کے ایک ایک امر کی اصلاح حضرت عمرؓ کرتے تھے تو خدا اور رسولؐ کس کام کے تھے۔ پھر خدا نے حضرت عمرؓ ہی کو یہ مطلق اختیار کیوں نہیں دیدیا تھا کہ تم دنیا اور دین کا جو قاعدہ جس طرح چاہو مقرر کر کے لوگوں کو خبر کردو۔ میں نہ رسول مقرر کروں گا۔ نہ کوئی وحی نازل کروں گا۔ نہ فرشتہ کو بھیجوں گا۔ نہ کسی امر کا طریقہ بتاؤں گا۔ نہ کسی عبادت کی صورت معین کروں گا۔ تم جانو اور دنیا والے جانیں۔

یاساریۃ الجبل کا واقعہ

حضرت ممدوح کے ہواخواہوں نے اس واقعہ کو بھی بڑے اہتمام سے بیان کیا ہے۔ علامہ سیوطی کے الفاظ میں دیکھو عن نافع عن ابن عمر قال وجہ عمر جیشا و رأس علیھم رجلا یدعی ساریۃ۔ فبینا عمر یخطب جعل ینادی یاساریۃ الجبل ثلثا۔ ثم قدم رسول الجیش فسألہ عمر۔ فقال یا امیر المومنین ھزمنا فبینا نحن کذلک اذا سمعنا صوتا ینادی یاساریۃ الجبل ثلاثا فاسندنا ظھورنا الی الجبل فھزمھم اللہ۔ قال قیل لعمر انک کنت تصیح بذلک و ذلک الجبل الذی کان ساریۃ عندہ بنھاوند من ارض العجم قال ابن حجر فی الاصابۃ اسنادہ حسن واخرج ابن مردویہ من طریق میمون بن مھران عن ابن عمر قال کان عمر یخطب

وقع فی خلدی ان المشرکین ھزموا اخواننا وانھم یمرون بجبل فان عدلوا
الیہ قاتلوا من وجد واحد وان جاوزوا اھلکوا فخرج منی ما تزعمون انکم سمعتموہ
قال فجاء البشیر بعد شھر فذکر انھم سمعوا صوت عمر فی ذلک الیوم۔ قال
فعدلنا الی الجبل ففتح اللہ علینا۔ واخرج ابونعیم فی الدلائل عن عمرو بن
الحارث قال بینما عمر یخطب یوم الجمعۃ اذ ترک الخطبۃ فقال یاساریۃ الجبل
مرتین او ثلاثا ثم اقبل علی خطبتہ۔ فقال بعض الحاضرین لقد جُنّ انّہ
لمجنون۔ فدخل علیہ عبد الرحمٰن بن عوف وکان یطمئن الیہ فقال انک لتجعل
لھم علی نفسک مقالاً۔ بینا انت تخطب اذا انت تصیح یاساریۃ الجبل۔ ای شیٔ ھذا؟۔
قال انی واللہ ما ملکت ذلک رایتھم یقاتلون عند جبل یؤتون من بین ایدیھم
ومن خلفھم فلم املک ان قلت یاساریۃ الجبل لیلحقوا بالجبل فلبثوا الی ان جاء
رسول ساریۃ بکتابہ ان القوم لقونا یوم الجمعۃ فقاتلناھم حتی اذا حضرت الجمعۃ
سمعنا منادیا ینادی یاساریۃ الجبل مرتین۔ فلحقنا بالجبل فلم نزل قاھرین لعدوّنا
حتی ھزمھم اللہ وقتلھم۔ فقال اولئک الّذین طعنوا علیہ دعوا ھذا الرجل
فانّہ مصنوع لہ۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے بیان کرتے تھے کہ (ابا جان) حضرتؓ
عمر نے ایک لشکر بھیجا اور اس کا سردار ایک شخص ساریہ نامی کو مقرر کیا۔ اسکے جانے کے بعد ایک روز آپ خطبہ
بیان کر رہے تھے کہ دفعۃً پکارنا شروع کیا اے ساریہ پہاڑ پر۔ اس جملہ کو انھوں نے تین مرتبہ کہا۔ پھر جب اس
لشکر کے حالات بیان کرنے کے لئے وہاں سے قاصد آیا۔ اور حضرت عمرؓ نے واقعات دریافت کیے تو اس نے
کہا اے حضور ہم لوگ تو شکست کھا چکے تھے۔ اور ابھی اسی شکست میں مبتلا تھے کہ دفعۃً ایک چیخنے کی آواز سنائی
دی کہ کوئی منادی ندا کر رہا ہو اے ساریہ جبل پر چڑھ جاؤ۔ اس غیبی آواز نے تین مرتبہ یہی کہا۔ تب ہم لوگوں نے
اپنی پشتوں کو اس پہاڑ سے ملا دیا جس کے بعد خدا نے مشرکوں کو شکست دے دی۔ کہا کہ حضرت عمرؓ سے کہا گیا
آپ ہی اس آواز سے چیخ رہے تھے۔ اور وہ پہاڑ جہاں سردار لشکر ساریہ اس وقت تھا ملک عجم کے شہر نہاوند کے
پاس ہے۔ علامہ ابن حجر نے اصابہ میں بیان کیا ہے کہ اس روایت کی اسناد درست اور حسن ہے اور ابن مردویہ
نے میمون بن مہران کے طریق سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے بیان کرتے تھے کہ (ابا جان) حضرت
عمرؓ ایک جمعہ کو خطبہ بیان کر رہے تھے کہ دفعۃً اپنے خطبہ میں رُخ پھیر دیا اور کہنے لگے اے ساریہ پہاڑ پر چل دو۔
جو شخص بھیڑیے کی نگرانی کرتا ہے ظلم کرتا ہے۔ آپ کا یہ بے موقع کلام سن کر حاضرین گھبرائے اور ایکدوسرے
کا منہ تکنے لگے۔ جب وہ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو لوگوں نے پوچھا یہ آپ خطبہ پڑھتے ہوئے کیا کہنے لگے تھے؟

ایک پہاڑ کی طرف سے گزر رہے ہیں۔ پس اگر وہ لوگ اسی پہاڑ کی طرف ہو جائیں تو ایک ہی طرف سے لڑنا ہوگا۔ اور اگر وہاں سے آگے بڑھ جائیں گے تو سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اسی پر میری زبان سے وہ بات نکلی جس کے بارے میں تم سب کہتے ہو کہ میرے منھ سے سنا ہے۔ اس واقعہ کے ایک مہینہ بعد خوشخبری لے کر قاصد آیا اور بیان کیا کہ ساریہ کے لشکر والوں نے اسی روز اپنے مقام پر حضرت عمر کی آواز سنی تھی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ آواز سننے کے بعد ہم سب پہاڑ کی طرف مڑ گئے جس پر خدا نے ہم لوگوں کو فتح دیدی۔ اور ابونعیم نے دلائل النبوت میں عمرو بن الحارث سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ایک دفعہ جمعہ کے روز حضرت عمر خطبہ بیان کر رہے تھے کہ دفعۃً خطبہ چھوڑ دیا اور دو یا تین مرتبہ پکار کر کہا اے ساریہ پہاڑ پر۔ اس کے بعد اسی خطبہ کو بیان کرنے لگے جسے پہلے ذکر کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر بعض حاضرین کہنے لگے کہ حضرت عمر کو یقیناً جنون کا دورہ ہو گیا ہے یقیناً یہ پاگل ہیں۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف ان کے پاس گئے۔ کیونکہ ان کو اطمینان تھا۔ اور کہا اے حضور! آپ کی کیا حالت ہے کہ لوگوں کو اپنے متعلق برا بھلا کہنے کا سامان کر دیتے ہیں۔ آپ خطبہ بیان کرتے ہوئے یہ کیا چیخنے لگے تھے کہ ساریہ پہاڑ پر چل دو۔ یہ کیا بات تھی۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم جب میں نے ساریہ کے لشکر والوں کو دیکھا کہ ایک پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور ان پر آگے سے بھی حملہ ہو رہا ہے اور پیچھے سے بھی پیسے جا رہے ہیں تو مجھ سے رہا نہیں گیا اور میں نے پکار کر ان لوگوں سے کہا کہ اے ساریہ پہاڑ سے مل جاؤ۔ اس کے بعد مدت تک لوگ اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ ساریہ کا قاصد ان کا خط لیکر آیا جس میں لکھا تھا کہ دشمنوں نے جمعہ کے روز ہم لوگوں پر حملہ کیا تو ہم خوب لڑے یہاں تک کہ جب نماز جمعہ کا وقت پہونچا تو ہم لوگوں نے اچھی طرح سنا کہ ایک منادی پکار کر کہہ رہا ہے کہ اے ساریہ پہاڑ پر یہ بات اس نے دو مرتبہ کہی تو ہم لوگ پہاڑ سے مل گئے جس کے بعد دشمنوں پر حملہ کرتے ہی رہے یہاں تک کہ خدا نے ان سب کو شکست فاش دے دی اور ان کو قتل کر دیا۔ جب ان لوگوں نے جنھوں نے حضرت عمر کی اس بات پر اعتراض کیا تھا اصلی واقعہ سن لیا تو کہا ان کو چھوڑ دو کہ ان کے لئے یہ بات بنائی گئی (تاریخ الخلفاء ص۹۴) ان روایتوں میں اس کا ذکر نہیں کہ یہ واقعہ کس سال کا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کو بھی صاف کر دیا۔ فرماتے ہیں امرہ عمر علی جیش وسیرہ الی فارس سنۃ ثلاث وعشرین فوقع فی خاطر عمر وھو یخطب یوم الجمعۃ ان الجیش المذکور لاقی العدو وھم فی بطن واد وقد ھموا بالھزیمۃ وبالقرب منھم جبل فقال فی اثناء خطبتہ یا ساریۃ الجبل الجبل ورفع صوتہ۔ فالقاہ اللہ فی سمع ساریہ فانحاز بالناس الی الجبل وقاتلوا العدو من جانب واحد ففتح اللہ علیھم ...... وقال خلیفۃ افتتح ساریۃ اصبھان صلحا وعنوۃ فی ما یقال۔ حضرت عمر نے ساریہ کو ایک لشکر کا سردار بنا کر ایران کی طرف

کہ وہ لشکر دشمنوں سے ملا اور وہ ایک وادی کے دامن میں ہیں اور وہ لوگ جنگ کا ارادہ
ارادہ کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں کے قریب ایک پہاڑ ہے۔ یہ خیال کر کے حضرت عمر نے خطبہ کے اثنا میں پکار کر کہا اے ساریہ! پہاڑ۔ چونکہ حضرت عمر نے چیخ کر یہ آواز نکالی اس وجہ سے خدا نے اُن کی آواز کو ساریہ کے کان تک پہونچا دیا جس کے بعد وہ سب لوگوں کو لے کر پہاڑ سے مل گئے اور پورے لشکر نے ایک طرف سے دشمنوں کا مقابلہ کیا پس خدا نے ان لوگوں کو فتح دے دی...... اور خلیفہ نے بیان کیا ہے کہ ساریہ نے اصفہان کو صلح اور جبر سے فتح کیا جیسا لوگوں نے بیان کیا ہے۔ (اصابہ صـ۵۳ جلد ۳)۔ اس روایت کا نتیجہ بھی واضح ہے۔ قابل غور یہ امر ہے کہ حضرت عمر مدینہ میں ہیں اور ساریہ کا لشکر ملک عجم کے شہر نہاوند کے پاس۔ وہاں کے حالات کی خبر حضرت عمر کو کیسے ہو گئی کہ آپ نے مدینہ سے چیخ کر پہاڑ پر چڑھ جانے کی تاکید کی۔ کوئی تار نہیں تھا کوئی وائرلس ٹیلیگراف نہیں تھا۔ اور پھر حضرت عمر کی آواز مدینہ کے باہر تک تو جا نہیں سکتی ہو گی۔ سیکڑوں میل کی مسافت کیسے طے کر گئی کہ ساریہ نے سن لیا اور اس پر عمل بھی کیا۔ سوائے معجزہ یا کرامت کے تو یہ بات نہیں ہو سکتی۔ معجزہ یا کرامت سے یقیناً ہو سکتی ہے اور یہ واقعہ بھی ممدوح کی کرامتوں میں ہی درج کیا گیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ خاص اسی موقع پر یہ کرامت کیوں ظاہر ہوئی۔ آپ کے دوسرے فتوحات میں کیوں ایسا نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکر کو یہ شرف کیوں حاصل نہیں ہوا۔ حضرت رسول خدا صلعم کو متعدد غزوات دسرایا پیش آتے رہے۔ حضرت کے کسی غزوہ یا سریہ میں یہ بات کیوں نہیں ہوئی۔ غزوۂ اُحد میں حضرتؐ نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ مقرر فرمایا تھا کہ وہاں کے ایک خطرناک درّہ کی حفاظت کریں اور وہاں سے ہرگز نہ ٹلیں۔ مگر جب عبداللہ کے لشکر والے لوٹ مار کی غرض سے وہاں سے ہٹ آئے جس سے مسلمانوں کی شکست ہو گئی تو آں حضرت صلعم کو بھی خدا نے یہ کرامت کیوں نہیں عطا فرما دی کہ حضورؐ ان لوگوں کو پکار کر کہتے کہ دیکھو ہٹو نہیں ورنہ شکست ہو جائے گی۔ حالانکہ ایک ہی جگہ آں حضرتؐ بھی تھے اور اس سے قریب ہی عبداللہ بن جبیر کا لشکر بھی تھا۔ باوجود اسکے آں حضرت صلعم نے ان لوگوں کا ہٹنا دیکھا نہ ان لوگوں کو پکار سکے نہ وہ حضرت کی آواز سنکر وہاں ٹھہر سکے۔ آخر کار مسلمانوں کو شکست عظیم ہوئی۔ آں حضرتؐ زخمی ہوئے۔ حضرتؐ کا ہونٹ کٹ گیا۔ دو اگلے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ غرض حضرت کل مصائب میں مبتلا ہوئے مگر خدا نے کسی معجزہ یا کرامت سے آں حضرتؐ کی مدد نہیں کی۔ ہندہ نے جناب حمزہ کا کلیجہ چیر کر نکالا اور چبا گئی لیکن آں حضرتؐ نے اس کو نہ اُس لاش پر جاتے دیکھا نہ لاش کی حفاظت کی حالانکہ اس کے بعد آں حضرت صؐ کو اس کا کمال درجہ صدمہ ہوا۔ اس سے زیادہ حیرت خیز یہ امر ہے کہ حضرت عمر نے تو مدینہ سے نہاوند (ملک عجم) کے لشکر اسکی پریشانی اور آثار شکست کو دیکھ لیا اور آواز دے کر اس کو شکست سے بچا لیا لیکن حضرت رسول خدا صلعم نے غزوۂ بنی مصطلق سے واپس آتے وقت اپنے ساتھ کی سواری پر سے حضرت عائشہؓ کے

حضرت عائشہ کو پیچھے چھوڑ کر چل کھڑا ہوا۔ نہ اسکی اطلاع ہوئی کہ حضرت عائشہ کا ہار فلاں مقام پر گر گیا ہو۔ پکار کر
حضرت عائشہ سے کہہ دیتے کہ اس کو وہاں سے اُٹھا کر اونٹ پر بیٹھو اور قافلہ سے علیحدہ نہ ہو۔ نہ حضرت اس سے
آگاہ ہوئے کہ حضرت عائشہ صفوان بن معطل کے ساتھ ہیں۔ وہیں سے اُن کو پکار دیتے کہ خبردار اس کے
ساتھ نہ آنا ورنہ متہم ہو جاؤ گی۔ نہ خود حضرت کو نظر آیا کہ حضرت عائشہ اور صفوان کیا کر رہے ہیں۔ بلکہ اُنکے
واپس آنے پر جب لوگوں نے اس اہتمام کا ذکر کیا تو آں حضرتؐ کو بھی اُنکے بارے میں شبہہ ہو گیا۔ جو
اسلام کا ایک دردناک حادثہ ہے۔ کیوں نہیں خدا نے حضرت عمر کی طرح حضرت رسول خدا صلعم کو بھی
یہ کرامت عطا فرما دی تھی کہ جس طرح ممدوح نے نہاوند میں ساریہ کے حرکات کو دیکھ لیا اسی طرح آں حضرت صلعم
بھی صرف اپنے پیچھے حضرت عائشہ اور صفوان کے کل افعال کو ملاحظہ فرما لیتے اور اس کرب و پریشانی
سے محفوظ رہتے جس میں اپنی محبوب زوجہ کے متہم ہو جانے کی وجہ سے کتنے دنوں تک بسر کی۔ کیا یہ حیرت خیز
امر نہیں ہے کہ حضرت عمر تو ملک عرب کے مدینہ سے ملک عجم کے نہاوند کا واقعہ بچشم خود دیکھ لیں، لیکن آپ کے
مولا و مقتدا حضرت رسول خدا صلعم اپنے ہی قافلہ میں اپنی بیوی کی حالت تک نہ جان سکیں۔ اس قافلہ کے
صفوان تک کے افعال تک سے غافل رہیں۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا کے ہاں حضرت عمر کا درجہ
رسول خدا صلعم سے اور ساریہ سردار لشکر کا درجہ حضرت عائشہ سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ اور دیکھو غزوہ خندق میں سردی
بڑی سخت تھی۔ کفار کا لشکر اور مسلمانوں کا لشکر ایک ہی جگہ تھا۔ مگر آں حضرت کو اس کی خبر نہیں تھی کہ اُس
وقت کفار کا لشکر کیا کر رہا ہے۔ حضرتؐ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا جا کر قریش کی خبر لاؤ۔ اُنھوں نے کہا
خدا اور رسولؐ مجھے اس زحمت سے معاف رکھیں۔ پھر آں حضرتؐ نے حضرت عمر سے فرمایا تم جا کر خبر لاؤ۔ اُنھوں نے
بھی وہی کہا کہ میں اللہ اور اُسکے رسول سے معافی چاہتا ہوں۔ تب حضرت نے فرمایا اے حذیفہ تم
جاؤ وہ فوراً چلے گئے (تفسیر درمنثور جلد ۵ ص ۱۸۵)۔ اگر حضرت عمر نے اپنی ذاتی قوت سے ملک عجم کے لشکر کی حالت
دیکھ لی تھی تو حضرت رسول خدا صلعم نے چند قدموں کے فاصلہ پر کفار کے لشکر کی حالت کیوں نہیں
دیکھ لی۔ اور اگر خدا نے حضرت عمر کو یہ کرامت عطا کی تو حضرت رسول خدا صلعم کو کیوں اس سے
محروم رکھا؟ کیا یہ روایت یہ نہیں ثابت کرتی کہ حضرت رسول خدا صلعم سے زیادہ حضرت عمر کو
خدا مانتا تھا؟ ورنہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ روایت بھی بالکل وضعی ہے اور محض حضرت عمر کا غیر معمولی درجہ
ثابت کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ خود حضرت عمر کے حالات سے اس روایت کو جانچو تو اس کا قطعی
غلط ہونا مثل آفتاب روشن ہو جائے۔ آپ کی وفات کے متعلق مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں۔
"مدینہ منورہ میں فیروز نام ایک پارسی غلام تھا جس کی کنیت ابولولو تھی۔ اُس نے ایک دن حضرت
عمر سے آکر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ ابن شعبہ نے مجھ پر بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے۔ آپ کم
کرا دیجئے۔

کون سا پیشہ کرتا ہے بولا کہ نجاری۔

بہت نہیں ہے۔ فیروز دل میں سخت ناراض ہو کر چلا آیا۔ دوسرے دن حضرت عمرؓ صبح کی نماز کے لیے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا۔ حضرت عمرؓ کے حکم سے کچھ لوگ اس کام پر مقرر تھے کہ جب جماعت کھڑی ہو تو صفیں درست کریں۔ جب صفیں سیدھی ہو چکتی تھیں تو حضرت عمرؓ تشریف لاتے تھے اور امامت کرتے تھے۔ اُس دن بھی حسب معمول صفیں درست ہو چکیں تو حضرت عمرؓ امامت کے لیے بڑھے۔ اور جوں ہی نماز شروع کی۔ فیروز نے دفعۃً گھات میں سے نکل کر چھ وار کیے جن میں سے ایک ناف کے نیچے پڑا۔ حضرت عمرؓ نے فوراً عبدالرحمان بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کر دیا۔ اور خود زخم کے صدمہ سے گر پڑے۔" (الفاروق جلد ا صفحہ ۲۰۲)۔ کہاں حضرت عمرؓ کی وہ دوربینی کہ ملک عرب میں بیٹھے ہوئے ملک عجم کے لشکر کو دیکھ رہے ہیں کہ آگے سے بھی گھر گیا ہے پیچھے سے بھی محصور ہے۔ اور کہاں یہ کوتاہ بینی کہ مسجد میں قاتل موجود ہے اور وہ خنجر بھی لیے ہوئے ہے مگر حضرت عمرؓ نہ اُس کو دیکھتے ہیں نہ اُس کے ہتھیار کو۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

اگر کہا جائے کہ خدا نے آپ کو اس موقع پر یہ کرامت عطا کی کہ عجم کے لشکر کو آپ نے دیکھ لیا اور قتل کے موقع پر یہ کرامت نہیں دی۔ تو خدا پر بھاری الزام آتا ہے کہ ایک معمولی لشکر کے فتحیاب ہونے کیلئے تو خدا نے اتنا بڑا اہتمام کیا کہ حضرت کو عجم کے لشکر کا انجام دکھا دیا پھر حضرت عمرؓ کی زندگی بچانے کے لیے اس نے یہ کرامت کیوں نہیں دی۔ یہ معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ اسلام کے بڑے فاتح۔ بڑے بادشاہ۔ بڑے مدبر تھے۔ اسلام کو آپ کے وجود کی شدید ضرورت تھی اور آپ کے اُس وقت اُٹھ جانے سے مسلمانوں کو بہت نقصان پہونچا اور ان سب خرابیوں کا ذمہ دار خدا ہے کہ اُس نے سارِیہ کے حال کی طرح فیروز کے حال سے آپ کو خبر نہیں کی اور اس کا وار کام کر گیا۔ بس یا اس واقعہ کو صحیح مان کر مذکورۂ بالا الزامات قبول کیے جائیں۔ یا تسلیم کیا جائے کہ یہ روایت بالکل منگھڑت اور موضوع ہے۔

ایک خاندان کی بے وجہ ہلاکت

علامہ سیوطی وغیرہ نے لکھا ہے عن ابن عمر قال قال عمر بن الخطاب لرجل ما اسمك قال جمرة قال ابن من قال ابن شهاب قال ممن قال من الحرقة قال این مسکنك قال الحرة قال بایها قال بذات لظے۔ فقال عمر ادرك اهلك فقد احترقوا فرجع الرجل فوجد اهله قد احترقوا۔ حضرت کے صاحبزادے بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ایک شخص سے پوچھا تمھارا نام کیا ہے؟۔ اس نے کہا جمرہ (جس کا معنی اُردو میں چنگاری ہے) پوچھ کس کے بیٹے ہو؟۔ کہا شہاب کے (شہاب کا معنی آگ کا شعلہ ہے) پوچھا کس قبیلہ سے؟ کہا حرقہ سے

اسکے کس حصہ میں؟ کہا ذات لظے میں لظے معنی شعلہ)۔ یہ سب سنکر حضرت عمر نے فرمایا جلدی جاکر دیکھو تمہارے گھر والے سب جل گئے۔ وہ شخص دوڑ ہوا آیا تو دیکھا کہ واقعاً اس کے اہل و عیال سب جل گئے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ا صہ۸۶ و ریاض نضرہ جلد ۲ صہ۱۵ وغیرہ) عربی زبان میں جمرہ۔ شہاب اکثر آدمیوں کے نام ہوتے ہیں اور حرۃ۔ ذات لظے مقام کے نام ہیں اور حرقۃ قبیلہ کا نام ہے۔ اور لغوی معنی سب کے آگ ہی سے متعلق ہیں۔ اتفاق سے اُس شخص کا نام جمرہ۔ اس کے باپ کا شہاب۔ اس کے قبیلہ کا حرقۃ۔ اس کے وطن کا حرہ اور اُسکے محلہ کا ذات لظے تھا۔ ان چیزوں کا یہ نام رکھنے میں اُس غریب کا کوئی قصور نہیں تھا اور نہ ان ناموں کا رکھنا کوئی جرم تھا۔ مگر ان کل باتوں کو سنکر حضرت عمر نے کہہ دیا کہ جا تیرے گھر والے سب جل گئے۔ اور فوراً وہ سب واقعاً جل گئے۔ معمولی بات میں اس کے گھر آگ لگ گئی۔ بیوی الگ جلکر مرگئی۔ بچے الگ بھُن کر کباب ہوگئے۔ اور دوسرے لوگ علیحدہ نذر آتش ہوگئے۔ اور یہ سب کیا خدا نے۔ کیونکہ حضرت عمر تو اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے صرف اپنی زبان سے کہہ دیا کہ جا تیرے گھر والے سب جل گئے مگر وہ آگ لکڑی لے کر اس کے گھر نہیں آئے نہ اس میں آگ لگائی نہ ان بیچاروں کو جلایا۔ جلانے کا کام خدا ہی نے تو انجام دیا۔ گویا خدا حضرت عمر سے اتنا ڈرا کہ ان کی زبان سے نکلی ہوئی بات کی اُس نے فوراً تعمیل کردی۔ اس روایت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ حضرت عمر کا درجہ خدا کے ہاں اتنا بلند تھا کہ جو بات ان کے مُنھ سے نکلتی تھی خدا اس کو فوراً انجام دیتا تھا۔ مگر خدا پر جو الزام آیا اس کی پروا نہیں کی گئی کہ خدا کا کتنا بڑا ظلم اور بے رحمی اس واقعہ سے ثابت ہوتی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے خدا بالکل اندھا ہے کچھ نہیں دیکھتا کہ کس کا کیا قصور ہے۔ بے وجہ لوگوں کے ساتھ سفاکی کرتا رہتا ہے۔

دریائے نیل میں آپکی کرامت

یہ واقعہ بھی بہت اہمیت سے بیان کیا جاتا ہے۔ لما فتحت مصر اتی عمرو بن العاص حین دخل یوم من اشہر العجم فقالوا یا ایہا الامیر ان لنیلنا ھذا سنۃ لا یجری الا بہا۔ قال وما ذاک۔ قالوا اذا کان احدی عشرۃ لیلۃ تخلوا من ھذا الشھر عمدنا الی جاریۃ بکر بین ابویھا فارضینا ابویھا وجعلنا علیھا من الثیاب والحلی افضل ما یکون۔ ثم القیناھا فی ھذا النیل۔ فقال لھم عمرو ان ھذا لا یکون ابداً فی الاسلام وان الاسلام یھدم ما کان قبلہ فاقاموا والنیل لا یجری قلیلاً ولا کثیراً حتیٰ ھموا بالجلاء۔ فلما رای ذالک عمرو کتب الی عمر بن الخطاب بذلک۔ فکتب لہ ان قد اصبت بالذی فعلت وان الاسلام یھدم ما کان قبلہ وبعث بطاقۃ فی داخل کتابہ وکتب الی عمرو انی قد بعثت الیک ببطاقۃ فی داخل کتابی فالقھا فی النیل۔ فلما قدم کتاب عمر الی عمرو بن العاص اخذ

فان كنت تجري من قبلك فلا تجر - وان كان الله يجريك
القهار ان يجريك فالقى البطاقة في النيل قبل الصليب بيوم - فاصبحوا وقد اجراه الله
تعالى ستة عشر ذراعا في ليلة واحدة فقطع الله تلك السنة عن اهل مصر الى اليوم۔
جب (حضرت عمر کے عہد خلافت میں) ملک مصر فتح ہوگیا اور اسکے فاتح عمرو بن العاص اس میں داخل ہوئے تو عجمی مہینوں
سے ایک تاریخ کو مصر والوں نے کہا اے امیر اس ملک میں جو دریائے نیل بہتا ہے اس کا ایک دستور چلا آتا ہے
جس کے بغیر یہ بہتا نہیں ہے۔ عمرو عاص نے پوچھا وہ کیا۔ لوگوں نے کہا جب اس مہینہ کی ۱۱ تاریخ ہو جاتی ہے تو ہم لوگ
ایک کنواری لڑکی کے لئے اسکے والدین کے پاس جاتے اور اس کو راضی کر کے وہ لڑکی اس سے لے لیتے ہیں۔
اور اُسے خوب اچھے اچھے لباس نیز زیوروں سے آراستہ کر کے اس نیل میں ڈالدیتے ہیں (جس کے بعد دریا
اچھی طرح بہنے لگتا ہے)۔ عمرو عاص نے ان لوگوں سے کہا اسلام میں تو یہ دستور قائم نہیں رہ سکتا اور اسلام
اپنے قبل کے کل رواج کو مٹا دینے کے لئے آیا ہے۔ ان کی یہ بات سُن کر مصر والے رک گئے اور انھوں نے کنواری
لڑکی دریا میں نہیں ڈالی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دریائے نیل کا بہنا بالکل موقوف ہوگیا۔ اس مصیبت سے نکلنے
کے لئے مصر والوں نے ارادہ کیا کہ وہاں سے جلا وطنی اختیار کرلیں۔ عمرو عاص نے یہ دیکھا تو حضرت عمر بن الخطاب
کو پورے واقعہ سے مطلع کر دیا۔ اور اُن کی رائے دریافت کی۔ حضرت عمر نے ان کو جواب لکھا کہ تم نے جو کیا یہی
درست تھا اور اسلام یقیناً ان تمام رسوم کو مٹا دے گا جو اس کے پہلے سے جاری ہیں۔ اور آپ نے اس خط
کے اندر ایک دوسرا رقعہ لکھدیا اور عمرو عاص کو تاکید کی کہ اس رقعہ کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔ جب
یہ دونوں تحریریں عمرو عاص کے پاس پہونچیں تو انھوں نے اندر والا رقعہ بھی کھول کر پڑھ لیا۔ اس میں لکھا
تھا کہ یہ رقعہ ہے عبد اللہ عمر المومنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کی طرف۔ امابعد اے دریائے نیل اگر
تو اپنی خواہش سے بہتا ہے تو مت بہہ۔ اور اگر تجھے اللہ بہاتا ہے تو خدائے یکتا و قہار سے سوال کر کہ
تجھے بہا رہا ہے۔ عمرو عاص نے وہ رقعہ پڑھ کر دریائے نیل میں ڈالدیا۔ تاریخ معین کو صبح کے وقت لوگ اُٹھے
تو دیکھا کہ (اس رقعہ کی برکت سے) خدا نے دریا کو ایک رات میں سولہ ہاتھ بڑھا دیا۔ اس طرح اللہ نے اہل مصر
کی اس رسم کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص۸۶ و ریاض نضرہ جلد ۲ ص ۱۲) یہ روایت اس غرض سے بنائی
گئی کہ حضرت عمر کی کرامت ظاہر اور خدا کے ہاں آپ کا اعلیٰ درجہ ثابت ہو مگر اس سے خدا کی جو توہین ہوئی
ہے اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ روایت کے الفاظ کہتے ہیں کہ مصر میں یہ رسم اس وجہ سے جاری ہوئی
تھی کہ دریائے نیل اُس وقت تک بہتا نہیں تھا جب تک اُس میں ایک دوشیزہ اور آراستہ لڑکی کی قربانی
پیش نہیں کی جاتی تھی۔ اس کا مطلب یہی تو ہوا کہ خدا ہی نے اس دریا کا جاری ہونا اس قربانی پر موقوف
رکھا تھا۔ کیونکہ اس کا جاری ہونا یا رکنا دونوں خدا ہی اختیار میں تھا۔ اگر وہ چاہتا تو بہتا ورنہ بہنا
تو رکا رہتا۔ مگر

[illegible] دوشیزہ کنواری ہلاک کیجائے۔ جب خدا اُس کے بہنے کا حکم د

پس خدا کی صفت رحمٰن و رحیم اُس وقت کہاں چلی جاتی تھی جب وہ دریائے نیل کے بہنے کو روک دیتا کہ لوگ قحط کے خوف سے پریشان ہو جاتے تھے۔ اور خدا کی یہ صفت اُس وقت بھی کہاں رہتی تھی جب وہ دوشیزہ لڑکی اپنے باپ ماں سے حاصل کیجاتی اور آراستہ کر کے دریا میں ڈال دی جاتی تھی۔ یقیناً یہ رسم کفر و جہالت کی تھی لیکن جب دریائے نیل کا بہنا اسی پر موقوف تھا تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ فعل خدا کا نہیں تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ خدا اتنے دنوں تک یہ ظلم کیوں کرتا رہا کہ دوشیزہ لڑکیاں اس طرح اس میں ڈبوئی جاتیں۔ اگر وہ دریائے نیل کو برابر جاری رکھتا تو اہل مصر کنواری لڑکیوں کی بھینٹ بھی نہ چڑھاتے۔ ان وجوہ سے عقل یہی فیصلہ کرتی ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں بلکہ موضوع ہے اور صرف حضرت ممدوح کا تقرّب الی اللہ دکھلانے کے لئے بنائی گئی ہے۔

دریا پر سے لشکر کا گزرنا

مذکورۂ بالا روایت سے ملتی جلتی یہ بھی ہے روی ان عمر بعث جند الی مدائن کسریٰ وامر علیھم سعد بن ابی وقاص وجعل قائد الجیش خالد بن الولید فلما بلغو شط الدجلۃ ولم یجد وا سفینۃ تقدم سعد وخالد فقالا یا بحر انک تجری بامر اللہ فبحرمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولعدل عمر خلیفۃ اللہ الا خلیتنا والعبور۔ فعبر الجیش بخیلہ وجمالھم الی المدائن ولم تبتل حوافرھا۔ ایک دفعہ حضرت عمر نے مدائن کسریٰ کی طرف ایک لشکر روانہ کیا اور اس کا سردار سعد بن ابی وقاص کو مقرر کیا اور لشکر کا افسر خالد بن ولید کو بنایا۔ جب یہ سب لوگ دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے تو پار ہونے کے لئے کوئی کشتی نہیں ملی اُس وقت سعد بن ابی وقاص اور خالد آگے بڑھے اور دریا سے خطاب کر کے کہا اے دریا تو خدا کے حکم سے بہتا ہے۔ اب تجھ کو حضرت محمد صلعم کی عزت اور حضرت عمر خلیفۂ خدا کے عدل کا واسطہ کہ ہم لوگوں کے عبور کرنے کے لئے راستہ چھوڑ دے۔ اسکے بعد پورا لشکر گھوڑوں اور اونٹوں سمیت دریا میں داخل ہو گیا اور مدائن تک اس طرح چلا گیا کہ جانوروں کے سُم بھیگے تک نہیں (ریاض نضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۵)۔ اس روایت میں یہ امر قابل غور ہے کہ جناب سعد بن ابی وقاص اور خالد نے دریا کو حضرت رسول خدا صلعم کی حرمت اور حضرت عمر کے عدل کا واسطہ دیا ہے کہ تو راستہ چھوڑ دے۔ مگر اس امر سے چشم پوشی کی گئی کہ جناب سعد بن ابی وقاص اور خالد بن ولید کو یہ معلوم کیسے ہوا کہ ان دونوں کا واسطہ دینے سے دریا پھٹ جائے گا۔ کیونکہ ہر شخص دریا سے ڈرتا ہے اور بغیر کشتی کے اسکے اندر سے عبور کرنے کا خیال تک نہیں کرتا پھر ان دونوں صاحبوں کو اُسوقت اس کی امید کیونکر ہوئی کہ ایسا کرنے سے دریا کا پانی ہٹ جائے گا۔ دوسرا امر یہ کہ اگر یہ واقعہ سچا ہو تو حضرت عمر کی

وخالد سے۔ تو یہ برکت انہیں دونوں بزرگوں [illegible]
وہ سب لشکر والے اور وہ سب گھوڑے اونٹ ایسی کرامت والے تھے کہ بغیر کشتی کے دریا عبور کر گئے اور اُن کے سُم تک نہیں بھیگے۔ اس سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہو کہ حقیقت میں یہ امر حضرت عمرؓ ہی کے نام کا تھا کہ آپ کے عدل کا واسطہ دیا گیا تو دریا خشک ہو گیا حضرت رسولخدا صلعم کے نام میں یہ برکت نہیں تھی اسلیئے کہ اگر یہ بات ہوتی تو یہ واقعہ آں حضرت صلعم کے معجزات میں لکھا جاتا۔ یا آں حضرتؐ کے اسم مبارک کے کرامات میں درج کیا جاتا لیکن کسی کتاب میں ایسا نہیں ہے بلکہ خاص حضرت عمرؓ کے کرامات میں موجود ہے۔ مگر اس واقعہ سے حضرت عمرؓ پر یہ زبردست اعتراض ہوتا ہے کہ جب آپ کے نام میں خدا نے یہ اثر پیدا کر دیا تھا تو آپ نے ملک مصر فتح کرنے کے لیئے خشکی کی طرف کا بہت ہی دور دراز راستہ کیوں اختیار کیا جس میں مسلمانوں کا بے حد و حساب مال خرچ ہوا۔ آسانی ینبوع یا جدّہ میں فوجیں بھیجدیتے اور وہ یہی کہہ کر بحر قلزم عبور کر جاتیں اور تھوڑی دیر میں ملک مصر میں داخل ہو کر اس پر نہایت آسانی سے قبضہ کر لیتیں کیونکہ جب دجلہ کا پانی آپ کے عدل کے واسطہ سے ایسا خشک ہو گیا کہ جانوروں کے سُم تک نہیں بھیگے تو بحر قلزم کی کیا مجال تھی کہ کوئی شخص اس میں ڈوب جاتا یا فوج اُسکے عبور کرنے سے عاجز رہتی۔ اگر یہ شبہہ ہو کہ حضرت عمرؓ کو اسکی اطلاع نہیں تھی کہ دریائے دجلہ کو وہ لشکر آپ کا نام لیکر عبور کر گیا تب بھی مشکل حل نہیں ہوتی کیونکہ ملک عجم میں ساریہ کے لشکر کو جب آپنے دیکھ لیا کہ ہر طرف سے گھر گیا ہے اور آپنے پکار کر کہا کہ پہاڑ پر چلے جاؤ۔ تو خود عراق میں (جو عرب ہی کا ایک حصہ ہے) سعد بن ابی وقاص اور خالد کا دریا عبور کر جانا آپ سے کس طرح مخفی رہا ہو گا۔ آپ کو تو اور جلد اطلاع ہو گئی ہو گی کہ دجلہ کے کنارے لوگوں کو کشتیاں نہیں ملیں اور اُن لوگوں نے دریا کو میرے عدل کا واسطہ دیا تو وہ پھٹگیا اور پورا لشکر آسانی سے عبور کر گیا۔ اسی طرح آپ مدینہ کے قریب کسی بندرگاہ پر فوجیں بھیجکر ان کو حکم دیتے کہ سعد بن ابی وقاص اور خالد کی طرح تم لوگ بھی بحر قلزم کو میرا واسطہ دینا وہ خشک ہو جائے گا اور تم سب عبور کر جانا! اگر اس کا موقع نہیں ملا تو کم از کم آپ مصری فتوح کے افسر عمرو عاص کو حکم دیتے کہ سکندریہ فتح کرنے کے بعد وہیں کل فوجیں کو ٹرینین سی (بحر شام یا بحر روم) میں اتار دیتے۔ وہ سب حضرت عمرؓ کا نام لیکر پورا سمندر عبور کر جاتے اور یورپ میں داخل ہو کر پورے برِّ اعظم پر اسلامی جھنڈا نصب کر دیتے جناب مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں "ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ عمرو بن العاص نے بحر روم و بحر قلزم کو براہ راست ملا دینے کا ارادہ کیا تھا چنانچہ اس کے لئے موقع اور جگہ کی تجویز بھی کر لی تھی اور چاہا تھا کہ فرما کے پاس سے جہاں سے بحر روم و بحر قلزم میں صرف ۷۰ میل کا فاصلہ رہ جاتا ہے نہر نکال کر دونوں دریاؤں کو ملا دیا جائے لیکن حضرت عمرؓ کو جب اُن کے ارادے سے اطلاع ہوئی تو ناراضامندی ظاہر کی اور لکھ بھیجا کہ اگر ایسا ہوا تو یونانی جہازوں میں آکر حاجیوں کو اڑا لیجائینگے۔ اگر عمرو بن العاص کو اجازت ملی ہوتی تو نہر سوئز کی ایجاد کا فخر درحقیقت عرب کے حصے میں آتا" (الفاروق جلد ۲ حصہ) مگر جب حضرت عمرؓ کے نام میں [illegible]

جہازوں کے تم تک نہ آئیں لکھے تھے تو حضرت عمر یونانیوں سے بے وجہ ڈرے۔ اول تو یوں بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر نہر سویز اُس زمانہ میں کھد گئی ہوتی تو یونانی جہازوں میں آکر حاجیوں کو کیونکر اڑا لے جاتے۔ اب تو نہر سویز موجود ہے اور ہزاروں جہاز بحر روم سے بحر قلزم میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ کتنے جہازوں نے آکر حاجیوں کو اڑایا؟۔ لیکن اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس زمانہ میں ایسا ہوتا جب بھی حضرت عمر کے خوفزدہ ہونیکی وجہ نہیں تھی کیونکہ آپ سب مسلمانوں سے کہہ دیتے کہ جب کوئی دشمن جہاز پر سوار ہو کر اس ملک میں آئے اور یہاں کے کسی شخص یا کسی چیز کو لیکر اڑا لے جانا چاہے تو تم لوگ فوج کی صورت میں آگے بڑھنا اور میرے عدل کا واسطہ دے کر بحر قلزم میں کود پڑنا۔ اس کا پانی تم لوگوں کے لئے خشک ہو جائے گا اور آسانی سے یونانی جہازوں کو پکڑ لینا۔ مختصر یہ کہ ایسے شبہات ثابت کرتے ہیں کہ یہ روایت بھی موضوع ہے اور اسی وجہ سے مولوی شبلی صاحب نے دریائے دجلہ کے خشک ہو جانے اور لشکر کے عبور کر جانیکی کرامت اپنی کتاب میں لکھی ہی نہیں۔

ایک عجیب قصہ جناب ممدوح کی کرامتوں میں یہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ان عمر کتب الی سعد بن ابی وقاص وھو بالقادسیۃ یقول له وجہ نضلۃ بن معاویۃ الانصاری الی حلوان العراق لیغزو علی ضواحیھا۔ فبعث سعد نضلۃ فی ثلث مأتہ فارس۔ فخرجوا حتی اتوا حلوان العراق فاغار علی ضواحیھا واصابوا غنیمۃ وسبیا فاقبلوا یسوقونھا حتی ارھقھم العصر وکادت الشمس تغرب فلجأ نضلۃ السبی والغنیمۃ الی سفح الجبل ثم قام فاذن فقال اللہ اکبر اللہ اکبر فاذا مجیب من الجبل یجیبہ کبرت کبیرا یا نضلۃ ثم قال اشھد ان لا الٰہ الا اللہ قال کلمۃ الاخلاص یا نضلۃ۔ ثم قال اشھد ان محمدا رسول اللہ۔ قال ھو الذی بشرنا بہ عیسی بن مریم وعلی راس امتہ تقوم الساعۃ۔ فقال حی علی الصلٰوۃ۔ فقال طوبی لمن مشی الیھا وواظب علیھا۔ قال حی علی الفلاح۔ قال افلح من اجاب۔ قال اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ۔ قال اخلصت الاخلاص کلہ یا نضلۃ حرم اللہ بھا جسدك علی النار۔ فلما فرغ من اذانہ قاموا۔ فقالوا من انت یرحمك اللہ ملك انت ام من الجن او طائف من عباد اللہ۔ قد اسمعنا صوتك فارنا صورتك فان الوفد وفد رسول اللہ ووفد عمر بن الخطاب قال فانفلق الجبل عن ھامۃ کالرحا ابیض الراس واللحیۃ علیہ طمران من صوف۔ قال السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فقالوا وعلیك السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ من انت یرحمك اللہ۔ قال زریب ابن برثملا وصی العبد الصالح عیسی بن مریم اسکننی ھذا الجبل

قولوا یا عمر سدد و قارب فقد دنا الامر [illegible]

عمر اذا ظهرت هذه الخصال فی امة محمد فالهرب الهرب ..... ثم غاب عنهم
فلم یروه ـ فکتب نضلة بذلك الی سعد وکتب سعد بذلك الی عمر فکتب الیه عمر
سر انت ومن معك من المهاجرین والانصار حتی تنزلوا بهذا الجبل فان لقیته
فاقرئه منی السلام ـ فخرج سعد فی اربعة آلاف من المهاجرین والانصار حتی نزلوا
ذلك الجبل ومکث اربعین یوما ینادی بالصلاة فلا یجدون جوابا ولا یسمعون
خطابا ـ جب جناب سعد بن ابی وقاص قادسیہ میں تھے تو حضرت عمر نے ان کو لکھا کہ تم نضلہ بن معاویہ
انصاری کو حلوان عراق کی طرف روانہ کرو کہ وہ اُسکے اطراف میں جاکر لوگوں پر حملہ کریں۔ سعد نے
تین سو سواروں کے ساتھ نضلہ کو اُن اطراف میں روانہ کردیا۔ وہ لوگ وہاں سے چلکر حلوان عراق میں
پہونچے اور اُسکے اطراف میں لوٹ مار کا سلسلہ جاری کردیا اور بہت سا مال غنیمت حاصل اور قیدی گرفتار
کیا۔ ان سب کو لیکر روانہ ہوئے یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا اور آفتاب غروب ہونے کے قریب
پہونچ گیا۔ مجبوراً نضلہ نے قیدیوں اور اموال غنیمت کو پہاڑ کے کنارے محفوظ کردیا اور کھڑے ہوکر اذان دینے
لگے۔ الله اکبر۔ الله اکبر ہی کہنے پائے تھے کہ ناگاہ پہاڑ کے اندر سے ایک شخص نے آواز دی۔ اے نضلہ
تم نے اچھی تکبیر کہی۔ پھر نضلہ نے کہا اشہد ان لا الہ الا الله۔ اس پر بھی اس غیبی شخص نے پکار کر کہا اے
نضلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے۔ پھر کہا اشہد ان محمدا رسول الله۔ اب اس غیبی شخص نے کہا یہی وہ بزرگ ہیں
جن کی خوشخبری ہمیں جناب عیسیٰ بن مریم نے دی تھی اور اُنھیں کی امت کے خاتمہ پر قیامت ہوگی۔ پھر نضلہ نے
کہا حی علی الصلوٰۃ۔ اس پر اس غیبی شخص نے کہا کیا خوب انجام ہے اس شخص کا جو نماز کی طرف چلے اور اس کی
پابندی کرے۔ پھر نضلہ نے کہا حی علی الفلاح۔ اس پر اس غیبی شخص نے کہا جو شخص اس کو مان لے وہ بہت
کامیاب ہے۔ پھر نضلہ نے کہا الله اکبر الله اکبر۔ لا الہ الا الله۔ اس پر غیبی بولنے والے نے کہا اے نضلہ تم نے پورے اخلاص
کو ظاہر کیا۔ اس وجہ سے خدا تمھارے بدن کو آگ پر حرام کردے۔ پھر جب نضلہ اپنی اذان سے فارغ ہوئے تو سب لوگ
کھڑے ہوگئے اور اس غیبی آواز کو مخاطب کرکے کہا اے بھائی خدا تم پر رحم کرے تم کون ہو؟ فرشتہ ہو یا جن ہو۔ یا
بندگان خدا سے کوئی طائفہ ہو؟ ہم سب لوگوں نے تمھاری آواز تو سنی۔ اب اپنی صورت بھی دکھا دو کیونکہ
یہ حضرت رسولخدا صلعم کی فوج اور حضرت کا لشکر ہے۔ اس بات پر پہاڑ شگافتہ ہوا اور اُسکے اندر سے ایک اُلّو
(یا ایک سر)[1] نکلا جو چکی ایسا تھا۔ اس کا سر اور ڈاڑھی دونوں سفید تھے۔ اسکے اوپر دو پرانے بوسیدہ اونی کپڑے

[1] ہامہ کا معنی اُلّو بھی ہے اور سر بھی۔ چونکہ اسکے بعد ہے کہ اس ہامہ کا سر سفید تھا اس سبب سے اس جگہ ہامہ سے مراد غالباً اُلّو ہی
ہوگا۔ مولوی وحید الزماں خانصاحب نے لکھا ہے "ہامہ اُلّو کو کہتے ہیں۔ عرب لوگ اس کو منحوس سمجھتے اور کہتے کہ جو شخص قتل

تھے۔ اس نے نکل کر کہا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ نضلہ اور اُن کے ساتھیوں نے جواب دیا۔ وعلیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ پھر پوچھا آپ کون ہیں خدا آپ پر اپنی رحمت نازل کرے۔ اس نے کہا "میں زریت بن برثملا عبد صالح حضرت عیسیٰ ابن مریم کا وصی ہوں۔ اُنھوں نے مجھے اس پہاڑ میں سکونت اختیار کرنے کو کہا اور میرے لیئے طول عمر کی دعا کی کہ جبتک وہ آسمان سے دنیا میں دوبارہ نازل ہوں اُس وقت تک میں زندہ رہوں۔ تم سب لوگ میرا سلام عمر سے کہہ دینا اور یہ پیغام بھی پہونچا دینا کہ اے عمر ٹھیک طرح سے چلو اور سب کو برابر حصہ دو کیونکہ قیامت قریب ہے۔ اور تم لوگ میری ان باتوں کی خبر بھی ان کو کر دینا جن کی اطلاع میں تم لوگوں کو دیئے دیتا ہوں۔ اے عمر جب حضرت محمدؐ کی امت میں یہ خصلتیں ظاہر ہو جائیں تو دیکھو بھاگ جانا۔ بھاگ جانا اسکے بعد بہت سی نصیحتیں کرکے وہ آگویا سر غائب ہو گیا اور پھر ان لوگوں نے اس آگویا اس سر کو نہیں دیکھا۔ نضلہ نے اس عجیب و غریب واقعہ کی اطلاع سردار فوج سعد بن ابی وقاص کو دی اور اُنھوں نے اس حادثہ سے حضرت عمر کو باخبر کر دیا۔ اس کے جواب میں حضرت عمر نے سعد بن ابی وقاص کو لکھ بھیجا کہ تم اور تمھاری فوج میں جس قدر مہاجرین و انصار ہیں سب اُس طرف جاؤ اور جب اُس پہاڑ کے پاس پہونچو تو اتر پڑو۔ وہاں اگر اس آگویا سر سے ملاقات ہو تو اُس کو میرا بھی سلام کہہ دو۔ سعد بن ابی وقاص مہاجرین و انصار کی چار ہزار فوج کے ساتھ اس طرف روانہ ہوئے یہانتک کہ اس پہاڑ کے پاس اتر پڑے اور چالیس دن تک وہاں ٹھہر کر نماز کی منادی کرتے رہے مگر ان کو نہ کسی بات کا جواب ملا اور نہ اُنھوں نے کوئی خطاب سنا (ریاض نضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۱) یہ روایت اس غرض سے بنائی گئی کہ معلوم ہو حضرت عمر کا درجہ اتنا بڑا تھا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے وصی زریت بن برثملا نے آپ کو غائبانہ سلام کہلایا اور اُن کو چند نصیحتیں کیں۔ مگر اس سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اُنکی طرف روایت کے وضع کرنے والوں کی توجہ نہیں ہوئی مثلاً حضرت عیسیٰ کے وصی و خلیفہ کا نام شمعون تھا چنانچہ مورخین نے لکھا ہے:۔ از جملہ وصایائے عیسیٰ یکے آں بود کہ خدائے تعالیٰ مرا امر فرمودہ است کہ شمعون را بر شما خلیفہ گردانم و حواریاں خلافت وے قبول کردند۔ حضرت عیسیٰ کی وصیتوں سے ایک یہ بھی تھی کہ فرمایا خدائے تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ شمعون کو تم لوگوں پر اپنا خلیفہ مقرر کروں اور آپ کے حواریوں نے ان کی خلافت قبول بھی کر لی۔ (روضۃ الصفا جلد ا صفحہ ۱۸۴) پس اگر زریت بن برثملا حضرت عیسیٰؑ کے وصی ہوتے تو اُن کا نام تاریخ کی کتابوں میں ضرور ہوتا۔ لطف یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کے ۱۲ حواری (خاص دوست۔ رفیق۔ ہمدرد۔ مددگار) تھے ان کے نام یہ ہیں شمعون الصفا۔ اندراؤس۔ یعقوب بن زندی۔ شمعون۔ القناتی۔ یعقوب بن حلفی۔ بولوس۔ یوحنا۔ برتولوماؤس۔ لوقا۔ متی مارقوس۔ یہودا۔ ان میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۴)

ے لیا جاتا ہے تو اُڑ جاتی ہے" (انوار اللغۃ پارہ ۲۷ صفحہ ۲۳۰) لیکن اگر ہامہ کا معنی سر یا کھوپڑی ہی قرار دیا جائے تو معنی

کوئی بھی زربت بن برتملا نہیں ہے۔ پس یہ زربت بن برملا کون اور ایسے وصی جناب عیسیٰ کے جن کا ذکر نہ آپ کے وصیّوں میں ملتا ہے نہ آپ کے حواریوں میں آپ کا پتہ ملتا ہے۔ تاریخ کی بڑی معتبر کتاب تاریخ طبری ہے اس میں بھی حضرت عیسیٰؑ کے ان وصی کا ذکر نہیں ملا۔ دوسرا امر قابل غور یہ ہے کہ زربت بن برملا کا سر یا چہرہ اس وقت کیوں نظر نہیں آیا۔ اور بجائے اس کے ایک ہامہ (الو یا کھوپڑی) کیوں دکھائی دیا۔ تیسرا امر یہ کہ جب حضرت عمرؓ نے اس کو جواب سلام کہلا بھیجا اور سعد بن ابی وقاص چار ہزار مہاجرین و انصار کے ساتھ وہاں گئے اور چالیس روز تک ٹھہر کر برابر چیختے اور نماز کی صورت میں منادی کراتے رہے تو اب وہ شخص کیوں نہیں آیا بلکہ پہلے سے جلد تر اب اس کو وہاں پہونچنا چاہیئے تھا کیونکہ حضرت عمرؓ نے خود اس کو جواب سلام بھیجا تھا۔ اگر وہ واقعاً حضرت عمرؓ کی عزت کرتا تھا تو اس کو اس دفعہ وہاں پہونچنا اور حضرت عمرؓ کا پیغام سننے میں زیادہ مستعدی دکھانی چاہیئے تھی۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ نضلہ ابن معاویہ کی تعظیم کے لیے اس کی فوج کی آواز سنکر پہونچ گیا اور حقیقت میں اُسی کی کرامت ظاہر کرنی چاہی کہ وہاں خود سے آیا۔ خود ہی ان لوگوں سے باتیں کیں اور خود ہی اُن کو اپنی کھوپری دکھائی لیکن سعد بن ابی وقاص کے پہونچنے اور حضرت عمرؓ کا جواب آنے پر اس نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ یہ لوگ چالیس روز تک چیختے چلاتے اور منادی کرتے رہ گئے مگر اب اُس نے ان کی ایک بات کی طرف بھی توجہ نہیں کی۔ اس سے تو درحقیقت حضرت عمرؓ کی توہین اور ذلت ثابت ہوتی ہے کہ آپ کے خاص قائم مقام وہاں جاکر اس کو جواب سلام پہونچانے کے لیئے بلاتے رہے۔ مگر اُس نے نہ اُن کو قابل خطاب سمجھا اور نہ حضرت عمرؓ کو اس قابل جانا کہ اُن کا سلام قبول کرے۔ اتنی خرابیوں کے بعد بھی یہ روایت حضرت کے فضائل میں شد و مد کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ "عالم ربانی۔ جنید زمانی۔ محمد اسمعیل بخاری ثانی۔ عالم اوحد و فاضل امجد۔ یگانۂ عصر و یکتائے دہر" مولوی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی اپنی مشہور کتاب ازالۃ الخفاء میں نقل کیا ہے (دیکھو کتاب مذکور مقصد دوم ص۱۶۷)

آسمانی آواز

یہ روایت بھی قابل لحاظ ہے:۔ عن خوات ابن جبیر قال اصاب الناس قحط شدید علی عھد عمر فامرھم بالخروج الی الاستسقاء۔ فصلی بھم رکعتین وخالف بین طرفی ردائہ فجعل الیمین علی الیسار والیسار علی الیمین ثم بسط یدیہ وقال اللھم انا نستغفرک ونستعینک فما برح حتی مطروا۔ فبینما ھم کذالک اذا قدم الاعراب فاتوا عمر فقالوا یا امیر المومنین بینا نحن فی بوادینا فی یوم کذا فی ساعۃ کذا اذ اظلتنا غمامۃ فسمعنا فیھا صوتا وھو یقول اتاک الغوث ابا حفص۔ اتاک الغوث ابا حفص۔ خوات بن جبیر بیان کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا

پڑھو۔ وہاں آپ نے ان لوگوں کو نماز استسقا کی دو رکعتیں پڑھائیں پھر ہاتھ پھیلا کر دعا کی کہ اے خدا ہم تجھ سے
اپنی خطاؤں کی مغفرت چاہتے اور تیری مدد کی درخواست کرتے ہیں۔ ابھی آپ اسی طرح دعا کرتے تھے کہ فوراً
پانی اچھی طرح برسنے لگا۔ وہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ دیہاتوں کے کچھ بدوی لوگ وہاں پہونچے اور حضرت
کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ اے امیرالمومنین ہم لوگ فلاں تاریخ میں فلاں وقت پر اپنے اپنے میدانوں میں
تھے کہ دفعتاً ہم لوگوں کے سروں پر ایک ابر آ گیا۔ اُسکے بعد ہم لوگوں نے سنا کہ اس ابر کے اندر سے ایک آواز آتی ہے کہ
اے ابوحفصہ (عمر) تمھارے پاس مدد آگئی۔ اے ابوحفصہ (عمر) تمھارے پاس مدد آگئی۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۱۶۶)
کس درجہ مضحکہ خیز روایت ہے کہ حضرت عمر نے دعا کی۔ نماز استسقا پڑھی۔ خدا سے مدد کی دعا مانگی۔ لیکن آپکو
وہاں کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ اور نہ وہاں کے مسلمانوں نے کوئی آواز سنی۔ لیکن وہاں سے بہت دور مختلف
مقامات کے دیہاتوں میں وہاں کے باشندوں نے ابر بھی دیکھا اُس سے آواز نکلتے بھی سنی اور یہ بھی سنا کہ وہ آواز
حضرت کو خطاب کرکے کہتی ہے کہ مدد آگئی۔ مدد آگئی۔ اگر حضرت عمر کے جواب میں ہاتف غیبی نے کچھ کہا تھا تو اس
ابر کو مدینہ میں آنا چاہیے تھا۔ وہاں کے مسلمانوں کو وہ آواز سننی تھی۔ اور خاص کر حضرت عمر کے سر پر آکر اس
آواز کو شور مچانا تھا تاکہ آپ بھی سنتے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی خبر ہو جاتی کہ خدا نے حضرت عمر کے استغاثہ کا
جواب بھیجدیا۔ کیا کہ جواب تو دیا جا رہا ہے حضرت عمر کو اور اس کی آواز سنائی جا رہی ہے دور دراز کے دیہاتی
عربوں کو جہاں سے حضرت عمر تک نہ وہ آواز پہونچی نہ ان کو یقین ہوا کہ ان کے جواب میں خدا نے کوئی بات کہی۔
جب خدا کو کبھی ناک پر وحی نازل کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا جیسا کہ فرمایا ہے واوحی ربك الی النحل پروردگار
نے شہد کی مکھی پر وحی کی (پ ۱۴ ع ۱۵) تو خود حضرت عمر کو مخاطب کرکے اتاك الغوث کہنے میں کیا مانع ہوا
اس کے سوا کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ روایت موضوع ہے اور صرف خوش اعتقاد لوگوں کی ایجاد ہے۔

خلیل ثانی کی ملاقات

یہ روایت بھی ذکر کی جاتی ہے لما دخل ابو مسلم الخولانی المدینۃ
من الیمن وکان الاسود بن قیس الذی ادعی النبوۃ بالیمن
حرص علیہ ان یشہد انہ رسول اللہ فابی۔ فقال اتشہد ان محمداً رسول اللہ۔ قال نعم۔
فامر بتاجیج نار عظیمۃ فالقی فیہا ابومسلم فلم تضرہ فامر بنفیہ من بلادہ فقدم المدینۃ فلما
دخل من باب المسجد قال عمر ھذا صاحبکم الذی زعم الاسود الکذاب انہ یحرقہ فنجاہ اللہ
منہا۔ ولم یکن القوم ولا عمر سمعوا قضیتہ ولا راوہ ثم قام الیہ واعتنقہ وقال الست عبد اللہ
بن ثوب۔ قال بلی۔ فبکی عمر ثم قال الحمد للہ الذی لم یمتنی حتی ارانی فی امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
شبیہا بابراہیم الخلیل علیہ السلام۔ جب ابومسلم خولانی یمن سے آکر مدینہ میں داخل ہوا اور
اسود بن قیس جس نے ملک یمن میں نبوت کا دعوی کیا تھا اس پر یہ بات پیش کی تھی کہ وہ بھی اس (اسود

کہا ہاں۔ اسود بن قیس نے حکم دیا کہ آگ کا انبار کیا جائے اور اس میں ابو مسلم ڈال دیا گیا۔ مگر آگ نے اس کو کچھ بھی نقصان نہیں پہونچایا۔ یہ دیکھ کر اسود بن قیس نے حکم دیا کہ ابو مسلم کو یمن سے جلا وطن کر دیا جائے۔ لہٰذا وہاں سے نکل کر وہ مدینہ میں پہونچا۔ یہاں جب وہ باب مسجد سے داخل ہوا تو حضرت عمر نے کہا اے مسلمانوں! یہی تمہارا وہ ہم مذہب مسلمان بھائی ہے جس کے بارے میں اسود کذاب نے چاہا تھا کہ آگ میں جلا دے مگر خدا نے اس کو اس آگ سے بچا دیا۔ حالانکہ اس کے واقعہ کو اس وقت تک نہ حضرت عمر ہی نے سنا تھا اور نہ مدینہ کے مسلمانوں ہی نے اور نہ ان لوگوں نے اس کی صورت دیکھی تھی۔ اس کے بعد حضرت عمر کھڑے ہو کر اس کے گلے سے لپٹ گئے اور کہا کہ کیا تم عبد اللہ بن ثوب نہیں ہو؟ اس نے کہا ہاں میں ہی وہ ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر رونے لگے پھر کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اس وقت تک موت نہیں دی جب تک حضرت محمدؐ کی امت میں حضرت ابراہیمؑ کا مثل و نظیر مجھے نہیں دکھا دیا (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ صـ۱۶۷) یہ روایت اس لئے بنائی گئی کہ معلوم ہو حضرت عمر کو علم غیب حاصل تھا۔ اور ابو مسلم کے واقعہ کو انھوں نے بغیر دیکھے بغیر سُنے خود ہی بیان کر دیا۔ مگر لطف یہ ہے کہ یہی حضرات بڑے زور شور سے بیان کرتے ہیں کہ غیب کا علم خدا کے سوائے کسی کو نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ حضرت رسُول خدا کے بارے میں بھی وہ یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت اس سے محروم تھے۔ غیب کا علم خدا کے سوائے کسی کو ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ مسئلہ شروع سے مسلمانوں کے درمیان معرکۂ جنگ و جدال بنا رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلعم کو بھی علم غیب خدا کے عطیہ کے طور پہ حاصل تھا۔ اور اہل سنت خصوصاً اہل حدیث حضرات اس سے برابر انکار کرتے اور کسی طرح تسلیم نہیں کرتے ہیں بلکہ دعویٰ کرتے ہیں کہ علم غیب خدا کے مخصوصیات سے ہے۔ باوجود اس کے حضرت عمر کے بارے میں ایسی روایت صرف ذکر ہی نہیں کرتے بلکہ اس کی صحت پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر کا درجہ حضرت رسول خدا صلعم سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ [1]

مالک اشتر کیلئے بددعا

اسی طرح کا یہ واقعہ بھی ہے عن عبد اللہ بن مسلمۃ قال دخلنا علی عمر معشر وفد مذحج وکنت من اقربھم منہ مجلسا فجعل عمر ینظر الی الاشتر ویصوب فیہ نظرہ۔ ثم قال لی امنکم ھذا فقلت نعم۔ قال قتلہ اللہ وکفی اللہ امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شرہ واللہ

---

[1] لطف یہ ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی بھی اہل حدیث بلکہ پیشوائے فرقۂ اہل حدیث مانے جاتے ہیں مگر حضرت عمر کا علم غیب ...

انی لاحسب منه للمسلمین یوما عصیبا قال فکان ذلک منه بعد عشرین سنة -

عبد اللہ بن مسلمۃ بیان کرتے تھے کہ ہم لوگ قبیلہ مدحج کے وفد ایک دفعہ حضرت عمر کے پاس حاضر ہوئے اور میں ہی حضرت عمر کے پاس بیٹھا تو حضرت عمر مالک اشتر کی طرف تکنے اور بار بار ان کو گھورنے لگے۔ پھر مجھ سے فرمایا یہ شخص (مالک اشتر) بھی تم ہی لوگوں سے ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ تب آپ نے فرمایا خدا اس کو قتل کرے اور اللہ اس کے شر و فساد سے محمدؐ کی اُمت کو بچائے۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ ایک روز مسلمانوں کو اس شخص سے بہت سخت دن دیکھنا ہوگا۔ جیسا حضرت عمر نے فرمایا تھا بیس سال کے بعد ویسا ہی واقع ہوا (ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص ۱۶۹) یہ مالک اشتر وہی ہیں جو حضرت علیؑ کے لشکر کے بہادر تھے اور جنگ صفین میں ان کے قابل قدر کارنامے ہوئے۔ حضرت عمر نے بد دعا دی کہ خدا ان کو قتل کرے اور مسلمانوں کو ان کی تلوار سے بچائے۔ روایت وضع کرنے والوں نے صرف یہ دیکھا کہ اس سے آپ کا علم غیب ثابت ہوگا لہٰذا بنا دیا مگر یہ نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھ آپ کی توہین بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ آپ نے خدا سے دعا کی کہ مالک اشتر کو قتل کرے لیکن خدا نے آپکی دعا قبول نہیں کی نہ مالک اشتر کو قتل کیا اور نہ ان کی تلوار سے مسلمانوں کو بچایا۔ حالانکہ حضرت عمر نے پانی برسنے کی دعا کی تو جنگلوں میں خدا نے پکارا کہ ابوحفصہ مدد تمھارے پاس آگئی۔ پھر خدا نے مالک اشتر کے قتل کے بارے میں حضرت عمر کی دعا کیوں نہیں سنی؟ اور اسی وقت ان کو قتل کیوں نہیں کر دیا، اور مسلمانوں کو ان کی تلوار سے امان کیوں نہیں دی؟ دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ جب حضرت عمر جانتے تھے کہ ان سے مسلمانوں میں خونریزی ہوگی تو اسی وقت اُن سے کیوں نہ کہا کہ مرجاؤ اور وہ مرجاتے۔ جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ایک شخص حجرہ سے کہدیا تھا کہ جا دیکھ تیرے سب گھر والے جل گئے اور واقعاً وہ سب جل گئے تھے۔ (حالانکہ حجرہ سے کسی کو نقصان پہونچنے والا نہیں تھا ...)

آپ کی موت پر اسلام کا گریہ

یہ حدیث بھی بیان کی جاتی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا قال لی جبرئیل لیبک الاسلام علی موت عمر - اسلام کو چاہئے کہ جب عمر مریں تو ان پر گریہ و بکا کرے (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۴۶) اسلام کے سردار تو حضرت رسول خداؐ ہیں۔ اس وجہ سے حضرت کی وفات پر اسلام کا رونا زیادہ مناسب تھا مگر اس مضمون کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ اور حضرت عمر کے لئے یہ حدیث ہے جس کا مطلب بادی النظر میں یہی نکلتا ہے کہ حضرت عمر کا درجہ حضرت رسُول خدا صلعم سے بڑھا ہوا تھا۔ اس وجہ سے اسلام ان پر روئے۔ اُن کا ماتم کرے۔

خدا کا مصافحہ

یہ روایت بھی قابل دید ہے۔ اول من یصافحہ الحق عمر واول من یسلم

انھیں کا ہاتھ پکڑ کر بہشت میں داخل کرے گا۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۳۶) ان کل امور سے حضرت عمر کا، حضرت رسول خدا صلعم سے افضل ہونا واضح ہوتا ہے۔ ورنہ اولیت کا فائدہ کیا ہوگا؟ غرض رسول خدا صلعم پیچھے رہیں گے اور حضرت عمر آپ کے آگے۔

سب سے افضل

یہ روایت بھی ویسی ہی ہے۔ ابوبکر وعمر خیر اهل السماوات والارض وخیر من بقی الی یوم القیامۃ۔ کل فرشتوں سے اور قیامت تک جس قدر آدمی ہوں گے اُن سب سے بہتر ابوبکر وعمر ہیں۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۳) اس سے واضح ہوا کہ آپ کا درجہ کل انبیا و مرسلین اور کل فرشتوں بلکہ خود حضرت رسول خدا صلعم سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ پس یا آپ کو آنحضرت صلعم سے بھی افضل تسلیم کر لیا جائے۔ یا مانا جائے کہ یہ اور ایسی کل روایتیں موضوع ہیں اور صرف آپ کی فضیلت ثابت کرنے کیلئے بنائی گئی ہیں۔ یہ حدیث بھی اسی قسم کی ہے بلکہ اس سے حضرت علیؑ کی توہین بھی کی گئی ہے۔

اول من یختصم من هذه الامة بین یدی الرب علی ومعویۃ واول من یدخل الجنۃ ابوبکر وعمر۔ اس امت سے خدا کے سامنے سب سے پہلے علی و معویہ لڑیں گے اور سب سے پہلے بہشت میں ابوبکر وعمر داخل ہوں گے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۴) نتیجہ واضح ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم سے بھی پہلے یہ حضرات بہشت میں جائیں گے۔

چالیس مقام پر خدا کی موافقت

اور بعض وہ حدیثیں لکھی گئی ہیں جن میں مذکور ہے کہ مذہب کی متعدد باتوں میں خدا نے حضرت عمر ہی کی تائید کی ایک روایت میں ہے کہ آپ بیان کرتے تھے چالیس مقام پر خدا نے موافقت کی۔ عن عمر قال وافقت ربی فی اربعین۔ چالیس مقام پر خدا کی رائے میری رائے کے موافق ہوئی۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۲۱) اس کا نتیجہ بھی یہی ہے کہ آپ تشریع میں خدا کے شریک تھے۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

آپ کے فضائل میں یہ حدیث بھی درج کی گئی ہے عن عمر قال ما بلت قائما منذ اسلمت۔ حضرت عمر فرماتے تھے کہ میں جب سے مسلمان ہوا کبھی بھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۲۹) حالانکہ آپ کا مشہور قول ہے کہ البول قائما احصن للدبر۔ یعنی کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے دبر کی زیادہ حفاظت ہوتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۲۷) پس جب یہ بات تھی تو حضرت خود اس کے خلاف کیونکر عمل کرتے۔ اس سے اس حدیث کی صحت میں شبہہ ہوتا ہے۔

گھوڑے کی سواری

آپ کے گھوڑے پر سوار ہونے کی یہ صورت لکھی ہے عن اسلم قال

... دیکھا حضرت عمر اپنے ایک ہاتھ سے گھوڑے کا

کان اور دوسرے ہاتھ سے اپنا کان پکڑتے تھے اس کے بعد کود کر یا اُچھل کر گھوڑے کی پشت پر سوار ہو جاتے تھے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۳۱) یہ روایت حضرت کے خاص فضائل از قسم افعال میں درج کی گئی ہے۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کو کس خیال سے لکھا گیا۔ آیا اس وجہ سے کہ اس سے آپ کی بہادری واضح ہوتی ہے یا اس سبب سے کہ آپکے گھوڑے پر چڑھنے کا ہنر نمایاں ہوتا ہے۔ یا اس مقصود سے کہ معلوم ہو کہ آپ کمال درجہ عدل برتتے تھے کہ گھوڑے کا ایک کان پکڑتے تھے تو اپنا بھی ایک کان پکڑ لیتے تھے مگر اس سے بھی عدل ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس خیال سے تو آپ کو سواری کا ترک کر دینا ہی مناسب تھا۔ جب آپ اس پر سوار ہوتے اور اس کو ایڑ لگا کر اور کوڑا مار کر تمام لیجاتے تھے تو یہ اصول کا عدل کیونکر باقی رہا۔ غرض سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ واقعہ آپکے فضائل میں کس حیثیت سے درج کیا گیا۔

شیاطین کا مقید ہونا

یہ روایت بھی موجود ہے۔ ان الشیاطین کانت مصفدۃ فی امارۃ عمر فلما اصیب بثت۔ حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں کل شیاطین مقید ہو گئے تھے۔ جب وہ قتل کر دیئے گئے تو سب آزاد ہو کر ہر طرف پھیل گئے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۳۶) اس سے بھی مقصود یہ ہے کہ آپ کی فضیلت حضرت رسول خدا صلعم پر بھی ثابت ہو جائے کیونکہ صحیح بخاری کی روایتیں بتاتی ہیں کہ خود حضرت رسول خدا صلعم پر بھی شیطان مسلط رہتا تھا اور یہ روایت کہتی ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں دوسروں کو بھی شیطانوں سے امن تھا کہ وہ کسی کو بہکا نہیں سکتے تھے۔ پس جس خلیفہ کے عہد خلافت میں معمولی مسلمانوں پر بھی شیطان نہیں پہنچ سکتا ہو اس کا خود اس رسول سے جس پر شیطان مسلط رہتا ہو، افضل ہونا کوئی مخفی امر نہیں ہو سکتا۔

نماز صبح میں سورۂ یوسف

یہ روایت بھی ہے عن عبید بن عمیر قال صلے بنا عمر بن الخطاب صلوٰۃ الفجر فافتتح سورۃ یوسف فقرأھا حتی اذا بلغ وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم بکے حتی انقطع فرکع۔ عبید بن عمیر بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت عمر نے ہم لوگوں کو صبح کی نماز جماعت پڑھائی اور پہلی ہی رکعت میں سورۂ یوسف پڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ جب آیہ وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم (رنج واندوہ سے حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ بڑے رنج کے ضابط تھے) تک پہنچے تو رونے لگے یہاں تک کہ ان کی آواز بند ہو گئی اور وہ رکوع میں چلے گئے۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۳۷) یہ روایت اس غرض سے بنائی گئی کہ معلوم ہو آپ کو عبادت کا اس درجہ شوق تھا کہ آپ نماز صبح میں بھی سورۂ یوسف ایسی طویل سورہ پڑھتے تھے۔ مگر اس سے جو خرابیاں پیدا ہوتی اور حضرت عمر پر جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں ان سے چشم پوشی کر لی گئی۔ امام کو حکم ہے کہ نماز جماعت میں ماموں کا زیادہ خیال رکھے اور ان کی رعایت سے نماز پڑھے۔ حضرت رسول خدا صلعم کا حکم ہے اذا اممت قوما فاخف بھم الصلوٰۃ۔ جب

والسقیم والکبیر واذا صلے لنفسہ فلیطول ما شاء

پڑہائے تو نماز میں تخفیف کرے کیونکہ پیچھے پڑھنے والوں میں کمزور بھی ہوں گے بیمار بھی اور بوڑھے بھی۔ ہاں جب تم اپنی نماز تنہا پڑہو تو جس قدر چاہو اس میں طول دو۔ ام قومك فمن ام قومہ فلیخفف فان فیھم الکبیر وان فیھم المریض وان فیھم الضعیف وان فیھم ذا الحاجۃ فاذا صلے احدکم وحدہ فلیصل کیف شاء۔ تم اپنی قوم کو نماز جماعت پڑہاؤ۔ اور جب کوئی شخص اپنی قوم کو نماز جماعۃ پڑہائے تو نماز کی سورہ اور دعائیں تخفیف کیا کرے کیونکہ نماز پڑہنے والوں میں بیمار۔ کمزور اور صاحبان ضروریات وحاجات بھی ہوتے ہیں۔ انی لاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی الصلوۃ۔ حضرت رسول خدا صلعم اپنے بارے میں فرماتے تھے کہ میں نماز پڑہاتے وقت بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں اس وجہ سے اپنی نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں۔ [۱] یا معاذ لا تکن فتانا فانہ یصلی وراءك الکبیر والضعیف وذو الحاجۃ والمسافر۔ اے معاذ تم لوگوں میں خرابی ڈالنے والے نہ ہو۔ کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے، کمزور، ضرورت مند اور مسافر (ہر قسم کے لوگ) نماز پڑھتے ہیں۔ یا معاذ افتان انت فلولا صلیت بسبح اسم ربك الاعلی والشمس وضحاھا واللیل اذ یغشی فانہ یصلی وراءك الکبیر والضعیف وذو الحاجۃ۔ اے معاذ نماز میں خرابی ڈالنے والے نہ ہو۔ پس اگر نماز میں سورہ سبح اسم ربك الاعلی اور سورہ والشمس وضحاھا وغیرہ نہ پڑھتے تو کیا ہوتا۔ [۲] پس جب حضرت رسول خدا صلعم سورہ سبح اسم ربك اور سورہ والشمس تک کا نماز جماعت میں پڑھنا باعث اعتراض سمجھیں اور اس کی وجہ سے معاذ صحابی پر خفا ہوں تو کسی شخص کو اس سے بھی بڑی سورۃ کا پڑھنا اور وہ بھی نماز صبح میں جس کا وقت بہت تنگ ہوتا ہے کس درجہ نامناسب ہے۔ پس اگر اس روایت کو مانیں تو حضرت عمر پر بڑے اعتراضات ہوتے ہیں ہیں۔ اسی وجہ سے عقل کہتی ہے کہ یہ روایت بھی موضوع ہے۔

رسول ڈھول سنتے مگر حضرت عمرؓ کیلئے بند کر دیا جاتا

اگر صرف ایسی حدیثیں وضع کی جاتیں جن سے

[۱] جناب مولوی وحید الزماں خانصاحب حیدرآبادی نے لکھا ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا تجوزوا فی الصلوۃ نماز ہلکی اور مختصر پڑھو یعنی جماعت کی نماز۔ مطلب یہ ہے کہ قرأۃ مختصر کرو تاکہ مقتدیوں کو تکلیف نہ ہو۔ اکیلے اگر نماز پڑہتا ہو تو جتنا چاہے طول دے سکتا ہے ہمارے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نہایت مختصر نماز پڑہا کرتے کہ لوگوں کو ان پر تعجب ہوتا۔ بعضے بیوقوفوں کی عادت ہے کہ جماعت کی نماز میں سنت کے خلاف طول دیا کرتے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو جلدی جلدی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ یہ شیطان کے پیرو اور پیغمبر صاحب کے مخالف ہیں۔ مختصر کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ رکوع اور سجدہ اور قومہ اور قعدہ وغیرہ برابر ادا نہ کرے کیونکہ تعدیل ارکان تو اہل حدیث کے نزدیک فرض ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہی سورتیں یا ان کے برابر والی سورتیں نماز میں پڑھے جو آنحضرت سے ہر نماز میں ماثور ہیں۔" (لغات الحدیث پارہ ۵ صفحہ ۹۵) اسی قسم کی اور عبارتیں بھی ممدوح نے اس کتاب میں کئی جگہ لکھی ہیں ۱۲ منہ

[۲] مولوی وحید الزماں ...

ثابت ہوتے تو ایک ہی حقیقت تھی، مگر کس قدر صدمہ ہوتا ہے اس وقت جب اس قسم کی
حدیثیں بھی نہایت کثرت سے ملتی ہیں جن سے ایک طرف حضرت عمر کی مدح پیدا ہوتی ہے تو دوسری طرف حضرت رسول خدا
صلعم کی انتہائی درجہ کی توہین ہوتی ہے۔ مثلاً عن بریدۃ ان النبیؐ قدم من بعض مغازیہ فاتتہ جاریۃ سوداء
فقالت یا رسول اللہ انی کنت نذرت ان ردک اللہ سالماً ان اضرب بین یدیک بالدف۔ قال
ان کنت نذرت فاضربی والا فلا۔ فجعلت تضرب والنبیؐ جالس۔ فدخل ابوبکر وھی تضرب۔ ثم
دخل عمر فالقت الدف تحتھا وقعدت علیہ فقال رسول اللہؐ ان الشیطان لیخاف۔ وفی لفظ لیفرق
منک یا عمر۔ انی کنت جالساً وھی تضرب۔ ثم دخل ابوبکر وھی تضرب۔ فلما دخلت القت الدف فتحتھا و
قعدت علیہ۔ بریدہ بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم اپنے ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت کے
پاس ایک حبشی لونڈی نے آکر کہا اے رسول خدا میں نے نذر کی تھی کہ اگر اللہ آپ کو صحیح و سالم واپس لائیگا تو میں حضور کے
سامنے ڈھول بجاؤں گی۔ حضرت نے فرمایا اگر تو نے ایسی نذر کی تھی تو ڈھول بجا ورنہ نہیں۔ غرض وہ لونڈی ڈھول
بجانے لگی اور حضرت رسول خدا صلعم بیٹھے سنتے رہے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر وہاں پہونچے۔ اب بھی وہ لونڈی اسی طرح
ڈھول بجاتی رہی۔ پھر حضرت عمر پہونچے۔ آپ کو دیکھتے ہی اُس لونڈی نے ڈھول اپنے نیچے چھپا لیا اور اس کے اوپر
چڑھ کر بیٹھ گئی یہ دیکھ کر حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا اے عمر تم سے شیطان ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا رہا اور یہ بجاتی رہی۔ پھر
ابوبکر آئے جب بھی یہ بجاتی رہی مگر جب تم داخل ہوئے تو اس نے ڈھول کو اپنے نیچے رکھ لیا اور اس کے اوپر بیٹھ رہی (کنز العمال
جلد ۶ صفحہ ۳۳۶) یہ روایت اس لئے وضع کی گئی ہے کہ معلوم ہو حضرت عمر کا ورع و تقویٰ اس درجہ مشہور تھا کہ دشمن کو
بھی آپ کے سامنے کوئی برا کام کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ مگر تصویر کے دوسرے رُخ سے بالکل چشم پوشی کر لی گئی کہ
جس گناہ سے حضرت عمر کو بچانا چاہا اس میں حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت ابوبکر کو مبتلا کر دیا دو ہی صورتیں
ہو سکتی ہیں۔ یا ڈھول کا بجانا جائز تھا یا ناجائز۔ اگر جائز تھا تو اس لونڈی نے اسے چھپایا کیوں اور حضرت رسول خدا
صلعم نے اس سے کیوں نہ فرمایا کہ یہ جائز ہے تو کیوں چھپاتی ہے۔ اور اگر ناجائز تھا تو حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت
ابوبکر کیوں اس کو سنتے رہے۔

حبشیوں کا ناچ

اسی مضمون کے قریب یہ روایت بھی ہے عن ابی ھریرۃ قال بینا الحبشۃ یلعبون
عند النبیؐ بحرابھم دخل عمر فاھوی الی الحصباء فحصبھم بھا فقال دعھم
یا عمر وزاد علی ثنا عبدالرزاق انا معمر فی المسجد۔ جناب ابوہریرہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت رسول خدا
صلعم کے پاس حبشی لوگ اپنے ہتھیاروں کے ساتھ ناچ رہے تھے۔ اتنے میں وہاں حضرت عمر پہونچے تو وہ بہت

(بقیہ حاشیہ ۵۲) مصیبت اور بلا میں پھنسانا یعنی لمبی لمبی سورتیں نماز میں پڑھ کر یہ چاہتے ہو کہ لوگ نماز سے نفرت کرنے لگیں
جماعت میں شریک ہونا چھوڑ دیں۔ گنہگار ہوں۔" (نور اللغۃ پارہ ۲۰ صفحہ ۱۲) اچھی واضح ہوا کہ نماز جماعت میں بڑی سورتوں کے

بخاری پارہ ۱۱ صہ۸۷) اس روایت کا مقصود بھی یہی ہے کہ عفت و ورع و تقویٰ و پابندی احکام خدا میں حضرت
عمر کا درجہ رسول خدا صلعم سے برتر دکھایا جائے۔ معاذ اللہ جو رسول دنیا میں اس غرض سے بھیجا جائے کہ
لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم کرے وہ مسجد میں حبشیوں کا ناچ کرے۔ اور خود دیکھے!!! کوئی عقل اسکو قبول کر سکتی ہے
اس قسم کی روایتیں نہایت کثرت سے موجود ہیں جو سب وضعی معلوم ہوتی ہیں کیونکہ اسلام میں کسی شخص کا کوئی
فعل آنحضرت صلعم سے زیادہ باعثِ خوشنودی خدا نہیں ہو سکتا۔

عورتوں کے مجمع میں رسول اور حضرت عمر

یہ روایتیں بھی موجود ہیں استاذن عمر بن الخطاب علی رسول اللہؐ وعندہ نسوۃ من قریش یکلمنہ
ویستکثرنہ عالیۃ اصواتھن علی صوتہ. فلما استاذن عمر بن الخطاب قمن فبادرن الحجاب
فاذن لہ رسول اللہؐ فدخل عمر ورسول اللہؐ یضحک فقال عمر اضحک اللہ سنک یا رسول اللہؐ
فقال النبیؐ عجبت من ھؤلاء اللاتی کن عندی فلما سمعن صوتک ابتدرن الحجاب. فقال
عمر فانت احق ان یھبن یا رسول اللہؐ. ثم قال عمر یا عدوات انفسھن اتھبننی
ولا تھبن رسول اللہؐ فقلن نعم انت افظ واغلظ من رسول اللہؐ فقال رسول اللہ

لہ حضرت ابو بکر کا درجہ بھی آنحضرت صلعم سے بڑھانے کی ایسی ہی کوشش ہوتی رہی۔ روایت ذیل قابل عبرت
ہے عن عائشۃ قالت دخل علی النبیؐ وعندی جاریتان تغنیان بغناء بعاث فاضطجع علی الفراش وحول وجھہ
فدخل ابو بکر فانتھرنی فقال مزمارۃ الشیطان عند رسول اللہؐ فاقبل علیہ رسول اللہ فقال دعھما فلما
غفل غمزتھما فخرجتا. قالت وکان یوم عید یلعب السودان بالدرق والحراب. فاما سألت رسول اللہ
واما قال لی تشتھین ان تنظری. فقلت نعم فاقامنی وراءہ خدی علی خدہ ویقول دونکم یا بنی ارفدۃ.
حتی اذا مللت قال حسبک قلت نعم قال فاذھبی. حضرت عائشہ بیان کرتی تھیں کہ میرے پاس دو لونڈیاں
بعاث کی غزلیں گا رہی تھیں۔ اتنے میں دفعتہً حضرت رسول خدا صلعم پہنچ گئے۔ (مگر وہ لونڈیاں حضرت کو
دیکھکر بھی چپ نہیں ہوئیں) تو حضرتؐ اپنے فرش پر جا کر لیٹ رہے اور اپنا منھ پھیر لیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر
آگئے تو انھوں نے مجھے جھڑکا اور کہا رسول خدا کے پاس یہ شیطان کا باجا! اس پر حضرت رسول خدا صلعم ادھر متوجہ
ہوئے اور فرمایا۔ اے ابوبکر ان دونوں کو گانے دو۔ جب انھوں نے اس کی تعمیل کی تو میں نے دونوں لونڈیوں
کو اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں۔ اور عید کے روز حبشی ناچنے والے سپر اور ہتھیار لے کر ناچتے تھے تو یا میں نے پوچھا یا
خود آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کیوں عائشہ! ناچ دیکھنے کو جی چاہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ پس حضرت نے
مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا اس طرح کہ میرا رخسارہ حضرتؐ کے رخسارہ پر تھا اور حضرت ان ناچنے والوں سے فرماتے
جاتے تھے ارفدہ کے بیٹو تم لوگ ناچے جاؤ۔ جب میں دیکھتے دیکھتے گھبرا گئی تو حضرت نے پوچھا بس؟ میں نے
کہا ہاں۔ فرمایا اچھا تو چلیو۔ (صحیح بخاری پارہ ۱۱ صہ ۸۸ ...)

ایہ یا ابن الخطاب والذی نفسی بیدہ ما لقیک الشیطان سالکا فجا قط الا سلک فجا غیر فجک ۔ ایک دفعہ حضرت عمر رسول خدا صلعم کے ہاں گئے اور اندر جانے کی اجازت چاہی ۔ اس وقت آنحضرت کے پاس قریش کی بہت سی عورتیں جمع تھیں ۔ باتیں کرتی اور زور زور سے چہچہاتی تھیں ۔ یہاں تک کہ اُن کے چہچہانے کی آواز حضرت کی آواز سے بھی زیادہ بلند تھی ۔ جب حضرت عمر نے اجازت مانگی تو وہ سب کھڑی ہوگئیں اور لپک کر پردہ کے اندر چلی گئیں ۔ اُس کے بعد رسول خدا صلعم نے حضرت عمر کو اندر آنے کی اجازت دی ۔ تو آپ وہاں تشریف لے گئے ۔ دیکھا کہ حضرت رسول خدا صلعم ہنس رہے ہیں ۔ حضرت عمر نے کہا اے رسول خدا اللہ آپ کے دانتوں کو ہنستا ہوا ہی رکھے (آپ کیوں ہنستے ہیں) آنحضرت نے فرمایا میں ان عورتوں پر ہنستا ہوں جو میرے پاس جمع تھیں جب انھوں نے تمھاری آواز سُنی تو وہ دوڑ کر پردہ کے اندر چلی گئیں ۔ اس پر حضرت عمر بولے یا حضرت آپ کا درجہ زیادہ اس قابل ہے کہ عورتیں آپ سے ڈریں ۔ پھر اُن عورتوں کو پکار کر کہا اے اپنی آپ دشمنو! کیا تم سب مجھ سے ڈرتی ہو اور حضرت رسول خدا صلعم سے نہیں ڈرتیں ؟ ان سب نے جواب دیا ہاں تم حضرت سے افظ (زیادہ سخت مزاج) اور اغلظ (زیادہ درشت خصلت) ہو ۔ اس پر حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا اے عمر ان سب کو برا نہ کہو ۔ بات یہ ہے کہ خدا کی قسم شیطان جس راہ سے تمھیں جاتے دیکھتا ہے وہ ضرور اس راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ لگ جاتا ہے (صحیح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۷۳ وغیرہ) ۔ روایت بنانے والوں نے اس میں حضرت عمر کا درجہ حضرت رسول خدا صلعم سے صرف بڑھایا ہی نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کی نہایت شرمناک تصویر بھی کھینچی ۔ کہ نامحرم عورتیں حضرت کے پاس بیٹھی رہتیں ۔ اور جس طرح عیاش لوگوں کے پاس بیہودہ عورتیں شور و غل مچاتی رہتی ہیں اسی طرح آنحضرت صلعم کے پاس بھی وہ سب حشرات چہچہاتے رہتی تھیں ۔ مگر حضرت عمر آئے تو ان کے ڈر سے پردہ میں چلی گئیں ۔ اگر وہ عورتیں پہلے ہی سے برقع اوڑھے ہوئے پردہ کے ساتھ آنحضرت سے باتیں کرتی ہوتیں تو حضرت عمر کے ہو پہنچنے پر ان کے خوف سے ان کا خاموش ہو جانا کافی تھا مگر یہ جملہ فبادرن الحجاب (دوڑ کر پردہ کے اندر چلی گئیں) بتاتا ہے کہ آنحضرت کے پاس سب بے پردہ تھیں اور حضرت عمر کو دیکھ کر پردہ میں چھپ گئیں ۔ اور یقیناً اُس وقت کوئی بری ہی صورت تھی ۔ اسی وجہ سے آنحضرت نے شیطان کا ذکر کیا تھا کہ تمھارے آنے سے شیطان بھاگ گیا ۔ اگر وہ عورتیں اچھی باتیں کرتی تھیں اور آنحضرت صلعم ایسے امور میں مشغول تھے جو عفت اور پرہیزگاری کے خلاف نہیں تھے تو آخری جملہ کیوں فرمایا کہ اے عمر شیطان تمھیں جس راہ سے جاتا دیکھے گا وہ کبھی اُس راہ نہیں چل سکے گا ۔ اُس وقت کیا ہو رہا تھا جس پر آنحضرت نے یہ فرمایا کہ تمھارے آنے سے شیطان بھاگ گیا ۔ اگر وہ عورتیں پارسا تھیں تو حضرت ایسا جملہ نہیں ارشاد فرما سکتے تھے جس سے اُن کی پاک دامنی میں شبہ پیدا ہو ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔ ایسی ہی حدیثوں سے دشمنان اسلام آنحضرت پر دن رات اعتراضات کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ہر موقع پر شرمندہ ہونا پڑتا ہے ۔

رسول خدا صلعم کا [illegible]

اسی قسم کی یہ روایت بھی ہے عن عائشۃ قالت اتیت

بها وجهها فضحك النبیؐ ووضع فخذه لها وقال لسودة الطخی وجهها. فلطخت وجهی فضحك النبیؐ
ایضا فمر عمر فنادی یا عبد الله یا عبد الله. فظن النبیؐ انه سیدخل فقال قوما فاغسلا وجوهکما
قالت عائشة فمازلت اهاب عمر لهیبة رسول اللهؐ ایاه۔ حضرت عائشہ بیان کرتی تھیں کہ ایک دفعہ
ایک کھانا خزیرہ آنحضرتؐ کے لئے پکا کر میں آپکے پاس لے گئی۔ وہاں حضرت کی بیوی سودہ بھی تھیں۔ اسوقت
میرے اور سودہ کے بیچ میں رسول خدا صلعم بیٹھے تھے۔ میں نے سودہ سے کہا کھاؤ۔ تم کو بھی ضرور کھانا ہوگا
ورنہ میں اسے لیکر تمہارے چہرہ میں لپیٹ دوں گی مگر سودہ نے انکار کیا تو میں نے خزیرہ سے نکال کر ان کے
پورے چہرہ پر مل دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت رسول خدا صلعم ہنسنے لگے اور اپنی ران سودہ کے نیچے گرادی اور
ان سے فرمایا تم بھی عائشہ کے منہ میں لپیٹ دو۔ سودہ نے بھی میرے تمام منہ میں لپیٹ دیا۔ اس پر بھی آنحضرتؐ
ہنسنے لگے۔ اتنے میں باہر سے حضرت عمر گذرے اور پکار کر کہا اے بندۂ خدا۔ اے بندۂ خدا۔ یہ سن کر حضرت
رسول خدا صلعم کو گمان ہوا کہ عمر اب مکان میں آیا ہی چاہتے ہیں۔ یہ خیال کر کے حضرتؐ نے مجھ (عائشہ) اور
ان (سودہ) سے کہا کہ جلدی بھاگو اور جا کر اپنے منہ دھو ڈالو۔ حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ اس وقت سے میں برابر
حضرت عمر سے ڈرا کرتی ہوں کیونکہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت رسول خدا صلعم بھی ان سے ڈرتے تھے۔
(کنز العمال جلد ۶ ص ۳۳۸) اس میں دکھایا ہے کہ حضرت عمر ایسے اچھے اخلاق کے تھے کہ ان لغویات کو نفرت کی نگاہ
سے دیکھتے تھے اسی وجہ سے حضرت رسول خدا صلعم اُن کے آنے پر ڈر گئے۔ مگر اس سے حضرت رسول خدا صلعم
کی درون خانہ زندگی کی جیسی شرمناک تصویر نظر آتی ہے وہ محتاج توضیح نہیں۔ اور غالباً دنیا کے کسی مذہبی
پیشوا کی یہ سیرت نظر نہیں آسکتی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اس وجہ سے ماننا پڑتا ہے کہ یہ روایت
بھی موضوع ہے۔ اور محض حضرت ممدوح کے متعلق غلو نے ایسی باتیں بنوائیں۔

قراقر میں پیٹ سے گفتگو

یہ روایت بھی قابل دید ہے عن انس بن مالك قال
تقرقر بطن عمر بن الخطاب وکان یاکل الزیت عام
الرمادة وکان حرم علیه السمن فنقر بطنه باصبعه وقال تقرقر تقرقر انه لیس عندنا غیره
حتی یحیی الناس۔ انس بن مالک بیان کرتے تھے کہ قحط والے سال میں حضرت عمر نے اپنے اوپر گھی کا
استعمال حرام کر لیا تھا اور صرف روغن زیتون کھاتے تھے اس کی وجہ سے ان کے پیٹ میں قراقر ہونے لگا۔
تو آپ نے اپنی انگلی اپنے پیٹ میں گڑا کر پیٹ سے کہا تجھ سے جس قدر قراقر کرنا ہو قراقر کرلے کیونکہ میرے
پاس روغن زیتون کے سوائے کچھ نہیں ہے جب تک لوگ زندہ نہ ہو جائیں (کنز العمال جلد ۶ ص ۳۴۳)
اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ روغن زیتون کبھی استعمال نہیں کرتے تھے اور صرف قیمتی گھی ہی کھایا کرتے تھے

زہد کی کل روایتوں کو باطل کر دیتی ہے۔ کیونکہ عرب میں جو شخص زیتون کا تیل نہ کھائے اور صرف گھی ہی پہ بسر کرے وہ انتہا درجہ کا خوشحال اور عیش پرست ہوگا۔ اس سبب سے قوی گمان ہے کہ یہ روایت بھی موضوع ہے کیونکہ آپ کا زہد در طعام بھی مشہور رہے مثلاً

آپ کی غذا

عن انس ابن مالک قال رایت عمر بن الخطاب وھو یومئذ امیر المومنین یطرح له صاع من تمر فیأکلھا حتی یاکل حشفھا۔ انس بن مالک کہتے تھے کہ میں نے دیکھا جب حضرت عمر خلیفۂ وقت تھے تو اُن کے سامنے ایک صاع کھجور ڈال دی جاتی اور وہ سب کھا جاتے یہاں تک کہ جو سڑی ہوئی ہوتیں ان کو بھی نوش فرما جاتے تھے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۸۳) ایک صاع چار یا ساڑھے چار سیر کا ہوتا ہے (انوار اللغۃ پ ۱۴ صفحہ ۱۱۵)۔ لوگوں نے یہ روایت بنائی تو خیال کیا کہ ایکا زہد اس سے واضح ہوگا کہ دکھایا جائے آپ سڑا ہوا کھانا بھی کھا جاتے تھے اور اس سے نفرت نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ یہ زہد کی دلیل نہیں ہے بلکہ دوسرے اوصاف کا ثبوت ہے۔ اور جب آپکی اس بے چینی کے متعلق حدیث بنانے کی ضرورت ہوئی جو آپ کے قحط کے سال اہل اسلام کی پریشانی کی وجہ سے ہونی چاہیے تھی تو اوپر کی حدیث بنائی کہ آپ نے قحط کے سال گھی کھانا چھوڑ دیا۔ اور روغن زیتون استعمال کرنے لگے تو پیٹ میں قراقر ہونے لگا۔ مگر قراقر ہونے پر بھی آپ نے روغن زیتون کو نہیں چھوڑا اور نہ گھی استعمال کیا۔ اب جو شخص ان دونوں کو ایک وقت میں دیکھے گا وہ آسانی سے فیصلہ کرے گا کہ دونوں صحیح نہیں ہو سکتیں۔ ان دونوں روایتوں کے ساتھ یہ بھی موجب حیرت ہے عن انس قال کان احب الطعام الی عمر الثفل واحب الشراب الیه النبیذ۔ انس بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر کھانے میں سب سے زیادہ تہ دیگی کو اور پینے میں سب سے زیادہ نبیذ کو پسند کرتے تھے۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۴۶)

جوتیوں سے رومال کا کام

عن عاصم بن عبید الله بن عاصم ان عمر کان یمسح بنعلیه ویقول ان منادیل آل عمر نعالھم۔ فرزند عاصم بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر دھو کر اپنی جوتیوں سے پونچھ لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ عمر کے گھر کے رومال انکی جوتیاں ہی ہیں۔ عن السائب بن یزید قال ربما تعشیت عند عمر بن الخطاب فیأکل الخبز واللحم ثم یمسح علی قدمیه ثم یقول ھذا مندیل عمر وآل عمر۔ سائب بن یزید بیان کرتے تھے کہ میں نے اکثر رات کا کھانا حضرت عمر کے ساتھ کھایا ہے۔ وہ روٹی اور گوشت کھاتے تھے پھر اپنے قدموں پر مل لیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ میرا اور میرے اہل وعیال کا رومال یہی ہے۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۴۶) معلوم نہیں روایت کرنے والوں نے اس کو کس غرض سے ذکر کیا ہے۔ اگر ممدوح کے پاس رومال نہیں تھا تو بالکل برہنہ بھی نہیں رہتے ہوں گے۔ کرتے یا قبا۔ بارد یا پائجامہ یا تہہ بند ضرور ہی پہنتے ہوں گے۔ پھر انھیں چیزوں میں کیوں نہیں پونچھ لیتے کہ جوتوں

اور پھر دونوں سے ہیں اور کھانے کے بعد دونوں ہی دھوتے اور پونچھتے [illegible]

جوتیوں سے پونچھتے تھے. اگر ہاتھوں کو جوتیوں سے پونچھتے تھے تو منھ کو کس چیز سے پونچھتے تھے. عقل تو اس کو قبول نہیں کرتی کہ آپ جوتی سے ہاتھ کو اور کسی دوسری چیز سے منھ کو پونچھتے ہوں. پھر جس چیز سے منھ پونچھتے تھے اسی سے ہاتھوں کو بھی کیوں نہ پونچھتے ہوں گے. رہا پاؤں سے پونچھنا تو وہ بھی حیرت خیز ہے. اپنے ہاتھوں پر ہاتھ بھی پونچھ سکتے تھے اور ہاتھوں ہی سے منھ پونچھنے کا کام بھی لے سکتے تھے. غرض دونوں صورتوں سے تعجب ہی کا سامنا ہے. اگر ممدوح نے جوتیوں اور قدموں کے سوا کسی چیز سے پونچھنے کا خیال کیا تو وہ اور بھی حیرت خیز ہے. عن ثابت قال اکل الجارود عند عمر بن الخطاب فلما فرغ قال یا جاریة هلمی الدستار یعنی المندیل یمسح یده فقال عمر امسح یدک باستک اوذر. ثابت بیان کرتے تھے کہ جارود نے حضرت عمر کے ہاں کھانا کھایا. جب فارغ ہوا تو کہا اے لونڈی دستار یعنی رومال لا تاکہ ہاتھ پونچھوں. حضرت عمر نے فرمایا اپنے پائخانہ کے مقام پر اپنا ہاتھ پونچھ لو یا چھوڑ دو. (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۴۸)

اپنے مال کی محبت

یہ روایت بھی بے ضرورت بنائی گئی عن عمر انه قسم یوما مالا فجعلوا یثنون علیه فقال ما احمقکم لو کان هذا لی ما اعطیتکم منه درهما واحدا. حضرت عمر ہی سے روایت ہے کہ ایک روز آپ کوئی مال لوگوں میں تقسیم کرتے تھے اور مال پانے والے لوگ آپ کی تعریف کرتے جاتے تھے. تو آپ نے کہا تم لوگ کیسے احمق ہو (کیا یہ مال میرا ہے جو مدح کرتے ہو) اگر یہ میرا مال ہوتا تو تم کو اس سے ایک درہم بھی نہیں دیتا. (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۵۰) اس سے آپ کی فضیلت کے عوض مذمت نکلتی ہے کہ آپ کو اپنے مال کی اتنی محبت تھی کہ خود فرماتے تھے اگر میرا ہوتا تو تم کچھ بھی نہیں پاتے. حالانکہ خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے مالوں سے بھی خیرات و صدقات و زکوٰۃ نکالا کریں اور اپنے اعزہ. ذوی القربیٰ. ہمسایہ. فقراء. مساکین کی حاجت روائی کیا کریں. پس اگر آپ کی یہ روایت صحیح تسلیم کی جائے تو ماننا پڑے گا کہ اپنا مال خرچ کرنے کے متعلق جس قدر احکام خدا اور رسول تھے سب سے آپ چشم پوشی کئے رہے اور اس طرح متعدد قسم کے لوگوں کے حقوق کا انبار اپنے اوپر رکھتے تھے. جو غالباً صحیح نہ ہو.

بیوی کی خیانت

یہ روایت بھی مہمل سی معلوم ہوتی ہے قدم علی عمر مسک و عنبر من البحرین فقال عمر واللہ لوددت انی وجدت امرأة حسنة الوزن تزن لی هذا الطیب حتی اقسمه بین المسلمین. فقالت له امرأته عاتکة بنت زید بن عمرو بن نفیل انا جیدة الوزن فهلم اذن لک. قال لا. قالت لم. قال انی اخشی ان تاخذیه فتجعلیه هکذا ادخل اصابعه فی صدغیه وتمسحین به عنقک فاصیب فضلا علی المسلمین. حضرت عمر کے پاس ملک بحرین سے کچھ مشک و عنبر آیا تو آپ نے کہا خدا کی قسم میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کوئی عورت ایسی ملتی جو اچھا تولتی ہو

میں ایک اچھا تولنا جانتی ہوں۔ لاؤ تمہارے بھی تول دوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ پوچھا کیوں۔ فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ تم اس سے لیکر اس طرح ڈال لوگی۔ پھر آپنے اپنی انگلیاں دونوں کنپٹیوں میں ڈال کر بتایا کہ اسی طرح ڈال لوگی اور اس سے اپنی گردن پر ملنے لگوگی پس دوسرے مسلمانوں سے زیادہ حصہ تم کو مل جائے گا۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۵) روایت بنانے والوں کی یہ غرض تھی کہ دکھائیں آپ کا عدل اتنا تھا کہ اپنی بیوی پر بھی اعتبار نہیں کیا اور ان کا بھید کھول دیا کہ تم اس ہوشیاری سے عنبر و مشک اپنے بدن پر مل لوگی۔ مگر واضعین نے یہ نہیں خیال کیا کہ ایسی تدبیر تو ہر شخص کر سکتا تھا۔ پھر آپ نے دوسرے کو تولنے کو سوچا ہی کیوں۔ دوسری بات یہ کہ اس کے تولنے کے لئے آپ نے عورت ہی کو کیوں تجویز کیا۔ کیا مرد نہیں تول سکتے تھے۔ تیسرا امر یہ کہ جب حضرت عمرؓ اپنے سامنے تولنے کو کہتے تو کسی شخص کو بھی اس کے چرانے کا موقع نہیں ملتا۔ اپنی بیوی ہی کو دیدیتے کہ تولیں۔ اور جب وہ اپنی انگلی بدن کھجلانے وغیرہ کے حیلہ سے اپنے جسم پر کسی جگہ لے جاتیں تو اُن کا ہاتھ پکڑ لیتے کہ یہ کیا کرتی ہو پہلے تول لو تب اپنا بدن چھونا یا کسی جگہ ہاتھ لے جانا۔

تجارت کیلئے قرض

یہ روایت بھی دشوار نظر آتی ہے عن ابراھیم ان عمر بن الخطاب کان یتجر وھو خلیفۃ وجھز عیرا الی الشام فبعث الی عبد الرحمن بن عوف یستقرضہ اربعۃ آلاف درھم فقال للرسول قل لہ یاخذھا من بیت المال ثم لیردھا۔ فلما جاءہ الرسول فاخبرہ بما قال۔ فشق علیہ۔ فلقیہ عمر فقال انت القائل لیاخذھا من بیت المال۔ فان مت قبل ان تجیئ قلتم اخذھا امیر المومنین دعوھا لہ واخذ بھا یوم القیامۃ۔ لا ولکن اردت ان آخذھا من رجل حریص شحیح مثلک فان مت اخذھا من میراثی۔ حضرت عمرؓ جب خلیفہ تھے۔ تب بھی تجارت کرتے تھے۔ اُسی زمانہ میں آپ نے تجارت کا ایک قافلہ شام کی طرف روانہ کرنا چاہا۔ اس سبب سے عبد الرحمن بن عوف کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے چار ہزار درہم قرض دو۔ عبد الرحمن نے قاصد سے کہا کہ جا کر حضرت عمرؓ سے کہدو آپ بیت المال سے یہ رقم لے لیں۔ پھر جب آپ کے پاس قافلہ واپس آجائے گا تو اسی میں واپس کر دیجیئے گا۔ جب قاصد یہ جواب لایا تو حضرت عمرؓ کو نہایت ناگوار ہوا۔ آپ خود عبد الرحمن سے ملے اور شکایت کی تم نے میرے قرض مانگنے پر یہ جواب کہلایا تھا کہ بیت المال سے لے لیں۔ سنو اگر میں نے بیت المال سے قرض لیا اور قافلہ واپس آنے کے پہلے مر گیا تو تم لوگ کہنے لگو گے کہ خلیفہ ہی نے یہ رقم لی تھی۔ اب وہ مر گئے۔ جانے دو اور ان کو بخش دو۔ اس طرح بروز قیامت مجھ سے اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔ پس میں بیت المال سے تو قرض لوں گا نہیں۔ ہاں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے ایسے بیمار بخیل آدمی سے قرض لوں کہ اگر میں مر جاؤں تو وہ اپنا مال میرے ذمہ چھوڑے نہیں بلکہ میری میراث سے لیکر رہے۔

(کنز العمال جلد

بیت المال سے روپیہ لینا مشہور واقعہ ہے جس کو تمام مورخین و محدثین لکھتے آئے ہیں۔ اور وہ بھی تین چار ہزار نہیں بلکہ قریب ایک لاکھ کے۔ آپ کی وفات کے وقت کی حالت میں لکھا ہے۔ قال لابنہ یا عبد اللہ انظر ما علی من الدین فحسبوہ فوجدوہ ستۃ وثمانین الفا ونحوھا۔ آپ نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ دیکھو مجھ پر کس قدر قرض ہے۔ لوگوں نے حساب کیا تو ۸۶ ہزار اور اس کے مثل نکلا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۲) پس ماننا پڑیگا کہ سابق روایت ضرور موضوع ہے۔

لوگوں کو خوف زدہ رکھنا

یہ روایت بھی ذکر کی جاتی ہے عن الاصمعی قال کلم الناس عبد الرحمن بن عوف ان یکلم عمر بن الخطاب فی ان یلین لھم فانہ اخافھم حتی خاف الابکار فی خدورھن فکلمہ عبد الرحمن فقال عمر انی لا اجد لھم الا ذالک واللہ لو انھم یعلمون مالھم عندی من الرافۃ والرحمۃ والشفقۃ لاخذوا ثوبی عن عاتقی۔
اصمعی کی روایت ہے کہ لوگوں نے عبد الرحمان بن عوف سے کہا تم حضرت عمر سے گفتگو کرو کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی برتا کریں کیونکہ انھوں نے لوگوں کو اس درجہ ڈرا رکھا ہے کہ لڑکیاں بھی پردوں کے اندر بیٹھی ہوئی ان سے ڈرتی رہتی ہیں۔ عبد الرحمان نے ممدوح سے اس کا ذکر کیا تو حضرت عمر نے کہا میں تو ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کروں گا۔ خدا کی قسم اگر ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میرے دل میں ان کی کتنی محبت اور ان پر کتنی شفقت و مہربانی ہے تو لوگ میرے کاندھے پر سے میرا کپڑا تک اتارے جائیں۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۵۲)۔ آپ حضرت رسول خدا کی جگہ بیٹھے تھے اور انھیں لوگوں کے دینی و دنیوی امور انجام دیتے تھے جن کے سردار حضرت رسول خدا صلعم تھے مگر آنحضرت اپنی امت پر نہایت نرم۔ ظاہر بظاہر شفیق اور خوش مزاج رہتے تھے۔ جس کو خود خدائے رحیم بھی اس طرح بیان فرماتا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم۔ ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ اے رسول یہ بھی خدا کی ایک مہربانی ہے کہ تم سا نرم دل سردار ان کو ملا۔ اور اگر تم بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ خدا جانے کب کے تمھارے گرد سے متفرق ہو گئے ہوتے (پارہ ۴ ع ۸) اور باوجودیکہ حضرت صلعم مسلمانوں پر شفیق و رؤف تھے مگر کسی نے حضرت کے کاندھے سے کوئی کپڑا نہیں لیا۔ حضرت ابوبکر کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ بڑے نرم دل اور نرم مزاج تھے۔ لوگوں سے بڑی بے تکلفی سے ملتے مگر کسی نے آپ کے کاندھے سے کپڑے نہیں اتارے۔ پھر حضرت عمر ایسی بات کیونکر کہہ سکتے تھے؟

حکم رسول میں اصلاح

یہ روایت بھی بڑی اہمیت سے ذکر کی جاتی ہے فقال یا اباھریرۃ واعطانی نعلیہ فقال اذھب بنعلی ھاتین فمن لقیک وراء ھذا الحائط یشھد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بھا قلبہ فبشرہ بالجنۃ۔ فکان اول من لقیت عمر۔ فقال ماھاتان النعلان یا اباھریرۃ۔ فقلت ھاتان نعلا رسول اللہ بعثنی بھما من

لقيت يشهد ان لا اله الا الله مستيقنا بها قلبه بشرته بالجنة فضرب عمر بين ثديي فخررت
لاستي فقال ارجع يا اباهريرة. فرجعت الى رسول الله فاجهشت بالبكاء وركبني عمر واذا
هو على اثري فقال رسول الله ﷺ مالك يا اباهريرة. قلت لقيت عمر فاخبرته بالذي بعثتني به
فضرب بين ثديي ضربة خررت لاستي فقال ارجع. فقال رسول الله ﷺ يا عمر ما حملك
على ما فعلت. قال يا رسول الله بابي انت وامي ابعثت اباهريرة بنعليك من لقي يشهد ان لا
اله الا الله مستيقنا بها قلبه بشره بالجنة. قال نعم. قال فلا تفعل فاني اخشى ان يتكل الناس
عليها فخلهم يعملون فقال رسول الله ﷺ فخلهم رواه مسلم۔ حضرت رسول خدا صلعم نے اپنی دونوں
جوتیاں ابو ہریرہ کو دیکر ارشاد فرمایا کہ میری ان دونوں جوتیوں کو لیکر جاؤ اور اس باغ کے پیچھے جس شخص
کو بھی دیکھو کہ لا الٰہ الا اللہ کی زبانی گواہی دیتا ہے اور اس کا دل بھی اس بات کا یقین رکھتا ہو اس کو
بہشت کی خوشخبری دیدو۔ میں وہ جوتیاں لئے ہوئے وہاں سے نکلا تو سب سے پہلے حضرت عمرؓ کو دیکھا
انھوں نے خود ہی مجھ سے پوچھا اے ابو ہریرہ یہ دونوں جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ دونوں حضرت
رسول خدا صلعم کی جوتیاں ہیں۔ حضرت نے مجھے ان دونوں کے ساتھ اس غرض سے بھیجا ہے کہ جس شخص سے ملوں
اور دیکھوں کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہے اس کو بہشت کی خوشخبری دیدوں بشرطیکہ اس کے دل کو
بھی اس بات کا یقین ہو۔ یہ سننا تھا کہ حضرت عمرؓ نے زور سے میری چھاتی پر مارا اس طرح کہ میں زمین پر آتا
رہا۔ اور کہا اے ابو ہریرہ پلٹ جاؤ۔ پس میں حضرت رسول خدا صلعم کے پاس واپس آیا اور چیخ چیخ کر
رونے لگا۔ حضرت عمرؓ بھی میرے پیچھے دوڑے ہوئے آئے۔ اور حضرت کی خدمت میں پہونچ گئے۔ آنحضرتؐ
نے مجھ سے پوچھا اے ابو ہریرہ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کی مجھ سے حضرت عمرؓ ملے تو میں نے ان سے کہا کہ حضرت
رسول خدا صلعم نے مجھے اس غرض سے بھیجا ہے اس پر انھوں نے میری چھاتی پر زور سے مارا کہ میں بالکل نیچے گر پڑا اور
کہا پلٹ جاؤ۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا اے عمرؓ تم نے کیوں ایسا کیا؟ انھوں نے جواب دیا اے رسول خدا
میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنی جوتیوں کے ساتھ اس غرض سے بھیجا تھا
کہ جو شخص ایک خدا کی گواہی دے اور اس کا دل بھی اس گواہی پر یقین رکھے اس کو بہشت کی خوشخبری دیں۔
آنحضرت نے فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ سے کہا ایسا نہ کیجئے کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ لوگ
اس بات پر بھروسہ کرلیں گے (یعنی مطمئن ہو جائیں گے کہ جب صرف ایک خدا کے ماننے سے بہشت ملجائے
گی تو اچھا کام کیوں کریں اور برے کاموں سے کیوں بچیں) لوگوں کو چھوڑ دیجئے کہ ایک خدا کو ماننے کے بعد
عمل بھی کریں۔ پس حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا اچھا ان لوگوں کو چھوڑ دو۔ اس روایت کو امام مسلم نے
اپنی صحیح مسلم میں درج کیا ہے (مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۱۵) جو رسولؐ خدا کا یہ پیغام لیکر آئے کہ ما خلقت الجن والانس
الا لیعبدون

عملوا الصالحات۔ یقیناً سب انسان نقصان میں رہیں گے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں اور اعمال صالحہ بجالاتے رہیں (پ ۳۰ سورہ عصر) اور جو رسول کہ خدا کا یہ حکم بتائے من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ۔ جو شخص ذرہ برابر اچھا کام کرے گا وہ اس کا اچھا بدلا ضرور پائیگا اور جو شخص ذرہ برابر برا کام کرے گا وہ اس کی سزا ضرور جھیلے گا۔ (پ ۳۰ سورہ زلزال) اور جس رسول نے خدا کی عبادت اس درجہ کی ہو کہ خدا کو کہنا پڑا طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی اے طٰہٰ ہم نے تم پر قرآن مجید اس غرض سے نہیں نازل کیا کہ تم خود ہی احکام خدا و عبادات کی وجہ سے اپنے کو مشقت میں ڈالتے رہو۔ (پ ۱۶ ر ۱۰) اس رسول کی شان یہ دکھائی جائے کہ وہ لوگوں میں منادی کراتا تھا کہ صرف خدا کو ایک کہدو اور جو چاہو کرتے رہو بہشت میں ضرور جاؤ گے۔[1] اور اس کو حضرت عمر ہدایت کریں کہ یا حضرت اس اعلان سے لوگ عمل کرنا اور برائیوں سے بچنا ترک کر دیں گے۔ آپ یہ اعلان نہ کرائیں تاکہ لوگ عمل بھی کریں۔ کوئی عقل اس کو قبول کر سکتی ہے؟ ماننا پڑتا ہو کہ یہ روایت بھی یقیناً بنائی گئی ہو اور صرف حضرت عمر کو عقل۔ معرفت۔ اور ایمان میں حضرت رسول خدا صلعم سے افضل دکھانے کیلئے ہی وضع کی گئی ہے۔

رسول خدا صلعم کے دو وزیر

یہ حدیث بھی بیان کی جاتی ہے قال رسول اللہ ما من نبی الا ولہ وزیران من اھل السماء و وزیران من اھل الارض فاما وزیرای من اھل السماء فجبرئیل و میکائیل و اما

---

[1] یہاں تک دعویٰ کیا گیا ہو کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا من مات لا یشرک باللہ شیئاً ادخل الجنۃ وان سرق وان زنی وان شرب الخمر۔ جو شخص اس حالت میں مرے کہ وہ مشرک نہ ہو یعنی ایک خدا کی گواہی دے چکا ہو وہ بہشت میں جائے گا اگرچہ وہ چوری۔ زنا کرتا۔ شراب پیتا رہا ہو (صحیح بخاری پ ۲۶ صفحہ ۵۰) لطف یہ کہ صحابہ کے ٹوکنے پر بھی حضرت ایسا ہی فرماتے رہے چنانچہ عن ابی الدرداء انہ سمع النبی یقص علی المنبر وھو یقول ولمن خاف مقام ربہ جنتان قلت وان زنی وان سرق یا رسول اللہ۔ فقال الثانیۃ ولمن خاف مقام ربہ جنتان فقلت الثانیۃ وان زنی وان سرق یا رسول اللہ فقال الثالثۃ ولمن خاف مقام ربہ جنتان فقلت الثالثۃ وان زنی وان سرق یا رسول اللہ قال وان رغم انف ابی درداء۔ ابو درداء کہتے تھے کہ رسول خدا صلعم منبر پر نصیحت فرماتے تھے۔ اس میں فرمایا جو شخص ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اس کے لئے دو بہشتیں ہیں۔ میں نے تین بار پوچھا کہ یا حضرت اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے؟ حضرت نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ

وزیرانے من اھل الارض فابوبکر وعمر رواہ الترمذی۔ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ دنیا میں جس قدر نبی گزرے سب کے لئے دو وزیر آسمان والوں سے اور دو وزیر زمین والوں سے ہوئے ہیں۔ اور میرے دو وزیر آسمان والوں سے جبرئیل و میکائیل اور زمین والوں سے ابوبکر و عمر ہیں۔ (مشکوٰۃ جلد ۸ صفحہ ۱۱۲) مگر حدیث۔ تاریخ۔ تفسیر کی کسی کتاب سے نہیں معلوم ہوتا کہ کسی نبی کے دو وزیر ہوئے ہوں۔ حضرت آدمؑ حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت یوسفؑ۔ حضرت سلیمانؑ۔ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ سب کے ایک ہی ایک وزیر کا پتا چلتا ہے۔ اور حضرت رسول خدا صلعم نے اپنا وزیر ابتدائے اسلام میں ایک ہی شخص کو مقرر کیا تھا۔ چنانچہ آیۂ وانذر عشیرتک الاقربین کے نازل ہونے پر آنحضرتؐ نے لوگوں کا مجمع کر کے پوچھا کہ کون شخص اس کام میں میری مدد کرتا ہے تاکہ وہی میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہو تو حضرت علیؑ کے سوائے سب خاموش رہے تین بار آنحضرت صلعم نے پوچھا اور ہر دفعہ صرف حضرت علیؑ ہی آمادہ ہوئے۔ تب آنحضرتؐ نے پورے مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ ان ھذا اخی ووزیری وخلیفتی فیکم فاسمعوہ واطیعوہ۔ دیکھو یہ میرا بھائی اور میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہے تم لوگوں میں۔ پس تم لوگ اس کی ہر بات سنا اور اس کی اطاعت کیا کرو۔ (تاریخ طبری و کامل و کنز العمال وغیرہ) پس جب حضرت رسول خدا صلعم پہلے یہ بات ارشاد فرما چکے تھے تو اب دوسری روایت اس کے مقابلہ ہی کیلئے ہے اور یقیناً موضوع ہے۔

کہول اہل جنت کی سرداری

یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے عن انس قال قال رسول اللہ ابوبکر وعمر سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین والاخرین الا النبیین والمرسلین۔ جناب انس بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا کہ بہشت کے ادھیڑ لوگوں کے سردار حضرت ابوبکر و عمر ہیں۔ خواہ وہ ادھیڑ لوگ پہلے والوں سے ہوں یا پچھلے والوں سے سوائے مرسلین و انبیاء کے۔ (مشکوٰۃ جلد ۸ صفحہ ۱۱۲) حالانکہ آنحضرت صلعم نے متعدد حدیثوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ بہشت میں سب جوان ہوں گے یعنی جو بوڑھے ہو کر مرے ہیں وہ بھی وہاں جوان ہی رہیں گے۔ پس جب بہشت میں ادھیڑ اور بوڑھے نہیں ہوں گے تو حضرت ابوبکر و عمر سردار کن لوگوں کے مقرر کئے جائیں گے؟ اس سبب سے ماننا پڑتا ہے کہ یہ حدیث بھی موضوع ہے اور آنحضرتؐ کی مشہور حدیث الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔ حسنؑ اور حسینؑ جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں (مشکوٰۃ جلد ۸ صفحہ ۱۳۵) کے مقابلہ میں بیان کی گئی ہے۔ غرض آپ کے فضائل میں جو حدیثیں ملتی ہیں ان میں اکثر ایسی ہیں جو یا حضرت رسول خدا صلعم پر آپ کی ترجیح کے متعلق ہیں یا حضرات اہلبیت سے آپ کی تفضیلت ثابت کرتی ہیں۔

آپ کے وہ فضائل جن کے موضوع ہونیکا اقرار علمائے ...

اوپر حضرت کے فضائل کی وہ روایتیں ذکر کی گئیں جو ان کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں اور صرف عقل یا قرآن مجید یا اصول مسلمہ کے

بہت سی کتابیں ان موضوعات پر لکھی ہیں ... ان میں ان حضرات نے ایسی روایتوں

کے جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کتابوں میں لئالی مصنوعہ موضوعات ابن الجوزی و الضعفاء لابن حبان وغیرہ

بھی ہیں۔ ان میں حسب ذیل روایتیں حضرت عمر کے متعلق لکھی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ جلیل القدر علماء بھی ان

روایتوں کو موضوع اور جعلی سمجھتے اور اپنی کتابوں میں لکھ کر مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ ان کو صحیح نہ سمجھنا اور نہ ان کے

مطابق اپنے عقائد کی اِستوار قائم کرنا۔ کہ یہ آنحضرت کی فرمودہ نہیں ہیں۔

اول کتاب پانے والے

علامہ سیوطی لکھتے ہیں عن زید بن ثابت مرفوعا اول من یعطے کتابہ بیمینہ عن ھذہ الامۃ عمر ابن الخطاب ولہ شعاع کشعاع الشمس قیل فاین ابوبکر قال تزفہ الملئکۃ الی الجنان المتھم بہ عمر۔ زید بن ثابت سے یہ مرفوع روایت ہے کہ انھوں کہا بروز قیامت اس امت میں سب سے پہلے جس شخص کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا وہ عمر بن الخطاب ہوں گے۔ اور ان کا چہرہ آفتاب کی شعاع کی طرح چمکتا ہو گا لوگوں نے ان سے پوچھا اس وقت ابوبکر کہاں ہوں گے؟ کیا اُن کو سب سے پہلے نہیں ملے گا؟ تو جواب دیا کہ ان کو فرشتے سنوار کر بہشت میں لے جا چکے ہوں گے۔ اس حدیث کے راویوں میں عمر بن ابراہیم ہے جو اس بات میں بدنام ہے کہ غلط روایتیں دل سے بنا بنا کر پیش کرتا تھا۔ (لئالی مصنوعہ صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ لکھنؤ)

میں نبی نہ ہوتا تو عمر ہوتے

علامہ سیوطی لکھتے ہیں عن بلال بن رباح مرفوعا لو لم ابعث فیکم لبعث عمر۔ بلال بن رباح سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا اگر میں تم لوگوں میں نبی بنا کر نہ بھیجا گیا ہوتا تو ضرور عمر نبی بنا کر بھیجے گئے ہوتے۔ اس روایت کا ایک راوی زکریا اول درجہ کا جھوٹا ہے۔ وہ جھوٹی روایتیں اپنے دل سے گھڑ گھڑ کے لوگوں سے بیان کرتا تھا۔ دوسرا راوی ابن واقد متروک ہے (کہ لوگ اس سے روایتیں نہیں لیتے تھے) اور مشرح کی روایت سے بھی کوئی استدلال نہیں کرتا۔ (لئالی مصنوعہ صفحہ ۱۸۲) کس قدر افسوسناک امر ہے کہ حضرت ممدوح کے فضائل میں اس طرح آنکھیں بند کر کے روایتیں بنائی گئیں اور وہ تمام کتب حدیث و سیرۃ میں بھر دی گئیں۔ یہ حدیث بھی اتنی مشہور کی گئی کہ بڑی بڑی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ اور عام مسلمین اسکو صحیح سمجھ کر حضرت عمر کا درجہ حضرت رسول خدا کے برابر قرار دینے لگے۔ کہ حضرت عمر و حضرت رسول خدا دونوں خدا کے ہاں ایک حیثیت رکھتے تھے۔ اور دونوں نبی ہونے کی پوری قابلیت سے آراستہ تھے۔ اتفاقاً حضرت رسول خدا نبی ہو گئے اور حضرت عمر رہ گئے۔ ورنہ آپ ہی ہوتے۔ اس کے ساتھ دوسرے راویوں نے یہ جملہ بھی ملا دیا ایدالله عمر بملکین یوفقانہ ویسددانہ فاذا اخطاص فاہ حتے یکون صوابا۔ یعنی حضرت رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں نبی نہ بنایا جاتا تو ضرور عمر نبی بنا دیے جاتے۔ خدا نے اب بھی عمر کی تائید میں دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو برابر ان کے ساتھ رہتے ہیں ...

رہیں۔ اور جب کبھی حضرت عمر سے غلطی ہونے لگتی ہے تو دونوں فرشتے ان کو ادھر سے موڑ دیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کا ہر کام درست اور حق ہی ہوتا ہے۔ (لئالی مصنوعہ ص ۱۸۲) اور جناب شاہ عبد الحق صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں وامّا زیادت دیگر کہ ولو کان نبیًا بعدی لکنت یعنی اگر می بودے پیغمبرے بعد از من تو می بودے ایں زیادت را گفتہ اند کہ موضوع است چنانکہ حدیث لولم ابعث فیکم لبعث عمر نیز ہمیں حکم دارد یعنی دوسری زیادتی جو اس روایت میں کی گئی کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو تم ہی ہوتے اس زیادتی کے بارے میں علماء نے بیان کیا ہے کہ موضوع ہے جیسا کہ یہ حدیث اگر میں تم لوگوں میں نبی بنا کر نہ بھیجا گیا ہوتا تو ضرور عمر پیغمبر بنا دیئے گئے ہوتے۔ بھی اسی طرح موضوع ہے (شرح سفر السعادۃ ص ۶۴۹)

آپ کے فضائل کی حد

علامہ سیوطی اس کے بعد لکھتے ہیں عن عمار بن یاسر مرفوعا اتانی جبرئیل آنفا فقلت یا جبرئیل حدثنی بفضائل عمر فی السماء فقال یا محمد لو حدثتک بفضائل عمر فی السماء مالبث نوح فی قومہ الف سنۃ الا خمسین عاما ما نفدت فضائل عمر وان عمر حسنۃ من حسنات ابی بکر۔ قال احمد بن حنبل موضوع ولا اعرف اسماعیل۔ وقال الازدی ہو ضعیف وقال ابن حبان یروی المناکیر التی لا یشک انہا موضوعۃ۔ عمار بن یاسر سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا ابھی میرے پاس جبریل آئے تھے تو میں نے اُن سے کہا اے جبریل مجھ سے عمر کے وہ فضائل جو انھیں آسمان میں حاصل ہیں بیان کرو۔ تو جبریل نے جواب دیا اے محمدؐ اگر میں عمر کے وہ فضائل جو انھیں آسمان میں حاصل ہیں اتنی مدت تک بھی جب تک حضرت نوحؑ اپنی قوم میں رہے تھے یعنی ۹۵۰ سال تک بیان کرتا رہوں جب بھی فضائل ختم نہیں ہو سکتے اور عمر تو ابوبکر کی خوبیوں میں سے ایک خوبی ہیں۔ امام احمد بن حنبل بیان کرتے تھے کہ یہ حدیث بالکل موضوع ہے۔ اس کے راوی اسمٰعیل کو میں جانتا بھی نہیں۔ اور ازدی نے بیان کیا کہ وہ ضعیف ہے۔ اور ابن حبان نے بیان کیا کہ یہ شخص ہمیشہ ایسی ہی مہمل روایتیں گڑھتا رہتا ہے جن کے غلط اور موضوع ہونے میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا (لئالی مصنوعہ ص ۱۸۳) اس روایت میں یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت عمر کے صرف وہ فضائل جو ان کو آسمان میں حاصل ہیں اس قدر بیان کئے گئے۔ زمین میں جس قدر فضائل ہوں گے ان کا ابھی ذکر نہیں ہے۔ راوی کا مطلب غالبًا یہ ہوگا کہ اگر آپ کے وہ فضائل جو زمین میں ہیں بیان کئے جائیں تو شاید قیامت تک بھی ختم نہ ہوں۔ عن ابی بن کعب مرفوعا کان جبریل یذاکرنی امر عمر۔ فقلت یا جبریل اذکرنی بفضائل عمر وماله عند الله فقال لو جلست معک مثل ما جلس نوح فی قومہ ما بلغت فضائل عمر ولیبکین الاسلام بعد موتک یا محمد علی عمر۔ لا یصح۔ عبد اللہ الاسلمی لیس بشئ۔ قال ابن حبان یقلب الاسانید والمتون۔ ابی بن کعب سے یہ مرفوع روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا جبریل مجھ سے عمر کے معاملہ میں مذاکرہ کرتے تھے۔ تو میں نے ان سے کہا اے جبریل مجھ سے عمر کے فضائل اور وہ درجہ جو انھیں خدا کے ہاں حاصل ہے بیان کرو۔

عمر کے کل فضائل نہیں بیان کر سکتا۔ اور یہ تمام آپ کی وفات کے بعد عمر پر السلام ...

ہے۔ اس کا ایک راوی عبداللہ الاسلمی کوئی چیز نہیں تھا۔ (لئالی مصنوعہ صفحہ ۱۸۳) عن ابی بن کعب مرفوعا

کان جبریل یذاکرنی فضل عمر فقلت له یا جبریل ما بلغ من فضل عمر. قال یا محمد لو لبثت

مالبث نوح فی قومه ما بلغت لك فضل عمر. قال فی المیزان حسان بن غالب عن مالك

متروك ذکره ابن حبان فقال شیخ من اهل مصر یقلب الاخبار ویروی عن الاثبات الملزقات

وقال الحاکم له عن مالك احادیث موضوعة۔ یعنی ابی بن کعب سے یہ مرفوع روایت بیان کی گئی ہے

(جس کا ترجمہ اوپر مذکور ہوا۔) علامہ ذہبی نے کتاب میزان الاعتدال میں کہا ہے کہ حسان بن غالب مالک سے

متروک ہے اس کا ذکر ابن حبان نے کیا ہے تو کہا مصر والوں کا استاد ہے۔ یہ شخص روایتوں میں الٹ پھیر کیا کرتا تھا۔ اور معتبر

لوگوں سے لپٹی ہوئی روایتیں گڑھتا تھا۔ اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ امام مالک سے گڑھی ہوئی (موضوع) حدیثیں بیان کرتا تھا

عن ابی سعید قال قال النبی لجبریل ایها الروح الامین حدثنی بفضائل عمر عندکم فی السماء.

قال یا محمد لو مکثت معك ما مکث نوح فی قومه الف سنة الا خمسین عاما ما حدثتك بفضیلة

واحدة من فضائل عمر وان عمر حسنة من حسنات ابی بکر وبالجملة اصلحها اسنادا حدیث عمار

ومع ذلك قال الذهبی فی المیزان انه خبر باطل۔ یعنی ابو سعید بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے

جبریل سے کہا اے روح امین مجھ سے عمر کے فضائل بیان کرو جو انھیں آسمان میں حاصل ہیں۔ انھوں نے کہا اے محمد اگر

میں آپ کے پاس اتنی دیر تک ٹھہروں جب تک حضرت نوحؑ اپنی قوم میں رہے تھے یعنی ۹۵۰ سال تب بھی میں عمر کے

فضائل سے ایک فضیلت تک نہیں بیان کر سکتا۔ اور یقیناً عمر ایک خوبی ہیں ابوبکر کی بکثرت خوبیوں سے۔ مختصر یہ کہ

اسناد کے اعتبار سے عمار ہی کی روایت زیادہ مناسب ہے باوجود اس کے علامہ ذہبی نے اپنی کتاب میزان الاعتدال میں لکھا ہے

کہ یہ روایت باطل اور بالکل غلط ہے (لئالی مصنوعہ صفحہ ۱۸۳) روایت گڑھنے والے معلوم نہیں کس عقل و فہم اور کیسے

دماغ رکھتے تھے۔ اگر یہ بیان کرتے کہ ۹۵۰ سال تک حضرت عمر کے فضائل بیان نہیں ہو سکتے تو اس میں پھر بھی گنجائش

تھی کہ شاید آپ کے فضائل کئی کروڑ یا کئی ارب ہوں اس وجہ سے اتنی مدت کافی نہ ہو گی۔ لیکن روایت تراشنے والے نے

بیان کیا کہ ۹۵۰ سال میں جناب جبریل حضرت عمر کی ایک فضیلت بھی بیان نہیں کر سکتے تھے۔ یعنی حضرت عمر کی جتنی فضیلتیں

ہیں سب اتنی لمبی ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ۹۵۰ سال تک میں بیان نہیں ہو سکتی ہے۔ سبحان اللہ۔ ایجاد ہو

تو ایسی ہو۔ اور بات بنائی جائے تو اس شان کی جو دنیا بھر کی عقل میں آجائے۔ اور جس کے بارے میں ہر شخص آسانی سے

بول اٹھے کہ آمنا وصدقنا۔ اور سنو! عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت كانت

لیلتی من رسول الله فلما ضمنی وایاه الفراش نظرت الی السماء فرأیت النجوم مشتبكة فقلت

یا رسول الله فی هذه الدنیا رجل له حسنات بعدد نجوم السماء۔ قال نعم عمر وانه حسنة

باطلہ موضوعہ یعنی ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے تھے کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ ایک رات حضرت رسول خدا صلعم کے ہاں میری باری تھی۔ پس جب حضرت نے مجھ کو اپنے سے چمٹا لیا اور آرام فرمایا تو میں نے آسمان کی طرف نظر کی دیکھا کہ ستارے گھن گئے اور خوب نمایاں ہو گئے ہیں۔ اس وقت میں نے کہا اے رسول خدا اس دنیا میں کوئی شخص ایسا بھی ہو جس کے فضائل آسمان کے ستاروں کی طرح (بے حد و حساب) ہوں؟۔ حضرت نے فرمایا ہاں وہ عمر ہیں اور وہ تمہارے باپ کی خوبیوں سے ایک ہی خوبی ہیں۔ علامہ خطیب نے بیان کیا کہ یہ روایت گڑھی ہوئی (موضوع) ہے۔ بریہ (اس حدیث کا ایک راوی) ایسا شخص تھا جو اسمٰعیل صفار سے غلط اور موضوع حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔ (لآلی مصنوعہ صفحہ ۱۸۴)

یاقوت و زمرد کے گھوڑے

علامہ سیوطی لکھتے ہیں عن انس مرفوعا لما اسری بی رأیت فی السمآ خیلا موقوفۃ مسرجۃ ملجمۃ لا تروث ولا تبول ولا تعرق رؤسہا من الیاقوت الاحمر وحوافرہا من الزمرد وابدانہا من العقیان الاصفر ذوات اجنحۃ فقلت لمن ھذہ فقال جبریل ھذہ لمحبی ابی بکر وعمر یزورون اللہ تعالیٰ علیہا یوم القیامۃ یعنی جناب انس سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا جب مجھے معراج ہوئی تو اس رات کو میں نے آسمان میں بہت سے گھوڑے بندھے ہوئے دیکھے جن پر زین کسا ہوا اور جن کے منہ میں لگام لگی ہوئی تھی وہ سب نہ ہگتے تھے نہ پیشاب کرتے تھے نہ ان کے بدن سے پسینہ نکلتا تھا۔ ان سب کے سر سرخ یاقوت کے اور ان سب کے سم زمرد کے۔ اور ان سب کے باقی بدن خالص زرد سونے کے تھے اور ان سب گھوڑوں کے بازو بھی تھے میں نے پوچھا یہ گھوڑے کس کیلئے ہیں؟ تو جبریل نے کہا یہ اُن لوگوں کے لئے ہیں جو ابو بکر و عمر کو دوست رکھیں گے کہ وہ لوگ انھیں گھوڑوں پر سوار ہو کر قیامت کے روز اللہ تعالےٰ کے دیدار کو جائیں گے۔ (لآلی مصنوعہ صفحہ ۱۸۴) اسمیں حضرت ابو بکر و عمر کے فضائل بھی ملحوظ رہے۔ ان کے دوستوں کا درجہ بھی دکھایا اور اس کو بھی ثابت کیا کہ خدا کی زیارت کیجائے گی۔ اور محبان حضرت ابو بکر و عمر اس روز خدا کو دیکھیں گے۔ پھر علامہ ممدوح لکھتے ہیں روی عن عفان حدیثا کذبا یعنی محمد بن عبید اللہ نے ایک جھوٹی حدیث بیان کی ہے۔

بہشت و دوزخ کا مناظرہ

اور سنو۔ عن ابی ھریرۃ مرفوعا تفاخرت الجنۃ والنار فقالت النار للجنۃ انا اعظم منک قدرا قالت ولم قالت لان فی الفراعنۃ والجبابرۃ۔ والملوک وابناؤھا فاوحی اللہ تعالےٰ الی الجنۃ ان قولی بل لی الفضل اذ زیننی اللہ لابی بکر وعمر۔ موضوع۔ ابان متروک ومھدی کذاب وضاع۔ حضرت ابو ہریرہ سے یہ مرفوع روایت ہے کہ ایک دفعہ بہشت اور دوزخ نے ایک دوسرے سے فخر و مباہات کی بحث شروع کی تو دوزخ نے کہا میرا درجہ تجھ سے بڑھا ہوا ہے۔ بہشت نے پوچھا وہ کیوں؟ دوزخ نے کہا اس لئے کہ مجھ میں بڑے بڑے فرعون۔ جبابرہ۔ بادشاہ اور شاہزادے

ایک راوی مہدی کذاب (بڑا جھوٹا) وضاع (اول درجہ کا جھوٹی حدیثیں دل سے گڑھنے والا) ہے۔ (لئالی مصنوعہ صفحہ ۱۸۴)

حضرت علی کو دوستی کا حکم

علامہ موصوف پھر لکھتے ہیں عن عبد اللہ بن ابی اوفے قال رأیت النبی متکیا علی علیؓ واذا ابوبکر و عمر اقبلا فقال یا ابا الحسن احبہما

نحبہما تدخل الجنۃ موضوع عملہ الاشنانی ثم رکب لہ اسنادا آخر فقال حدثنا سری بن مغلس السقطی سنۃ ۲۷۱ حدثنا اسماعیل بن علیۃ عن ایوب عن نافع عن ابن عمر بہ۔ قال الخطیب لو لم یذکر التاریخ کان اخفی لبلیتہ واستر لان سریا مات سنۃ ۲۵۳ ولہ طریق آخر مجہول۔ یعنی عبد اللہ بن اوفے بیان کرتے تھے کہ میں نے دیکھا حضرت رسول خدا حضرت علیؓ پر تکیہ کئے ہوئے آرام فرما رہے تھے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر و عمر بھی وہاں پہونچ گئے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے ابو الحسن! تم ان دونوں کو دوست رکھو کیونکہ ان کی دوستی ہی کی وجہ سے تم بھی بہشت میں جاؤ گے۔ یہ حدیث بالکل موضوع ہے۔ اس کو اشنانی نے ایجاد کیا ہے۔ اور پھر اس کے لئے دوسری اسناد بنائی کہ کہا مجھ سے حدیث بیان کی سری بن مغلس سقطی نے ۲۷۱ھ میں کہ حدیث بیان کی مجھ سے اسماعیل بن علیہ نے ایوب سے انھوں نے نافع سے انھوں نے ابن عمر سے اسی مضمون کی۔ علامہ خطیب کہتے تھے اگر وہ اس روایت کی تاریخ (کہ سری نے ۲۷۱ھ میں یہ حدیث بیان کی) نہ بیان کرتا تو اس کی جعل سازی چھپی اور اس کی مکاری پوشیدہ رہ جاتی کیونکہ سری تو ۲۵۳ھ میں مر اہے (وہ ۲۷۱ھ میں موجود کب تھا جو اس روایت کو بیان کرتا) اور اس روایت کا ایک اور طریق ہے وہ بھی مجہول ہے (لئالی مصنوعہ صفحہ ۱۸۴)۔ عن ابی ھریرۃ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم متکیا علی علی ابن ابی طالب فاستقبلہ ابوبکر و عمر فقال یا علی اتحب ھذین الشیخین قال نعم یا رسول اللہ قال احبہما تدخل الجنۃ۔ تفرد بہ الحسن وھو مجہول۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے تھے کہ جب حضرت رسول خدا صلعم حضرت علی ابن ابی طالب پر تکیہ کئے ہوئے نکلے تو حضرت ابوبکر و عمر نے حضرت کا استقبال کیا اس وقت آنحضرتؐ نے پوچھا اے علی تم ان دونوں شخصوں کو دوست رکھتے ہو؟ آپ نے کہا ہاں اے رسول خدا۔ حضرت نے فرمایا ان کو ضرور دوست رکھو اسی سے تم بھی بہشت میں جاؤ گے۔ اس روایت کے بیان کرنے میں حسن بن مکی منفرد ہے اور وہ مجہول ہے وقال الذہبی فی المیزان الحسن بن مکی قال حدثنا ابن عیینۃ فذکر حدیثا باطلا باسناد الصحیح وھو ھذا۔ علامہ ذہبی نے کتاب میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ حسن بن مکی نے بیان کیا کہ مجھ سے ابن عیینہ نے بیان کیا۔ پھر سند صحیح سے ایک غلط حدیث بیان کی اور وہ یہی ہے۔ (لئالی مصنوعہ صفحہ ۱۸۴)

حضرت ابوبکر و عمر کے دشمنوں کا انجام

علامہ موصوف پھر لکھتے ہیں عن انس مرفوعا ان اللہ تعالی فی کل لیلۃ جمعۃ مائۃ الف عتیق من النار الا رجلین فانہما من امتی

دلیسا منہم، وان اللہ لا یعتقہما فی من عتق منہم مع اہل الکبائر فی طبقتہم مصفدین مع عبدۃ الاوثان مبغضی

وعمر وعثمان وعلی قال الخطیب موضوع کذب ورجالہ ثقات ائمۃ الا مسرۃ والحمل علیہ علے انہ ذکر سماعہ من ابی زرعۃ بعد موتہ باربع سنین قلت قال فی المیزان ھذا من موضوعات مسرۃ۔ حضرت انس سے یہ مرفوع روایت ہے کہ خدا کیلئے ہر شب جمعہ میں ایک لاکھ آدمی جہنم سے آزاد کئے جاتے ہیں سوائے دو شخصوں کے کیونکہ یہ دونوں میری امت میں داخل ہو جائیں گے حالانکہ میری امت سے نہیں ہوں گے۔ اور جن لوگوں کو خدا ان میں سے آزاد کریگا ان میں سے وہ نہیں ہوں گے بلکہ وہ ان کے ساتھ ہوں گے جو گناہان کبیرہ والے ہوں گے اور جو بت پرستوں کے ساتھ جہنم کے اسی طبقہ میں جکڑبند رہیں گے وہ ابو بکر و عمر کے دشمن رکھنے والے ہوں گے۔ اور وہ لوگ اسلام میں داخل نہیں ہیں بلکہ اس امت کے یہودی ہیں۔ پھر فرمایا کہ سن رکھو ابو بکر و عمر و عثمان و علی کے دشمنوں پر خدا کی لعنت ہوتی رہتی ہے۔ علامہ خطیب کا بیان ہے کہ یہ حدیث بالکل موضوع جھوٹی ہے اور اس کے راوی معتمد بلکہ پیشوایان دین ہیں سوائے مسرۃ کے۔ علاوہ بریں اس نے ذکر کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کو ابو زرعہ سے اس کے مرنے کے چار سال بعد سنا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ حدیث مسرۃ کی موضوعات (دل سے بنائی ہوئی) روایتوں سے ہے (لئالی مصنوعہ صفحہ ۱۸۵) کیا تماشہ ہے کہ کوئی شخص ۲۶۴ھ میں مرجائے اور دوسرا شخص اس مرنے والے کا نام لیکر کہے کہ اس نے مجھ سے یہ حدیث ۲۶۸ھ میں بیان کی تھی۔ اور وہ حدیث صحیح مان لی جائے۔ علماء و محدثین اس کی روایت کریں اور اس سے حضرت کی فضیلت ثابت کی جائے۔

حضرت ابو بکر و عمر کا وزیر رسول خدا ہونا

پھر علامہ موصوف لکھتے ہیں عن انس قال اخے النبی بین کتفی ابی بکر و عمر فقال لہما انتما وزیرای فی الدنیا والآخرۃ۔ ما مثلی ومثلکما فی الجنۃ الا کمثل طائر یطیر فی الجنۃ فانا جؤجؤ الطائر وانتما جناحاہ وانا وانتما نسرح فی الجنۃ وانا وانتما نزور رب العالمین وانا وانتما نقعد فی مجالس الجنۃ۔ فقال وفی الجنۃ مجالس۔ قال نعم فیہا مجالس ولہو۔ فقال ای شیٔ لہو الجنۃ۔ قال اجام من قصب من کبریت احمر رحلہا الدار الطب فیخرج ریح من تحت ساق العرش یقال لہا الطیبۃ فتثور تلک الآجام فیخرج صوت ینسی اہل الجنۃ ایام الدنیا وما کان فیہا۔ موضوع۔ آفتہ زکریا۔ قال ابن حبان کان یضع الحدیث علے حمید الطویل وزعم انہ ابن مائۃ سنۃ وخمس وثلاثین سنۃ حدثنا احمد بن موسی عنہ عن حمید بنسخۃ کتبناہا کلہا موضوعۃ لا یحل ذکرہا۔ حضرت انس صحابی بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے حضرت ابو بکر و عمر کے شانوں کے درمیان بھائی چارہ مقرر کرکے فرمایا کہ دنیا و آخرت میں تم دونوں میرے وزیر ہو۔ میری اور تم دونوں کی مثال بہشت میں اس طائر (چڑیا) ایسی ہوگی جو بہشت میں اڑتی پھریگی۔ میں اس چڑیا کا سینہ ہوں گا اور تم دونوں اسکے دونوں بازو (پر) ہو گے اور میں اور تم جنت میں خوب چرتے رہیں گے اور میں اور تم دونوں خدائے رب العالمین کی زیارت بھی کریں گے۔ اور میں اور تم دونوں بہشت کے جلسوں میں بیٹھیں گے

کے محل ہوں گے جو ...

ہوا نکلے گی جس کو طیبہ کہیں گے اس پردہ سب محل وجد کرینگے۔ پس ایسی آواز نکلے گی جو بہشت والوں کو دنیا کے ایام اور جو کچھ لطف دنیا میں ہوتے تھے سب بھلادے گی۔ یہ حدیث موضوع ہے۔ اسکی آفت زکریا ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ زکریا حمید طویل پر حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ اور گمان کیا کہ وہ ۱۳۵ سال کا تھا۔ مجھ سے احمد بن موسیٰ نے اسی زکریا سے اور اس نے حمید سے ایک کتاب کی روایت کی جس کو ہم نے لکھا جو سب کی سب موضوع تھی۔ جس کا ذکر بھی حرام ہے۔ (لئالی ص۱۸۵)

دوستان و دشمنان حضرت ابوبکر و عمر

علامہ موصوف ہی یہ بھی لکھتے ہیں عن ابی ھریرۃ مرفوعا ان فی السماء الدنیا ثمانین الف ملک یستغفرون اللہ لمن احب ابا بکر و عمر و فی السماء الثانیۃ ثمانین الف ملک یلعنون من ابغض ابا بکر و عمر قال الخطیب وضعہ العدوی ۔ حضرت ابوہریرہ سے مرفوع روایت ہے کہ نیچے کے آسمان میں ۸۰ ہزار فرشتے ہیں جو ان لوگوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں جو ابوبکر و عمر کو دوست رکھتے ہیں۔ اور دوسرے آسمان میں بھی اسی ہزار فرشتے ہیں جو ان لوگوں پر لعنت کرتے رہتے ہیں جو ابوبکر و عمر کو دشمن رکھتے ہیں۔ علامہ خطیب نے بیان کیا کہ عدوی نے اس روایت کو وضع کیا ہے (لئالی مصنوعہ ص۱۸۵) قال رسول اللہ لما عرج بی الی السماء رایت فی السماء السابعۃ ثمانین الف من الملائکۃ علی خیل الیاقوت یستغفرون اللہ عزوجل لابی بکر و عمر ثم عرج الی السماء الخامسۃ فرایت سبعین الف من الملئکۃ علی خیل الیاقوت یستغفرون لمن یستغفر لابی بکر و عمر ۔ یعنی حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے ساتویں آسمان میں یاقوت کے گھوڑوں پر اسی ہزار فرشتے دیکھے جو ابوبکر و عمر کیلئے خدا سے استغفار کرتے تھے۔ پھر میں پانچویں آسمان پر چڑھا تو یاقوت کے گھوڑوں پر ستر ہزار فرشتوں کو دیکھا جو خدا سے ان لوگوں کے لئے استغفار کرتے تھے جو حضرت ابوبکر و عمر کے لئے استغفار میں مشغول تھے ۔ عن ابی ھریرۃ مرفوعا ان للہ تعالیٰ فی السماء سبعین الف ملک یلعنون من شتم ابا بکر و عمر قال الخطیب سھل بن صغیر یضع الحدیث ۔ حضرت ابوہریرہ سے یہ مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے آسمان میں ستر ہزار فرشتے ہیں جو ابوبکر و عمر کے برا کہنے والوں پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ علامہ خطیب کہتے تھے کہ اس روایت کا ایک راوی سہل بن صغیر حدیثیں دل سے گڑھا کرتا تھا۔ (لیالی مصنوعہ ص۱۸۶) رایت لیلۃ بی فی العرش فرندۃ خضراء فیھا مکتوب بنور ابیض لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق لاییم افتہ عمر کذاب ۔ یعنی حضرت ابو درداء سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت ...

تھا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق

یہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کی آفت کا ایک راوی عمر بن اسماعیل ہے۔ جو بڑا جھوٹا تھا
عن انس مرفوعا من افتری علی اللہ عز وجل کذبا قتل ولا یستتاب ومن سبنی قتل ولا یستتاب ومن سب ابا بکر قتل ولا یستتاب ومن سب عثمان جلد الحد ومن سب علیا جلد الحد قیل لم فرقت بین ابی بکر وعمر وعثمان وعلی. قال لان اللہ تعالٰی خلقنی وخلقھما من تربۃ واحدۃ وفیھا ندفن قال ابن عدی البلاء من یعقوب. قلت قال فی المیزان ھذا موضوع۔ حضرت انس سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالٰی پر جھوٹی بات افترا کرے گا وہ قتل کیا جائے گا۔ اور اس سے توبہ نہیں کرائی جائے گی اور جو مجھے گالی دے گا وہ قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں کرائی جائے گی۔ اور جو ابوبکر وعمر کو گالی دے گا وہ قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں کرائی جائے گی اور جو عثمان کو گالی دے گا اس کو کوڑے کی سزا دی جائے گی۔ اور جو علی کو گالیاں دیگا اس کو بھی کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ اس پر حضرت رسول خدا صلعم سے سوال کیا گیا کہ یا حضرت آپ نے فرق کیوں کیا (کہ حضرت ابوبکر وعمر کو گالیاں دینے والے تو قتل کئے جائیں گے اور حضرت عثمان وعلی کو گالیاں دینے والے صرف کوڑوں کی سزا پائیں گے) حضرت نے فرمایا اس سبب سے کہ اللہ تعالٰی نے مجھے اور ابوبکر وعمر کو ایک ہی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اور اسی میں ہم لوگ دفن کئے جائیں گے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس روایت کی بلا اس وجہ سے ہے کہ اس کا ایک راوی یعقوب ہے۔ میں (علامہ سیوطی) کہتا ہوں کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ حدیث بالکل موضوع ہے (لآلی مصنوعہ صفحہ ۱۸۷)

آنحضرت اور شیخین کی خلقت ایک مٹی سے

اوپر کی موضوع کی طرح یہ روایتیں بھی ہیں
عن ابن مسعود مرفوعا کل مولود یولد بیدار علی سرتہ من تربتہ فاذا اطال عمرہ ردہ الی تربتہ التی خلقہ منھا. وانا وابو بکر وعمر خلقنا من تربۃ واحدۃ وفیھا ندفن لا یصح محمد واحمد مطعون فیھما وفیہ مجاھیل منھم ابو البیع۔ حضرت ابن مسعود سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی ناف میں اس کی تربت سے چھڑک دیا جاتا ہے

کیا گیا تھا اور میں اور ابو بکر و عمر ایک ہی تربت اسی سے پیدا کئے گئے ہیں اور اسی میں ہم لوگ دفن کئے جائیں گے۔ یہ
حدیث صحیح نہیں ہے اس کے راوی محمد و احمد دونوں محل اعتراض ہیں اور ان میں بہت سے مجہول راوی بھی
ہیں۔ انھیں سے ابو السبح بھی ہے عن ابن مسعود مرفوعا مامن مولود یولد الا وفی سرته من تربته التی
یولد منها فاذا رد الی ارذل العمر رد الی تربته التی خلق منها حتی یدفن فیها وانی وابوبکر وعمر
خلقنا من تربة واحدة وفیها ندفن وقد اورد المؤلف هذا الطریق فی العلل وقد قال الدارقطنی
موسی بن سهل ضعیف۔ حضرت ابن مسعود سے مرفوع روایت ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اسکی ناف
میں اس مٹی سے ڈالا جاتا ہے جس سے وہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ بڑی عمر کی طرف پلٹا دیا جاتا ہے تو
اسی مٹی کی طرف واپس لایا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا تھا۔ یہانتک کہ اسی مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے
اور میں اور ابو بکر و عمر ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی میں ہملوگ دفن کئے جائیں گے۔ اور مؤلف
نے اس طریق کو علل میں درج کیا ہے۔ اور امام دارقطنی نے کہا ہے کہ اس روایت کا ایک راوی موسی بن
سہل ضعیف ہے۔ عن ابی هریرة مرفوعا من آدمی الا ومن تربته فی سرته فاذا دنا اجله قبضه
الله من التربة التی منها خلق وفیها یدفن وخلقت انا وابوبکر وعمر من طینة واحدة و
ندفن فیها فی بقعة واحدة۔ حضرت ابو ہریرہ سے مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا
دنیا میں جو آدمی آتا ہے اس کی ناف میں اس کی اسی تربت سے مٹی ڈالی جاتی ہے۔ پھر جب اس کی موت قریب
آجاتی ہے تو خدا اسکی قبض روح اسی مٹی سے کرتا ہے جس سے اسکو پیدا کیا تھا اور اسی مٹی میں وہ دفن کیا
جاتا ہے۔ اور میں اور ابو بکر و عمر ایک ہی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں اور اسی مٹی میں ایک بقعہ کے اندر ہم
تینوں دفن بھی کئے جائیں گے۔ عن ابی هریرة مرفوعا من مولود الا وقد ذر علیه من تراب حفرته
قال ابو عاصم ما نجد فضیلة لابی بکر وعمر مثل هذه لان طینتهما من طینة رسول الله صلعم
دفنا قال ابو نعیم هذا حدیث غریب من حدیث ابن عون عن محمد لم نکتبه الا من حدیث
ابی عاصم النبیل عنه۔ حضرت ابو ہریرۃ سے مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا دنیا
میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس پر اس مٹی سے جو وہاں موجود رہتی ہے ضرور چھڑک دیا جاتا ہے۔ ابو عاصم کہتے
تھے کہ ہم کو حضرت ابو بکر و عمر کی کوئی فضیلت اس شان کی نہیں ملتی کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان
دونوں بزرگوں کی مٹی حضرت رسولخدا کی مٹی سے تھی اور حضرت ہی کے ساتھ دونوں دفن بھی کئے گئے
ابو نعیم نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ حدیث ابو عون سے محمد سے نہیں لکھا ہے ہم نے اس کو بجز حدیث
ابو عاصم سے [۱] سمعت ابن سیرین یقول لو حلفت حلفت صادقا بارا غیر شاك ولا مستثنی

[۱] ایسی حدیثیں کس وجہ سے بیان کی گئیں [illegible]

ان اللہ تعالیٰ ما خلق نبیہ ولا ابا بکر ولا عمر الا من طینۃ واحدۃ ثم ردھم الی تلک الطینۃ

میں نے ابن سیرین سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ اگر میں حلف لے کر کہوں تو اس حلف میں سچا نیکوکار رہوں گا نہ اس میں کوئی شک ہوگا نہ کوئی مستثنیٰ قرار پائیگا کہ خدا نے اپنے رسول اور ابوبکر وعمر کو ایک ہی مٹی سے پیدا کیا تھا۔ پھر ان سب کو اسی مٹی میں پلٹا بھی دیا (لآلی مصنوعہ صـ۱۸۸)

بہشت میں آپ کا درجہ

اور علامہ ذہبی لکھتے ہیں عن ابن عباس مرفوعا اذا کان یوم القیامۃ یکون ابوبکر علی احد ارکان الحوض وعمر علی الرکن الثانی وعثمان علی الثالث وعلی علی الرابع فمن ابغض واحدا منھم لم یسقه الآخرون ... عن ابن عباس مرفوعا اذا کان یوم القیامۃ نادی مناد تحت العرش ھاتوا اصحاب محمد فیوتی بابی بکر وعمر وعثمان وعلی فیقال لابی بکر قف علی باب الجنۃ فادخل فیھا من شئت ورد من شئت۔ ویقال لعمر قف عند المیزان فثقل من شئت برحمۃ اللہ وخفف من شئت ویعطی عثمان غصن شجرۃ من الشجرۃ التی غرسھا اللہ بیدہ فیقال ذد بھذا عن الحوض من شئت ویعطی علی حلتین فیقال له خذھما فانی ادخرتھما لک یوم انشأت خلق السماوات والارض ... قلت ھذا رجل کذاب قال الحاکم احادیثه موضوعۃ۔ حضرت ابن عباس سے مرفوع روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ابوبکر حوض کوثر کے پہلے کنارے پر ہوں گے۔ عمر دوسرے کنارے پر۔ عثمان تیسرے کنارے پر۔ علی چوتھے کنارے پر۔ اور جو شخص ان چاروں سے کسی کو بھی دشمن رکھتا ہوگا اس کو باقی تینوں خلفاء بھی حوض کوثر سے سیراب نہیں کرینگے .... اور حضرت ابن عباس سے یہ مرفوع روایت ہے کہ جب قیامت کا دن آئیگا تو ایک منادی عرش کے نیچے پکارے گا کہ حضرت محمدؐ کے اصحاب کو لاؤ۔ پس فرشتے ابوبکر وعمر وعثمان وعلی کو حاضر کرینگے۔ اسوقت ابوبکر سے کہا جائے گا کہ تم بہشت کے دروازے پر کھڑے ہو اور جس کو چاہو اس میں داخل کرو اور جس کو چاہو وہاں سے ہٹا دو۔ اور عمر سے کہا جائیگا تم میزان اعمال کے پاس کھڑے ہو کر جس کے اعمالنامہ کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ) ایک حبشی مدینہ میں دفن کیا گیا تو حضرت رسولخداؐ نے فرمایا یہ اسی مٹی میں دفن کیا گیا جس سے پیدا کیا گیا تھا عن ابی سعید ان النبیؐ بالمدینۃ فرای جماعۃ یحفرون قبرا فسأل عنه فقالوا حبشی قدم فمات فقال النبیؐ لا اله الا اللہ سیق من ارضه وسمائه الی التربۃ التی خلق منھا۔ حضرت ابوسعید بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم مدینہ میں گزر رہے تھے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ قبر کھود رہے ہیں۔ حضرت نے پوچھا کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے عرض کی ایک حبشی اس شہر میں اتفاقاً آگیا تھا تو یہیں مر گیا۔ حضرت نے فرمایا لا الہ الا اللہ۔ یہ حبشی اپنی زمین اور آسمان سے ہٹا کر اسی مٹی کے پاس پہونچایا گیا جس سے یہ پیدا کیا گیا تھا۔ (لآلی مصنوعہ صـ۱۸۸) اس سے واضح ہوا کہ انسان جس مٹی سے پیدا ہوا ہے اسی میں وہ دفن کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ان لوگوں نے حضرت ابوبکر وعمر کے لئے

جاہئے رحمۃ خدا نے بھاری کر دو اور آپ کے ہاتھ ...

نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے ایک ڈالی دے دیجائے گی اور کہا جائیگا اس لکڑی سے تم جسکو چاہو حوض کوثر سے ہٹا دو اور علیؑ کو دو حلّے دیئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائیگا کہ ان دونوں کو قبول کرو کیونکہ میں نے ان کو تمہارے لیے اسی دن ذخیرہ کر دیا تھا جس روز آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ قال ابن حبان ابراہیم بن عبداللہ بن خالد یسرق الحدیث ویروی عن الثقات مالیس من حدیث۔ علامہ ابن حبان بیان کرتے تھے کہ اس حدیث کا راوی ابراہیم بن عبداللہ حدیثیں چرایا کرتا تھا اور معتمد لوگوں کی طرف نسبت دے کر ایسی حدیثیں ان سے بیان کرتا تھا جو انھوں نے کبھی بھی نہیں کہی تھیں۔ (میزان الاعتدال مطبوعہ لکھنؤ جلد ۱ صہ ۱۸۵)

شیخین کو گالی دینے کا انجام

علامہ ذہبی لکھتے ہیں عن اجلح قال سمعنا انہ ما سب ابابکر و عمر احد الا افتقر او مات قتلا۔ اجلح بیان کرتے تھے کہ میں نے سُنا جس شخص نے بھی ابوبکر یا عمر کو گالی دی وہ یا فقر میں مبتلا ہوا یا قتل ہو کر مرا۔ اس کے بارے میں علامہ موصوف لکھتے ہیں قال ابوحاتم لیس بالقوی وقال س ضعیف لہ رای سوء وقال القطان فی نفسی منہ شئی۔ اس روایت کا راوی اجلح قوی نہیں تھا۔ اور س نے کہا کہ وہ ضعیف تھا اس کا عقیدہ بُرا تھا اور قطان نے کہا کہ میرے نفس میں اس کی طرف سے تردد ہے (میزان جلد ۱ صہ ۳۳)

رسول خداؐ اور حضرت عمر

علامہ موصوف ہی لکھتے ہیں عن ابی سعید مرفوعا قال من ابغض عمر فقد ابغضنی ومن احبہ فقد احبنی عمر معی حیث حللت وانا مع عمر حیث حل۔ حضرت ابوسعید سے مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا جو عمر کو دشمن رکھے گا وہ مجھے دشمن رکھیگا اور جو انھیں دوست رکھے گا وہ مجھے بھی دوست رکھے گا۔ عمر میرے ساتھ ہی رہیں گے جہاں بھی رہوں اور میں بھی عمر ہی کے ساتھ رہوں گا جہاں وہ رہیں۔ اسکے راوی احمد کے متعلق لکھا ہے قال ابن عدی روی مناکیر عن الثقات۔۔ وقال ابوالفتح الازدی یصنع الحدیث۔ ابن عدی کہتے تھے کہ احمد معتمد لوگوں کی طرف نسبت دیکر مہمل حدیثیں گڑھتا رہتا تھا اور ابوالفتح ازدی کہتے تھے کہ احمد غلط حدیثیں وضع کرتا تھا۔ (میزان جلد ۱ صہ ۳۶)

(بقیہ حاشیہ صہ ۳۷)

اسی مٹی میں مل جاتا ہے جس سے وہ پیدا ہوتا ہے تو مدینہ کے کل مرنیوالے اس میں حضرت ابوبکر و عمر کے برابر ہو گئے۔ خواہ وہ کسی مذہب و ملت کے ہوں۔ پس باوجود اس کے حضرت رسول خدا صلعم حضرت ابوبکر و عمر کے لئے اسے فضیلت کیوں قرار دیتے ہیں ان کو اس سے خصوصیت ہی کیا حاصل ہوئی جس کی وجہ سے اس کا کوئی ذکر کیا جاتا۔ وہ حبشی بھی تو اسی مدینہ کی مٹی میں مل گیا جس میں حضرت ابوبکر و عمر ملے تھے حالانکہ یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ حبشی مسلمان تھا یا

اقتدوا بابی بکر و عمر کی حدیث علامہ موصوف ہی لکھتے ہیں عن ابن عمر قال رسول اللہ اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ حضرت ابن عمر کہتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا تم لوگ ان دونوں کی پیروی کرنا جو میرے بعد ہوں گے اور وہ ابوبکر و عمر ہیں۔ اس کے راوی احمد بن محمد لکھتے ہیں قلت لغلام خلیل ماھذہ الرقائق التی تحدث بھا قال وضعناھا لنرقق بھا قلوب العامۃ وقال ابوداؤد اخشی ان یکون دجال البغداد۔۔۔ وقال ابوبکر النقاش ھو واہ۔ ابو عبداللہ نہاوندی نے اس راوی سے پوچھا اے غلام خلیل (احمد بن محمد) یہ دل کی زم کرنے والی کیسی حدیثیں ہیں جنکی تم روایت کرتے ہو؟ اس (احمد) نے جواب دیا میں نے ان حدیثوں کو اپنے دل سے گڑھ کر بیان کر دیا ہے تاکہ ان کے ذریعہ سے عام لوگوں کے دل نرم ہو جائیں اور ابو داؤد کہتے تھے کہ میں ڈرتا ہوں یہ شخص بغداد کا دجال نہ ہو۔۔۔ اور ابوبکر نقاش کہتے تھے کہ وہ واہی تھا۔ (میزان صہ) واہی کا معنی ضعیف اور ناتواں ہے۔ (الانوار اللغۃ پ ۲۶ ص ۱۵۰)

حضرت عمر بہشت کے چراغ ہیں علامہ موصوف ہی لکھتے ہیں عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ خلقنی اللہ من نورہ وخلق ابابکر من نوری وخلق عمر من نور ابابکر وخلق امتی من نور عمر وعمر سراج اھل الجنۃ۔ قال ابونعیم ھذا باطل مخالف کتاب اللہ۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے مجھ کو اپنے نور سے اور ابوبکر کو میرے نور سے اور عمر کو ابوبکر کے نور سے اور میری پوری امت کو عمر کے نور سے پیدا کیا ہے۔ اور عمر بہشت والوں کے چراغ ہیں۔ ابونعیم بیان کرتے تھے کہ یہ حدیث غلط اور قرآن مجید کے مخالف ہے پھر اسکے راوی کے متعلق لکھا ہے کہ احمد بن یوسف لا یعرف واتی بخبر کذب۔ یعنی احمد بن یوسف غیر معروف شخص ہے اور اس نے ایک جھوٹی حدیث بیان کی ہے (میزان جلد ا ص ۶۶)

خلافت ابوبکر و عمر علامہ موصوف ہی یہ بھی لکھتے ہیں عن الزبیر بن العوام سمع النبی یقول الخلیفۃ بعدی ابوبکر وعمر ثم یقع الاختلاف فقمنا الی علی فاخبرناہ فقال صدق الزبیر سمعت رسول اللہ یقول ذالک۔ حضرت زبیر بن عوام نے حضرت رسولخدا صلعم سے سنا کہ آنحضرت فرماتے تھے میرے بعد میرے خلیفہ ابوبکر و عمر ہوں گے۔ ان دونوں کے بعد اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ یہ سُن کر ہم لوگ حضرت علی کے پاس گئے اور ان سے اس حدیث کو بیان کیا تو حضرت علی نے کہا زبیر نے سچ بیان کیا ہے۔ میں نے بھی حضرت رسولخدا صلعم سے یہ بات سُنی تھی۔ پھر اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں قلت ھذا باطل والآفۃ من عبدالرحمن فانہ کذاب۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث بالکل غلط اور باطل ہے اور اس کی آفت اس کا راوی عبدالرحمن ہے کیونکہ وہ بڑا جھوٹا تھا۔ (میزان ص ۱۲۶)

روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا خدا نے کچھ لوگوں کو میرے اصحاب اور کچھ لوگوں کو میرے خسر بنایا ہے اور یقیناً آخر زمانہ میں ایک قوم آئیگی جو ان لوگوں کو دشمن سمجھے گی۔ تم لوگ نہ انکے ساتھ کھانا پینا۔ نہ انلوگوں کے ساتھ نماز پڑھنا اور نہ ان کے جنازوں پر نماز پڑھنا۔ پھر اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں قال ابن حبان منکر الحدیث جداً۔ ابن حبان کہتے تھے کہ اس کی حدیثیں بالکل غلط ہوتی تھیں (میزان ۱۲۹)

حضرت ابوبکر و عمر سب سے بہتر

عن ابی ھریرۃ مرفوعاً ابوبکر و عمر خیر الاولین حضرت ابوہریرہ سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا ابوبکر و عمر کل پہلے لوگوں سے بہتر ہیں۔ (میزان جلد ۱ صـ۱۵۶) اس حدیث کے بنانے والے کی جرأت قابلدید ہے کہ دونوں بزرگوں کو کل انبیاء و مرسلین و اوصیاء بلکہ انبیاء اولوالعزم سے بہتر بنا دیا۔ اس کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں تفرد به القنطری و بالذی قبلھما دھما موضوعان۔ اس اور اسکے قبل والی حدیث کو صرف قنطری نے بیان کیا ہے اور یہ دونوں حدیثیں موضوع ہیں۔ (میزان جلد ۱ صـ۱۵۶)

اصحابی کالنجوم

عن ابی ھریرۃ عن النبی اصحابی کالنجوم من اقتدی بشیٔ منھا اھتدی۔ جناب ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے میرے اصحاب ستاروں ایسے ہیں جو شخص کسی بات میں ان کی پیروی کریگا وہ ہدایت پاجائیگا۔ اسکے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں جعفر بن عبد الواحد الھاشمی القاضی قال الدارقطنی یضع الحدیث وقال ابوزرعہ روی احادیث لا اصل لھا وقال ابن عدی یسرق الحدیث ویاتی بالمناکیر عن الثقات .... ثم ساق له ابن عدی احادیث وقال کلھا بواطیل وبعضھا سرقۃ یعنی جعفر بن عبد الواحد ہاشمی قاضی اس کا راوی ہے امام دارقطنی اسکے بارے میں کہتے تھے کہ یہ حدیثیں گڑھا کرتا تھا اور ابوزرعہ کہتے تھے کہ اس نے ایسی حدیثیں روایت کردی ہیں جن کا کوئی سر پاؤں تک نہیں ہے اور ابن عدی کہتے تھے کہ یہ حدیث چوری کرتا اور معتبر لوگوں کی طرف غلط روائتیں منسوب کرتا تھا۔ پھر ابن عدی نے اسکی بہت سی روایتوں کو ذکر کرکے کہا کہ یہ سب کی سب باطل کا دفتر اور بعض تو چوری کی چیزیں ہیں (میزان جلد ۱ صـ۱۹۷) حالانکہ یہ حدیث اب اس درجہ مشہور کی گئی کہ کوئی اس کے موضوع ہونے کی طرف خیال بھی نہیں کرتا ہے۔

استغفار کرنیوالے فرشتے

اور کتاب لئالی مصنوعہ سے وہ حدیث لکھی گئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر کے دوست رکھنے والوں کے لئے اسی ہزار فرشتے مقرر ہیں جو ان کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اسکے راوی کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔ ھذا شیخ قلیل الحیاء ما تکھنی ما یفتریه .... وقال ابن عدی عامۃ ما حدث به الا القلیل موضوعات وکنا نتھمه بل نتیقن

میں کچھ سوچا بھی نہیں ہے کہ کیسی ڈھیل بات ہے۔ اور ابن عدی کہتے تھے کہ سوائے بعض حدیثوں کے اسکی کل حدیثیں موضوعات کا انبار ہیں۔ اور ہم لوگ اس کو متہم کرتے بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ اسی نے یہ سب وضع کی ہیں (میزان جلد ۱ ص ۲۰۷)

اسلام کے تاج اور حلہ عن زر بن عبد اللہ مرفوعا ابوبکر تاج الاسلام و عمر حلة الاسلام و عثمان اکلیل الاسلام و علی طبیب الاسلام الحدیث و ھو کذب۔ زر بن عبد اللہ سے یہ مرفوع روایت ہے کہ اسلام کے تاج ابوبکر۔ اسلام کے حلہ عمر۔ اسلام کے اکلیل عثمان۔ اور اسلام کے طبیب علی ہیں۔ اور یہ حدیث غلط ہے۔ (میزان جلد ۱ ص ۲۷۵)

خدا سے مصافحہ عن ابی بن کعب قال قال رسول اللہ صلعم اول من یصافحه الحق عمر و اول من یاخذ بیدہ فیدخله الجنة ھذا منکر جدا ابی بن کعب سے روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا خدا بروز قیامت سب سے پہلے حضرت عمر سے مصافحہ کریگا اور سب سے پہلے انھیں کا ہاتھ پکڑ کر بہشت میں داخل کریگا یہ حدیث بالکل غلط ہے۔ (میزان جلد ۱ ص ۲۸۲)

اختلاف صحابہ عن عمر مرفوعا سالت ربی فی ما اختلف فیہ اصحابی من بعدی فاوحی اللہ الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم بعضھم اضوء من بعض فمن اخذ بشیء مما ھم علیہ من اختلافھم فھو عندی علی ھدی فھذا باطل۔ حضرت عمر سے مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے میں نے خدا سے سوال کیا کہ میرے بعد میرے اصحاب جن امر میں اختلاف کرینگے اس کا کیا ہوگا۔ اس پر خدا نے میری طرف وحی کی کہ اے محمد تمھارے اصحاب میرے خیال میں ستاروں ایسے ہیں کہ کسی کی روشنی کسی سے زیادہ ہے۔ جو شخص ان کے کسی اختلاف کی بھی پیروی کریگا وہ میرے نزدیک ہدایت ہی پر رہیگا۔ یہ حدیث غلط ہے اسکے راوی عبد الرحیم کو لوگوں نے چھوڑ دیا تھا اور دوسرا راوی نعیم بھی موضوع حدیثیں بیان کرتا پھرتا تھا (میزان جلد ۱ ص ۳۲۴)

آپکی خلافة کا اعلان عن ابن عمر قال خرج رسول اللہ صلعم و بلال فقال نادی فی الناس ان الخلیفة ابوبکر و ان الخلیفة بعدہ عمر ثم عثمان حضرت ابن عمر بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم اور بلال نکلے تو حضرت نے بلال سے فرمایا لوگوں میں اعلان کردو کہ میرے خلیفہ ابوبکر اور ان کے بعد خلیفہ عمر پھر عثمان ہوں گے۔ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں فھذا موضوع یہ حدیث موضوع ہے (میزان جلد ۱ ص ۳۲۶)

کس طرح محشور ہوں گے عن ابن عمر قال دخل رسول اللہ صلعم المسجد و عن یمینه ابوبکر و عن شماله عمر فقال ھکذا انبعث یوم القیامة۔ حضرت ابن عمر کہتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم مسجد میں اس طرح داخل ہوئے کہ حضرت کے داہنی جانب حضرت ابوبکر اور بائیں جانب حضرت عمر تھے تو حضرت نے

خدا کے دین میں قوی ہونا | عن ابی سعید مرفوعا ارحم هذه الامة ابوبکر و اقواهم فی دین الله عمر وافرضهم زید واقضاهم علی حضرت ابوسعید سے یہ مرفوع روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اس امت میں سب سے زیادہ رحم والے ابوبکر اور خدا کے دین میں سب سے زیادہ مضبوط عمر اور سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے زید اور سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالے علی ہیں۔ اس حدیث کے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں سلام بن مسلم ضعیف لایکتب حدیثه... لیس لشیء... منکر الحدیث... متروک ضعیف۔ یعنی سلام بن مسلم ضعیف ہے اسکی حدیثیں لکھنے قابل نہیں ہوتیں۔ وہ کوئی چیز نہیں ہے اسکی حدیثیں غلط ہوتی ہیں۔ لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ ضعیف تھا۔ (میزان جلد ا صفحہ ۳۵۷)

حضرت عمر کے بعد مرجانے کا حکم | بایع اعرابی النبیؐ فقال علی للاعرابی ان مات النبیؐ فمن یقضیك قال لا ادری۔ قال فأته فسئله۔ فاتاه فسأله فقال یقضیك ابوبکر و ذکر الحدیث و أخره اذا امت انا و ابوبکر و عمر و عثمان فان استطعت ان تموت فمت۔ یعنی ایک اعرابی نے حضرت رسولخدا صلعم کی بیعت کی تو اس سے حضرت علی نے پوچھا اگر حضرت رسولخداؐ انتقال فرما جائیں گے تو تمہارا فیصلہ کون کریگا؟ اس نے کہا یہ تو میں نہیں جانتا۔ فرمایا تو جاکر حضرت سے یہ بھی پوچھ لو۔ اس نے پوچھا تو حضرت نے فرمایا تمہارا فیصلہ ابوبکر کریں گے۔ دیکھو جب میں مرجاؤں اور ابوبکر و عمر و عثمان بھی مرجائیں تو تم سے ہوسکے تو تم بھی مرجانا۔ (میزان جلد ا صفحہ ۳۶۲) معاذ اللہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت رسولخدا صلعم لوگوں کو خود کشی کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اس کے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں قال العقیلی حدث بمناکیر لایتابع علیها و قال ابوحاتم لایکتب حدیثه۔ عقیلی کہتے تھے کہ یہ بہت غلط حدیثیں بیان کرتا تھا جن کی کوئی تصدیق نہیں کرتا۔ اور ابوحاتم کہتے تھے کہ اس کی حدیثیں لکھنے قابل نہیں ہوتیں (میزان جلد ا صفحہ ۳۶۲)

حق بولنے کی پیشین گوئی | لما اشتبکت الحرب یوم خیبر قیل للنبیؐ هذه الحرب قد اشتبکت فاخبرنا باکرم اصحابك علیك فان یکن امر عرفناه و ان یکن الاخری اتیناه۔ فقال ابوبکر وزیری یقوم فی الناس مقامی من بعدی و عمر ینطق بالحق علی لسانی و انا من عثمان و عثمان منی و علی اخی وصاحبی یوم القیامة۔ جب خیبر میں سخت لڑائی ہونے لگی تو لوگوں نے حضرت رسولخدا صلعم سے عرض کی یا حضرت یہ جنگ تو بہت شدید ہوگئی۔ اب آپ ہم لوگوں سے بتا دیں کہ آپ کے اصحاب میں بڑے مکرم صحابی کون ہیں۔ کہ اگر کوئی امر ہوگا تو ہم لوگ پہچان لیں گے۔ اور اگر اس کے خلاف ہوگا تو ہم لوگ ان کے پاس آئیں گے۔ آنحضرت نے فرمایا ابوبکر میرے وزیر ہیں وہی میرے بعد لوگوں میں میرے قائم مقام ہوں گے اور عمر میری زبان سے حق بات بولیں گے۔ اور میں عثمان سے ہوں اور عثمان مجھ سے ہیں۔ اور علی بروز قیامت

نہیں ہوتا۔ قال ابن معین لا اعرفہ ابن معین کہتے تھے کہ میں اس کو نہیں پہچانتا۔ قال ابن یونس روی مناکیر۔ ابن یونس کہتے تھے کہ یہ غلط اور جھوٹی حدیثیں بیان کرتا تھا۔ قلت المتھم یوضع ھذا ھذا الشیخ الجاھل۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ (فضائل خلفاء اربعہ کی) اس حدیث کے وضع کرنے میں متہم یہی جاہل شیخ ہے۔ (میزان جلد ا صـ۴۳۷)

خلفاء اربعہ کی دوستی کا حکم

عن ابن عمر مرفوعاً ان اللہ امرنی بحب اربعۃ ابی بکر وعمر وعثمان وعلی حضرت ابن عمر سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا مجھے اللہ نے چار شخصوں کی دوستی کا حکم دیا ہے جو ابوبکر وعمر وعثمان وعلی ہیں۔ اسکے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں عن ابن عون وغیرہ ھالک وقال الجوزجانی کذاب مصرح وقال ابوحاتم کذاب قال ابن عدی یضع الحدیث۔ ابن عون وغیرہ کہتے تھے کہ اس حدیث کا راوی گمراہ ہے اور جوزجانی کہتے تھے کہ اس کا راوی اول درجہ کا مشہور جھوٹا تھا۔ اور ابوحاتم کہتے تھے کہ وہ کذاب تھا اور ابن عدی کہتے تھے کہ وہ حدیثیں گڑھا کرتا تھا۔ (میزان جلد ا صـ۳۷۷)

بشارت خلافت

علامہ موصوف ہی لکھتے ہیں۔ عن انس بحدیث کذب قم یا انس فافتح لابی بکر وبشرہ بالخلافۃ من بعدی وکذا فی عمر وعثمان۔ انس صحابی سے یہ جھوٹی روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اے انس اٹھو اور ابوبکر کے لئے دروازہ کھول دو اور ان کو خوش خبری دے دو کہ میرے بعد وہ خلیفہ ہوں گے۔ اسی طرح عمر اور عثمان کو خوشخبری دے دو۔ اسکے راوی کے متعلق لکھتے ہیں۔ قال ابن عدی کان ابو یعلے اذا ثنا عنہ ضعفہ وقال ابوبکر بن ابی شیبۃ کان یضع الحدیث وقال ابو علی کذاب۔ ابن عدی کہتے تھے کہ جب ابو یعلے اس کی حدیث کو ہم لوگوں سے بیان کرتے تو کہتے کہ وہ ضعیف ہے اور ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے تھے کہ وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا اور ابو علی کہتے تھے کہ وہ اول درجہ کا جھوٹا ہے۔ (میزان جلد ا صـ۱۹۲)

آپ کا مشیر ہونا

عن انس قال علی قال لی النبیؐ یا علی ان اللہ امرنی ان اتخذ ابابکر والداً وعمر مشیراً وعثمان سنداً وانت ظھیراً۔ انتم قد اخذ اللہ لکم المیثاق لایحبکم الا مومن تقی انتم خلفاء امتی وعقد ذمتی۔ جناب انس بیان کرتے تھے کہ حضرت علی نے کہا کہ مجھ سے حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا اے علی یقیناً اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ابوبکر کو اپنا باپ اور عمر کو اپنا مشیر اور عثمان کو سند اور تم کو اپنا پشت پناہ بناؤں۔ تم لوگ وہ ہو کہ خدا نے تم لوگوں کے لئے یہ عہد و پیمان لیا ہے کہ جو مومن ہوگا وہی تم لوگوں کو دوست رکھے گا۔ تم لوگ ہی میری امت پر میرے خلفاء اور میرے

صـ۲۲۳) اللہ اکبر یہ حدیث تک بنا دی گئی کہ خدا نے حضرت کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکر کو اپنا باپ بنا لیں ظاہر ہے کہ اس سے مجازی باپ (خسر) مراد نہیں ہے کیونکہ ایسا ہوتا تو حضرت عمر کے متعلق بھی یہی حکم ہوتا لیکن وہ خسر بنائے گئے اور حضرت ابوبکر آنحضرت صلعم کے والد۔

ولی رسول اللہ عن جابر ان رسول اللّٰہ قال لعمر انت ولیی فی الدنیا و ولیؑ فی الاخرۃ حضرت جابر نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ تم دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی میرے ولی ہو۔ اس کے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ قال البخاری منکر الحدیث و قلت متروک وقال ابن حبان منکر الحدیث جدا لایحل الاحتجاج بخبرہ۔ بخاری کہتے تھے کہ اس حدیث کا راوی غلط حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اور میں نے کہا کہ وہ متروک ہے اور ابن حبان نے کہا کہ اس کی حدیث نہایت درجہ مہمل ہے جس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ عن جابر قال بینا نحن مع رسول اللّٰہ فی نفر من المہاجرین فیہم ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحۃ و الزبیر و ابن عوف و سعد فقال لینہض کل رجل الی کفوہ و نہض ھو الی عثمان فاعتنقہ ثم قال انت ولیی فی الدنیا والاخرۃ۔ جناب جابر ہی سے اس (پہلی موضوع حدیث کے راوی) نے یہ بھی روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ہم لوگ ایک دفعہ حضرت رسول خدا صلعم اور مہاجرین کے بہت لوگوں کیا تھے جن میں ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ ابن عوف اور سعد تھے بیٹھے ہوئے تھے تو آنحضرتؐ نے فرمایا تم سے ہر شخص اپنے جوڑ والے آدمی کے ساتھ اٹھ جائے۔ اور خود حضرت اٹھ کر عثمان کی طرف بڑھے اور ان کو گلے سے لگا کر فرمایا کہ دنیا و آخرت میں میرے ولی تم ہی ہو۔ اس حدیث کا راوی بھی وہی ہے جس نے اوپر والی حدیث وضع کی تھی (میزان جلد ۱ صـ۲۲۵)

پہلے زمین سے نکلنا عن ابن عمر ان النبیؐ قال من لبد راسہ فقد وجب علیہ الحلق و بہ انا اول من تنشق عنہ الارض ثم ابوبکر ثم عمر۔ جناب ابن عمر کہتے تھے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو شخص اپنے سر کے بالوں کو چپکا لے اس پر مونڈنا واجب ہو جاتا ہے اور یہ بھی حضرت نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں زمین سے نکلوں گا اس کے بعد ابوبکر پھر عمر۔ اس کے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ضعفہ احمد وقال البخاری منکر الحدیث وقال ابن حبان لایجوز الاحتجاج بہ وقال النسائیؒ متروک امام احمد نے اس کو ضعیف کہا ہے اور امام بخاری نے اس کو غلط حدیث والا کہا ہے۔ اور ابن حبان نے کہا ہے کہ اس کی حدیث سے استدلال جائز نہیں ہے۔ اور امام نسائیؒ نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے (میزان جلد ۲ صـ۵)

آنحضرت کا محشور ہونا عن ابن عمر مرفوعا احشر یوم القیامۃ بین ابی بکر و عمر حتی اقف بین الحرمین فیاتینی اہل مکۃ والمدینۃ ہذا غیر صحیح۔ جناب ابن عمر سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت

درمیان کھڑا ہوں گا تو وہیں میرے پاس مکہ اور مدینہ والے آئیں گے۔ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اسکے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں حدیثہ منکر۔ اس کی حدیث غلط ہوتی ہے وذکر لہ ابن عدی الحدیثین اللذین فی فضل ابی بکر وعمر وھما باطلان۔ اور ابن عدی نے اسکی دو حدیثیں ابوبکر و عمر کی فضیلت میں بیان کی ہیں اور وہ دونوں غلط اور باطل ہیں (میزان جلد ۲ ص ۹)

آپ کے اسلام کی خوشی عن ابن عباس قال لما اسلم عمر نزل جبرئیل فقال یا محمد استبشر اھل السماء باسلام عمر۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر مسلمان ہوئے تو فوراً جناب جبرئیل نازل ہوئے۔ اور کہا اے محمد آسمان والے عمر کے اسلام سے خوش ہو گئے۔ اس کے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں:۔ ضعفہ الدار قطنی وغیرہ۔ وقال ابو زرعہ لیس بشیٔ۔ قال البخاری منکر الحدیث۔ امام دار قطنی وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور ابوزرعہ کہتے تھے کہ یہ کوئی چیز نہیں ہے اور امام بخاری نے کہا ہے کہ یہ غلط حدیث بیان کرتا ہے (میزان جلد ۲ ص ۳۰)

ماطلعت الشمس عن جابر ان عمر قال لابی بکر یوما یا سید المسلمین فقال اما اذا قلت ذا فانی سمعت رسول اللہ یقول ماطلعت الشمس علی احد افضل من عمر۔ جناب جابر بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا اے مسلمانوں کے سردار۔ تو انھوں نے کہا اے عمر جب تم نے یہ کہا تو یہ بھی جان لو کہ میں نے سنا حضرت رسول خدا صلعم فرماتے تھے کہ آفتاب نہیں طلوع ہوا کسی شخص پر جو عمر سے افضل ہو۔ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ھذا اکذب یہ حدیث جھوٹی ہے اور اس کے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں قال البخاری فیہ نظر وقال النسائی ضعیف وقال ابو حاتم لیس بقوی فی احادیثہ مناکیر۔ امام بخاری کہتے تھے کہ اس کے بارے میں تامل ہے اور امام نسائی کہتے تھے کہ یہ ضعیف ہے اور ابوحاتم کہتے تھے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس کی حدیثوں میں بہت سی غلط ہیں (میزان جلد ۲ ص ۳۱)

نکاح جناب ام کلثوم ان عمرؓ اصدق ام کلثوم بنت علی اربعین الف درھم۔ حضرت ام کلثوم دختر حضرت علی کو حضرت عمر نے مہر میں چالیس ہزار درہم دیا۔ اس کے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں:۔ ضعفہ یحیی وابو زرعۃ وقال النسائی لیس بالقوی۔ اس کے راوی عبداللہ کو یحیی اور ابوزرعہ ضعیف کہتے تھے اور امام نسائی کہتے تھے کہ وہ ٹھیک نہیں تھا۔ (میزان جلد ۲ ص ۳۵)۔ (عقد جناب ام کلثوم کے بارے میں آئندہ تفصیل سے بحث کی جائے گی۔ انشاء اللہ)۔

شہادت کی پیشین گوئی عبد اللہ بن عمر یقول سمعت رسول اللہ یقول یکون خلفی اثنا عشر خلیفۃ ابوبکر لا یلبث خلفی الا قلیلا وصاحب رحا یعیش حمیدا ویموت شھیدا

سُنا کہ فرماتے تھے میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔ ابو بکر تو تھوڑی ہی دنوں زندہ رہیگا اور چکی والا عمر تھوڑے
ساتھ زندہ رہیگا اور شہادت کے ذریعہ سے مریگا۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے۔ فرمایا عمر۔ اسکے راویوں کے بارے
میں لکھتے ہیں۔ انا اتعجب من یحییٰ مع جلالتہ ونقدہ کیف یروی مثل ھذا الباطل ولیسکت عنہ
دربیعۃ صاحب مناکیر وعجائب۔ میں تعجب کرتا ہوں یحییٰ سے کہ باوجودیکہ وہ جلیل القدر اور نقاد احادیث
تھے وہ کیسے ایسی غلط اور باطل حدیث روایت کرتے اور اس سے خاموش رہتے تھے۔ اور ربیعہ جھوٹی اور عجیب
غریب روایتوں والا ہے۔ (میزان جلد ۲ صـ ۴۲)

حضرت رسول حضرت عمر سے | عن ابن عباس عن النبیؐ قال عمر منی وانا من عمر والحق بعدی
من عمر۔ حضرت ابن عباس کہتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا عمر مجھ سے ہیں اور میں عمر سے ہوں
اور میرے بعد حق عمر ہی سے ہوگا اسکے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں کان صالحا لکنہ یدلس عن الضعفاء
ثم احترقت کتبہ۔ یہ شخص نیک تو تھا مگر کمزور راویوں سے تدلیس کیا کرتا تھا۔ لہ پھر اس کی کتابیں جل گئیں
(میزان جلد ۲ صـ ۶۱)

جناب سیدہ پر نماز جنازہ پڑھنا | عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ قال توفیت فاطمۃ لیلا
فجاء ابو بکر وعمر وجماعۃ کثیرۃ فقال ابو بکر لعلی تقدم فصل قال لا واللہ لا تقدمت وانت
خلیفۃ رسول اللہؐ۔ فتقدم ابو بکر فکبر اربعا۔ جناب جعفر بن محمد نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انھوں نے
اپنے جد سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ نے رات کو انتقال کیا تو حضرت ابو بکر و عمر ایک جماعت کے ساتھ نماز
جنازہ کے لیے آئے۔ اور حضرت علی سے کہا کہ آپ آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں۔ حضرت علی نے کہا نہیں خدا کی قسم
میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔ حالانکہ آپ رسول خدا صلعم کے خلیفہ اسی جگہ موجود ہیں۔ اس پر حضرت ابو بکر نے آگے
بڑھ کر نماز پڑھائی۔ اور چار تکبیریں کہیں۔ اس کے راوی عبداللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ احد الضعفاء اتی
عن مالک بمصائب۔ یہ بھی کمزور راویوں سے ہے۔ اس نے مالک سے مصیبت ناک روایتیں ذکر کی ہیں۔
(میزان الاعتدال جلد ۲ صـ ۶۴)

حضرت ابو بکر و عمر سے مشورہ کا حکم | عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ وشاورھم فی الامر قال
ابو بکر وعمر۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ خدا نے جو قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ اپنے امر میں ان
لوگوں سے مشورہ کر لیا کرو۔ (پ۴ ع ۸) اس سے مراد حضرت ابو بکر و عمر ہیں کہ انھیں سے مشورہ کیا کرو اسکے
راوی عبداللہ کے بارے میں لکھتے ہیں قال ابن عدی حدث عن الفریابی بالبواطیل۔ ابن عدی
کہتے تھے کہ اس نے فریابی سے غلط اور باطل حدیثیں روایت کی ہیں فانی رأیت لہ مناکیر میں نے دیکھا ہے

لہ جناب مولوی وحید الزماں خانصاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں کہ تدلیس [illegible] اہل حدیث کی اصطلاح میں راوی

(میزان جلد ۲ ص ۹۵)

نزول حضرت عیسیٰ | عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص مرفوعا قال ینزل عیسیٰ بن مریم فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم فید فن معی فی قبری فاقوم انا وھو من قبر واحد بین ابی بکر وعمر۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان سے اتریں گے تو شادی کریں گے اور ان کے اولاد پیدا ہوں گی اور وہ دنیا میں ۴۵ سال زندہ رہیں گے اسکے بعد مر جائیں گے تو میرے ساتھ ہی میری قبر میں دفن کئے جائیں گے۔ پھر میں اور وہ ایک ہی قبر سے ابوبکر و عمر کے درمیان اٹھیں گے۔ اس کے بارے میں لکھتے ہیں فھذہ مناکیر غیر محتملۃ۔ یہ ایسی مہمل اور لغو حدیثیں ہیں جن پر کسی کو تاب نہیں رہ سکتی ہے (میزان ج ۲ ص ۹۵)

افضل امتہ | قال البغوی سمعتہ یقول افضل ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر وعمر۔ علامہ بغوی نے کہا کہ میں نے عبدالرحمان سے سنا وہ کہتے تھے حضرت رسولخدا صلعم کے بعد اس امت کے افضل ترین اشخاص حضرت ابوبکر و عمر ہیں۔ اُس کے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں قال ابوداؤد الف کتابا فی مثالب الصحابۃ رجل سوء۔ ابوداؤد کہتے تھے کہ اس شخص نے صحابہ کی بُرائیوں اور عیوب کے بارے میں ایک پوری کتاب ہی لکھ ڈالی ہے۔ یہ بڑا ہی بیہودہ آدمی تھا (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۹۵)

علامت نفاق وایمان | عن جابر عن النبیؐ قال لا یبغض ابابکر وعمر مومن ولا یحبھما منافق جناب جابر بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا جو شخص بھی مومن ہوگا وہ ابوبکر و عمر کو دشمن نہیں رکھ سکتا۔ اور جو شخص بھی منافق ہوگا وہ ان دونوں کو دوست نہیں رکھ سکتا۔ اس کا راوی عبدالرحمن بن مالک ہے۔

کہول اہل الجنہ کی سرداری | یہی عبدالرحمان اس حدیث کا بھی راوی ہے ھذان سید اکھول اھل الجنۃ یہ دونوں (ابوبکر و عمر) بہشت کے ادھیڑ لوگوں کے سردار ہیں (میزان جلد ۲ ص ۱۰۴) اب اس عبدالرحمان کا حال دیکھو۔ علامہ ذہبی اس کے بارے میں لکھتے ہیں قال احمد والدار قطنی متروک وقال ابوداؤد کذاب وقال مرۃ یضع الحدیث وقال النسائی وغیرہ لیس بثقۃ۔ امام احمد و دار قطنی نے کہا کہ یہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے کہا یہ بڑا جھوٹا تھا۔ اور ایک دفعہ کہا کہ یہ حدیثیں دل سے گڑھ گڑھ کر بیان کرتا تھا۔ اور امام نسائی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ قابل اعتبار نہیں ہے (میزان جلد ۲ ص ۱۰۴)

ساق عرش کی عبارت | عن ابن عباس عن النبیؐ قال لما عرج بی الی السماء رایت علی ساق العرش مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ۔ ابوبکر الصدیق۔ عمر الفاروق۔ عثمان ذوی النورین جناب ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا میں نے شب معراج میں دیکھا عرش کے

وغیرہ۔ ابن حبان نے اس کو جھوٹا کہا اور دارقطنی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے (میزان جلد ۲ ص ۱۹۸) اللہ اکبر
کس دلیری سے حدیثیں وضع کی گئیں۔ چونکہ حضرت علیؑ کے متعلق یہ صحیح حدیث ہے کہ عرش پر آپ کا نام حضرت
رسولخدا صلعم کے ساتھ مرقوم ہے اس وجہ سے اس کے مقابلہ میں یہ حدیث بھی بنائی گئی اور حضرت علیؑ کا نام
اس موضوع حدیث میں نہیں رکھا گیا۔ مگر اس مضمون کی دوسری روایت اور زیادہ عبرت خیز ہے کہ حضرت
نے فرمایا رأیت لیلۃ الاسری اعجرید ۃ خضراء فیھا مکتوب بنور لا الٰہ الا اللہ ابوبکر الصدیق عمر
الفاروق۔ کہ میں نے شب معراج میں ایک سبز ڈالی پر نور سے لکھا دیکھا کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں۔
ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ہیں۔ (میزان جلد ۲ ص ۲۲۵) اس میں خدا کے ساتھ ہی حضرات ابوبکر و عمر رکھے
گئے اور جس طرح پہلی روایت سے صرف حضرت علی کا نام علحدہ کر دیا گیا تھا اُسی طرح اس روایت میں
حضرت رسولخدا صلعم کا نام بھی خارج کر دیا گیا۔ اب معلوم نہیں کوئی تیسری روایت اس مضمون کی بھی ہے
یا نہیں جس سے خدا کا نام بھی نکال دیا گیا ہو اور رہا یا ہو کہ عرش پر صرف انھیں دونوں بزرگوں یا خلفاء
ثلثہ کا نام لکھا ہوا ہے۔ اہل انصاف بتائیں کہ ایسی حدیثوں کے بارے میں کیا کہا جائے اور ایسی جرأت
کرنے والے کیا سمجھے جائیں۔

ائمہ خلافت | عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ائمۃ الخلافۃ من بعدی ابوبکر و عمر
حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا میرے بعد خلافت کے پیشوا ابوبکر و عمر ہیں۔ اسکے
راوی صالح کے بارے میں لکھتے ہیں لایعرف ولہ خبر باطل۔ یعنی معلوم ہی نہیں ہوتا یہ کون شخص تھا
اس کی روایت غلط باطل ہے المتھم بوضعہ علی۔ اس حدیث کے وضع کرنے کا الزام علی بن صالح
پر ہے۔ (میزان جلد ۲ ص ۲۰۴)[۱]

حدیث بمنزلۃ ہارون | یہ حدیث بھی وضع کر ڈالی گئی عن ابن عباس حدیث ما نفعنی مال ما نفعنی
مال ابی بکر وزاد فیہ وابوبکر و عمر منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ حضرت ابن عباس سے روایت
ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا جس قدر مجھے ابوبکر کے مال نے نفع دیا اس قدر فائدہ مجھے کسی اور شخص
کے مال سے نہیں ہوا۔ اور اس میں اسکو بھی زیادہ کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ابوبکر و عمر مجھ سے اسی درجہ پر
ہیں جس درجہ پر جناب ہارون حضرت موسیٰ سے تھے۔ اس کے راوی عمار بن ہارون کے بارے میں لکھتے ہیں
قال موسیٰ بن ھارون متروک الحدیث وقال ابن عدی عامۃ ما یرویہ غیر محفوظ کان

---

[۱] حدیثیں گڑھنے والے بھی بڑے لطف کے حضرات تھے۔ بعض لوگوں کے بارے میں لکھا ہے اذا قدم علینا اظھر
السنۃ واذا ورد الی البصرۃ اظھر التشیع۔ جب یہ ہم لوگوں (اہل کوفہ) کے ہاں آتے تو کہتے ہم سنی ہیں اور جب

یسرق الحدیث۔ موسیٰ نے کہا کہ عمار بن ہارون کی حدیث کو لوگوں نے موضوع اور غلط ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔ اور ابن عدی کہتے تھے کہ یہ جو حدیث روایت کرتا ہے وہ عام طور پر غیر محفوظ ہوتی ہے۔ یہ حدیثیں چوری کیا کرتا تھا۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

حضرت علیؓ کے ساتھ ہمدردی

عن ابن عمر قال قال عمر لاصحاب الشوریٰ للہ درہم ان ولوھا الاصیلع کیف یحملھم علی الحق۔ قلنا انعلم ذلک منہ ولا تستخلفہ قال ان استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی۔ وان اترک فقد ترک من ھو خیر منی۔ حضرت ابن عمر کہتے تھے کہ حضرت عمر نے اصحاب شوریٰ سے کہا خدا ان مسلمانوں کا بھلا کرے۔ اگر یہ لوگ اصیلع کو اپنا پیشوا اور خلیفہ رسول بنائیں تو وہ ان لوگوں کو کس خوبی سے حق پر قائم رکھیں گے۔ اس پر ہم لوگوں نے کہا جب آپ اس بات کو ان کے متعلق جانتے ہیں تو انھیں کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں مقرر کر دیتے؟ آپ نے جواب دیا اگر میں خلیفہ مقرر کر دوں تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ بزرگ (حضرت ابوبکر مجھے) خلیفہ مقرر کر چکے ہیں جو مجھ سے بہتر تھے۔ اور اگر میں اس کو چھوڑ دوں تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یقیناً اس بزرگ (حضرت رسول خدا صلعم) نے بھی چھوڑ دیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے۔ اس کے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں قال ابن معین ضعیف وکذا ضعفہ النسائی وقال ابن حبان روی عنہ اللیث بن سعد والناس کان ممن یقلب الاخبار ویروی عن الثقات مالا یشبہ حدیث الاثبات لا یجوز الاحتجاج بہ ولا ذکرہ فی الکتب الا علی جھۃ الاعتبار۔ ابن معین کہتے ہیں کہ اس مضمون کا راوی ضعیف ہے۔ اسی طرح امام نسائی نے بھی اسکو ضعیف ہی کہا ہے۔ اور ابن حبان نے کہا کہ اس سے لیث اور لوگوں نے روایت کی ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھا جو حدیثوں اور روایتوں کو الٹ پلٹ دیتے تھے اور معتبر لوگوں سے وہ حدیثیں روایت کر دیتا تھا جو معتمد علیہ لوگوں کی حدیثوں سے ملتی جلتی تک نہیں تھیں جن سے نہ استدلال درست ہے اور نہ سوائے وجہ اعتبار کے کتابوں میں ان کا ذکر جائز ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۲۳۶) یہ بات اس لئے بنائی گئی کہ معلوم ہو حضرت عمر حضرت علی کے خلاف نہیں تھے بلکہ وہ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ اگر تم لوگ ان کو خلیفہ بناؤ گے تو وہ تم کو حق پر لے چلیں گے۔ باوجود اسکے آپ نے مسلمانوں کو بغیر خلیفہ چھوڑ دیا اور جس بزرگ کے بارے میں ان کو معلوم تھا کہ ان سے مسلمان حق پر قائم رہیں گے ان کو مقرر کر کے مسلمانوں کے ہدایت پر چلنے کا کام انجام نہیں دیئے گئے۔

حضرات ابوبکر و عمر محکوم نہیں

عن ابن عمر قال رسول اللہ لابی بکر و عمر لا یتامرن علیکم احد بعدی۔ ابن عمر کہتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے حضرت ابوبکر و عمر سے فرمایا کہ میرے بعد لوگوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ تم دونوں پر کسی کو بھی حاکم (خلیفہ) بنائیں ...اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں لا

واضح ہے کہ لوگ اس کو سچا نہیں جانتے۔

رافضیوں کو قتل کردو عن ابن عباس مرفوعا یکون فی آخر امتی الرافضة ینتحلون حب اهل بیتی وهم کاذبون۔ علامة کذبهم شتمهم ابابکر وعمر من ادرکهم منکم فلیقتلهم فانهم مشرکون۔ جناب ابن عباس سے یہ مرفوع روایت ہے کہ میری امت کے آخر میں رافضی فرقہ کے لوگ ہونگے جو میرے اہلبیت کی محبت کا غلط دعوی کریں گے اور وہ سب جھوٹے ہوں گے۔ ان کے جھوٹ کی علامت یہ ہے کہ وہ ابوبکر وعمر کو گالی دیں گے۔ تم میں سے جو شخص ان کو پائے قتل کردے کیونکہ وہ سب مشرک ہوں گے۔ اس کے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں عمرو بن مخزوم بصری عن یزید بن زریع وابن عیینة بالبواطیل۔ عمرو بن مخزوم بصری یزید بن زریع اور ابن عیینہ سے باطل اور گڑھی ہوئی روائتیں بیان کرتا کرتا تھا (میزان جلد ۲ صفحہ ۲۷)۔

خلفاء ثلثہ کے فضائل کی ترازو کے متعلق جو حدیث ہے وہ بھی بہت مشہور کی گئی اور دھوم دھام سے بیان کی جاتی ہے۔ اس کی حقیقت بھی دیکھ لو۔ اریت انی وضعت فی کفة وامتی فی کفة فعدلتها ثم وضع ابوبکر فعدل بامتی ثم عمر فعدلها ثم عثمان فعدلها ثم رفع المیزان۔ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا مجھے دکھایا گیا کہ میں ترازو کے ایک پلے میں رکھا گیا اور میری پوری امت دوسرے پلے میں رکھی گئی تو میں پوری امت کے برابر ہوگیا۔ پھر ابوبکر رکھے گئے وہ بھی پوری امت کے برابر ہوگئے پھر عمر رکھے گئے وہ بھی پوری امت کے برابر ہوگئے پھر عثمان رکھے گئے وہ بھی برابر ہوگئے پھر وہ ترازو ہی اٹھ گئی۔ اس کے راوی عمرو بن واقد کے بارے میں لکھتے ہیں لیس بشیء یہ کوئی چیز نہیں تھا وقال البخاری منکر الحدیث امام بخاری کہتے تھے کہ اس کی حدیث غلط ہوتی تھی وقال الدارقطنی متروك امام دارقطنی نے کہا کہ یہ متروک ہے وروی الفسوی عن دحیم قال لم یکن شیوخنا یحدثون عنه۔ فسوی نے دحیم سے بیان کیا ہے کہ ہمارے علماء اس سے حدیث نہیں روایت کرتے تھے۔ وقال وکان لم یشك انه کان یکذب وکذبه مروان بن محمد۔ یہ بھی کہا کہ ان کو اس بات میں شک نہیں ہوتا تھا کہ وہ جھوٹ بولتا اور وضعی حدیثیں بیان کرتا ہے اس کو مروان بن محمد نے بھی جھوٹا کہا ہے۔ وهذه الاحادیث لا تعرف الامن روایة عمرو بن واقد وهو هالك۔ یہ سب حدیثیں سوائے روایت عمرو بن واقد کے اور کسی سے معلوم نہیں ہوئیں اور عمرو بن واقد گمراہ تھا (میزان جلد ۲ صفحہ ۲۷۲)

حضرت ابوبکر وعمر مثل ستاروں کے ہیں عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ان اهل الدرجات العلی لیراهم من هو اسفل منهم کما ترون الکوکب الطالع فی افق السماء وان ابابکر وعمر منهم جناب ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا

جلتے ہوئے ستارے کو آسمان کے افق میں دیکھتے ہو اور ابو بکر و عمر بھی انھیں راو نچے درجے والوں) سے ہیں

اسکے راوی غسان بن الربیع کے بارے میں ہے لیس بحجة فی الحدیث۔ حدیث میں یہ حجت نہیں ہے وقال الدارقطنی ضعیف امام دارقطنی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے (میزان جلد ۲ صفہ ۲۹)

حضرت عمر کے گھوڑے کی خوراک عن ابن عمر ان عمر رات فرسه فرای فیہ شعیرا فقال لخادمه کیف تعلفه قال علقه صاعا کل یوم قال ان هذا لکاف لاهل بیت توتهم فامر فارسله فی الرعی فمشی علی رجلیه ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے گھوڑے نے لید کی تو حضرت عمر نے اس لید کو دیکھا۔ اس میں ان کو جو نظر آیا۔ اس پر اپنے سائیس سے پوچھا اس کو کتنا کھلاتا ہے؟ کہا ہر روز ایک صاع۔ کہا یہ مقدار تو ایک خاندان والوں کی غذا کے لئے کافی ہوگی۔ پھر اس کو حکم دیا کہ وہ گھوڑا چھوڑ دیا جائے کہ جاکر چراگاہ سے اور اپنے دونوں پاؤں پر چلے گئے۔ اس کے راوی فرات بن سائب کے بارے میں لکھتے ہیں قال البخاری منکر الحدیث۔ امام بخاری کہتے تھے کہ اس کی حدیث جھوٹی ہے وقال ابن معین لیس بشیٔ ابن معین کہتے تھے کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ وقال الدارقطنی وغیرہ متروك۔ امام دارقطنی وغیرہ کہتے تھے کہ یہ متروک ہے (میزان جلد ۲ صفہ ۲۹۳)

اگر ابو بکر و عمر کو خلیفہ بناؤ گے مرفوعا ان تومروا ابا بکر تجدوه امینا مسلما زاهدا فی الدنیا راغبا فی الاخرة۔ وان تومروا عمر تجدوه قویا امینا لا تاخذه فی الله لومة لائم۔ یہ مرفوع روایت بھی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا اگر تم لوگ ابو بکر کو خلیفہ بناؤ گے تو ان کو امین۔ مسلم۔ دنیا سے دور اور آخرت کا خواہاں پاؤ گے۔ اور اگر عمر کو خلیفہ بناؤ گے تو انھیں مضبوط۔ امین پاؤ گے۔ ان کو خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں ہوگی۔ اس کے راوی فضیل ابن مرزوق کے بارے میں لکھتے ہیں قال النسائی ضعیف۔ امام نسائی کہتے تھے کہ وہ ضعیف ہے وکن اضعفه عثمان بن سعید۔

حضرت ابو بکر کے نماز پڑھانے کی روایت اسی کے قریب یہ حدیث بھی بنائی گئی ہے عن عائشة مرفوعا قال لرجل انطلق فقل لابی بکر انت خلیفتی فصل بالناس۔ حضرت عائشہ سے مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ایک شخص سے فرمایا جاکر ابو بکر سے کہہ دو کہ تم میرے خلیفہ ہو۔ پس اب تم ہی مسلمانوں کو نماز پڑھایا کرو۔ اسکے راوی فضل بن جبیر کے بارے میں لکھتے ہیں قال العقیلی لایتابع علی حدیثه۔ عقیلی کہتے تھے کہ کوئی شخص بھی اس کی حدیث کی موافقت نہیں کرتا ہے (میزان ج ۲ صفہ ۲۹۶)

حضرت ابو بکر کا مال عن انس مرفوعا قال لابی بکر ما اطیب مالك منه بلال موذنی وناقتی۔ کانی انظر الیك علی باب الجنة تشفع لامتی ...

اسی طرح عثمان ابن ابی شیبہ ...

شرط الصحیح۔ امام حاکم نے کہا ہے کہ فضیل بن مرزوق صحیح کی شرط پر نہیں ہے وقال ابن حبان منکر الحدیث جداً

ابن حبان نے کہا کہ اس کی حدیثیں اول درجہ کی جھوٹی ہوتی تھیں (میزان جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت عمر کے ساتھ حق | عن ابن عباس سمعت رسول اللہؐ یقول الحق بعدی مع عمر حیث کان

جناب ابن عباس کہتے تھے کہ میں نے سنا حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے میرے بعد حق عمر ہی کے ساتھ ہوگا۔ وہ جہاں رہیں۔ اس کے راوی قاسم بن یزید کے بارے میں ہے حدیثہ منکر۔ اس کی حدیث غلط ہے (میزان جلد ۲ صفحہ ۳۰۹)

اسی کی ایک اور حدیث میں ہے ثم قام آخر فقال انی لکذاب وانی لمنافق ... فقال عمر فضحت نفسک فقال النبیؐ فضوح الدنیا یا عمر اھون من فضوح الآخرۃ۔ اللھم ارزقہ صدقا وایمانا وصبرا ... فقال عمر کلمۃ فضحک رسول اللہؐ وقال عمر معی وانا مع عمر والحق بعدی مع عمر حیث کان۔ پھر ایک دوسرا شخص کھڑا ہوگیا اور کہا اے رسولخداؐ میں بڑا جھوٹا ہوں اور میں منافق ہوں۔ اس پر حضرت عمر نے کہا تو نے اپنے نفس کو خود ہی فضیحت کیا۔ تو حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا اے عمر آخرت کی فضیحتی کے مقابلہ میں دنیا کی فضیحتی ہلکی اور بہتر ہے اے اللہ تو اس کو سچ بولنا اور ایمان اور صبر عطا فرما۔ اس پر حضرت عمر نے ایسا کلمہ کہا جس سے حضرت رسولخدا صلعم ہنس پڑے اور کہا عمر میرے ساتھ ہیں اور میں عمر کے ساتھ ہوں۔ اور میرے بعد حق بھی عمر ہی کے ساتھ رہیگا۔ وہ جہاں رہیں قال علی بن المدینی لیس لہ اصل علی بن مدینی کہتے تھے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ قلت اخاف ان یکون کذبا مختلقا میں کہتا ہوں کہ مجھے خوف ہے یہ حدیث بالکل جھوٹی اور دل سے گڑھی ہوئی ہے۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۳۱۰)

منزلۃ ہارون | عن ابن عباس مرفوعا لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن اللہ اتخذ صاحبکم خلیلا وابوبکر وعمر منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ۔ جناب ابن عباس سے یہ مرفوع روایت ہے کہ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو اختیار کرتا لیکن اللہ نے تمہارے صاحب کو دوست بنا دیا ہے ابوبکر و عمر مجھ سے وہی درجہ رکھتے ہیں جو جناب ہارون کو جناب موسیٰ سے حاصل تھا۔ اس کے راوی قزعہ بن سوید کے بارے میں لکھتے ہیں۔ قال البخاری لیس بذاک القوی۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ ولیا قوی نہیں ہے۔ وقال احمد مضطرب الحدیث

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱)

اور اسی سے میری اونٹنی بھی ہے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بہشت کے دروازے پر کھڑے میری امت کی شفاعت کر رہے ہو اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں فھذہ اباطیل وعجائب یہ سب باطل و جھوٹ باتوں کا انبار اور چانڈو خانوں کی گپیں ہیں۔ اور اسکے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں یحدث بالاباطیل یہ ایسی ہی مہمل گپیں بکتا رہتا ہے منکر الحدیث جداً۔ اسکی حدیثیں نہایت جھوٹی ہوتی تھیں وقال ابن عدی احادیثہ منکرۃ عامتھا لا یتابع علیھا۔ ابن عدی کہتے تھے کہ اس کی حدیثیں بالکل من گھڑت ہوتی تھیں۔ اس کی روایتوں کی عام طور پر لوگ تصدیق و تائید

امام احمد کہتے تھے کہ اس کی حدیثیں مضطرب ہوتی ہیں وقال ابوحاتم لایحتج بہ۔ ابوحاتم کہتے تھے کہ اس کی حدیثوں سے استدلال نہیں کرسکتے وقال النسائیؒ ضعیف ومثلہ ابن عدی ولہ حدیث منکر۔ امام نسائی نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔ ابن عدی نے بھی یہی کہا ہے اور اس کی ایک حدیث بالکل غلط ہے (یہی حدیث جو اوپر لکھی گئی) میزان جلد ۲ صفحہ ۳۱۳

ابوبکر وزیر و عمر حبیب عن جابر مرفوعا ابوبکر وزیری والقائم فی امتی من بعدی وعمر حبیبی ینطق علی لسانی وعثمان منی۔ جناب جابر سے یہ مرفوع روایت ہے کہ ابوبکر میرے وزیر اور میری امت میں میرے بعد حاکم ہیں اور عمر میرے حبیب ہیں وہ جو بولتے ہیں میری ہی زبان پر بولتے ہیں اور عثمان مجھ سے ہیں۔ اس کے راوی کاذح کے بارے میں لکھتے ہیں قال الازدی وغیرہ کذاب۔ علامہ ازدی وغیرہ نے کہا کہ یہ اول درجہ کا جھوٹا تھا۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۳۱۶)۔

شیعہ اولی عن لیث قال ادرکت الشیعۃ الاولی بالکوفۃ وما یفضلون علی ابی بکر وعمر احدا۔ لیث کا قول ہے کہ میں کوفہ میں پہلے زمانہ کے شیعوں سے ملا تھا۔ ان میں سے کوئی بھی کسی شخص کو حضرت ابوبکر و عمر سے افضل نہیں جانتا تھا۔ اس کے راوی لیث کے بارے میں لکھتے ہیں قال احمد مضطرب الحدیث ولکن حدث عنہ الناس۔ وقال یحیی والنسائیؒ ضعیف۔ امام احمد کہتے تھے کہ اسکی حدیثیں مضطرب ہوتی ہیں لیکن لوگوں نے اس سے حدیثیں لی ہیں اور یحیی و امام نسائی نے کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے وقال ابن حبان اختلط فی آخر عمرہ۔ اور ابن حبان نے کہا ہے کہ آخر عمر میں اس کی عقل میں فتور ہو گیا تھا۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۳۲۵)

مثال کوکب دری پہلے اس مضمون کی ایک حدیث گزر چکی ہے۔ دوسری دیکھو۔ عن النبیؐ قال ان اھل الجنۃ لیرون اھل علیین کما ترون الکوکب الدری فی افق السماء وان ابابکر وعمر لمنھم۔ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ بہشت والے علیین والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ چمکتے ہوئے ستارے کو آسمان کے افق میں دیکھتے ہو اور یقیناً ابوبکر و عمر بھی انھیں سے ہیں۔ اس کے راوی مجالد کے بارے میں ہے۔ قال ابن معین وغیرہ لایحتج بہ وقال احمد یرفع کثیرا مما لایرفعہ الناس لیس بشیء وقال النسائی لیس بالقوی۔ ابن معین وغیرہ کہتے تھے کہ اس کی حدیثوں سے استدلال نہیں کرسکتے اور امام احمد نے کہا کہ یہ ایسی حدیثیں بیان کر دیتا ہے جن کو لوگ بیان نہیں کرتے۔ یہ کوئی چیز نہیں ہے اور امام نسائی نے کہا یہ مضبوط نہیں ہے وقال البخاری کان یحیی بن سعید یضعفہ وکان ابن مھدی لایروی عنہ۔ اور امام بخاری کہتے تھے کہ یحیی بن سعید اس کو ضعیف کہتے تھے اور ابن مہدی اس سے روایت نہیں کرتے تھے۔ وقیل لخالد الطحان دخلت الکوفۃ فلم لم تکتب عن مجالد قال لانہ کان طویل اللحیۃ۔ خالد طحان سے کسی نے پوچھا کہ تم کوفہ گئے پھر وہاں مجالد سے تم نے حدیثیں کیوں نہیں لکھیں؟ اس نے کہا اس سبب سے کہ اس کی داڑھی بڑی لمبی تھی (میزان جلد ۲ صفحہ ۳۳۲)

الا الذین آمنوا ابوبکر و عمر عن انس قال لما نزلت والتین فرح بھا النبیؐ قال فسألنا ابن عباس فقال

امنوا ابوبکر و عمر. فلھم اجر عثمان. فما یکذبک بعد بالدین علی. اس صحابی سے روایت ہے کہ جب ان
مجید کا سورہ تین نازل ہوا تو حضرت رسولخدا صلعم بہت خوش ہوئے۔ اس پر ہم لوگوں نے جناب ابن عباس سے پوچھا تو
کہا اس سورہ میں لفظ تین سے مراد شام کے شہر ہیں۔ اور زیتون فلسطین اور طور سینین وہی کوہ طور ہے جس پر
خدا نے حضرت موسیٰ سے باتیں کی تھیں۔ پھر انسان سے مقصود حضرت محمد صلعم الا الذین آمنوا سے مراد ابوبکر و عمر
فلھم اجر سے مقصود عثمان اور فما یکذب بعد بالدین سے مراد علی ہیں۔ اس کے راوی محمد بن بیان کے بارے
میں لکھتے ہیں متھم بوضع الحدیث یہ اس بات میں متہم ہے کہ حدیثیں گڑھا کرتا تھا قال ابن الجوزی ھذا
وضعہ محمد بن بیان علامہ ابن الجوزی کہتے تھے کہ اس حدیث کو محمد بن بیان نے وضع کیا تھا (میزان جلد ۲ ص ۳۵۴)

حضرت عمر کا فضل ھاشم بن القاسم بخبر منکر فی فضل عمر ضعفہ الخطیب محمد بن عبد اللہ نے بھی
ہاشم بن قاسم سے ایک جھوٹی حدیث حضرت عمر کی فضیلت میں روایت کی ہے علامہ خطیب نے اس کو ضعیف کہا
ہے (میزان جلد ۲ ص ۱۶۳) اس مقام پر اس روایت کا ذکر کتاب مذکور میں نہیں ہے۔

اقتدوا باللذین بعدی عن ابن عمر مرفوعا اقتدوا باللذین من بعدی فھذا لا اصل لہ من حدیث
مالک بل ھو معروف من حدیث حذیفۃ بن الیمان وقال الدارقطنی ھذا یحدث عن مالک
بالباطیل وقال ابن مندۃ لہ مناکیر حضرت ابن عمر سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا
ان دونوں کی پیروی کرو جو میرے بعد (خلیفہ) ہونے والے ہیں جو ابوبکر و عمر ہیں۔ اس حدیث کی کوئی اصل
مالک سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ حذیفہ بن یمان کی حدیث سے معرف ہے۔ اور امام دارقطنی نے کہا کہ یہ مالک سے جھوٹی
اور باطل حدیثیں روایت کرتا رہتا ہے اور ابن مندہ نے کہا کہ اس نے بہت سی غلط حدیثیں روایت کر دی ہیں
لا یصح حدیثہ ولا یعرف بنقل الحدیث۔ اس کی حدیثیں صحیح نہیں ہوتیں اور نہ وہ نقل حدیث میں معروف
ہے۔ (میزان جلد ۲ ص ۱۴۰)

صحابہ کو گالیاں دینا عن معاذ قال رسول اللہ اذا ظھرت الفتن وسب اصحابی فلیظھر العالم
علمہ فمن لم یفعل فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا معاذ
سے روایت ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا جب فتنے ظاہر ہو جائیں اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جائیں تو چاہئے کہ عالم
اپنا علم ظاہر کرے کیونکہ جو شخص ایسا نہیں کریگا اس پر اللہ فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہو گی۔ اللہ اس سے نہ توبہ
قبول کریگا۔ اور نہ فدیہ یا نہ نفل نہ فرض۔ اس کے راوی محمد بن عبد المجید کے بارے میں ہے ضعفہ محمد بن
غالب ومن مناکیرہ محمد بن غالب نے اس شخص کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی جھوٹی روایتوں سے یہ بھی ہے
(جو اوپر بیان کی گئی) میزان جلد ۲ ص ۱۱۱)

حضرت عمر کا گریہ عن ابن عمر قال استقبل رسول اللہ الحجر ثم وضع شفتیہ علیہ یبکی

کہ حضرت کو قدا حجر اسود کی طرف بڑھے پھر اپنے دونوں ہونٹ اس پر رکھکر دیر تک روتے رہے۔ اسکے بعد مڑے تو
دیکھا کہ حضرت عمر بھی رو رہے ہیں اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا اے عمر اسیجگہ آنسو بہانا چاہیئے۔ اسکے راوی محمد بن عون
خراسانی کے بارے میں لکھتے ہیں قال النسائی متروک وقال خ منکر الحدیث وقال عباس عن ابن معین
لیس بشئ۔ امام نسائی کہتے تھے کہ وہ چھوڑ دیا گیا ہے اور خ نے کہا کہ وہ غلط حدیثیں بیان کرنیکا عادی ہے اور
عباس نے ابن معین سے بیان کیا ہے کہ وہ کچھ بھی نہ تھا (میزان جلد ۲ صفحہ ۴۳۳)

آپ کی سخاوت کا نمونہ

عن جریر قال اتینا رسول اللہ صلعم ونحن اربع مائة فقلنا اطعمنا فقال لعمر قم
فاطعمهم قال یارسول اللہ ما عندی الا تمر هو فرض عیالی۔ قال قم فاطعمهم۔ قال ابوبکر اسمع واطع۔
قال فانطلق ثنا فاعطانا من تمر الحدیث۔ جریر سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا ہملوگ حضرت رسولخدا صلعم
کی خدمت میں آئے اور ہم سب چار سو آدمی تھے۔ ہملوگوں نے آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ ہمیں کچھ کھلائیے۔ آنحضرت صلعم نے
حضرت عمر سے فرمایا کہ اٹھو اور ان لوگوں کو کھلاؤ۔ انھوں نے جواب دیا اے رسولخدا میرے پاس کچھ نہیں ہے صرف میرے
عیال کی غذا کے لئے کچھ کھجوریں ہیں حضرت نے فرمایا اٹھو اور انلوگوں کو کھلاؤ۔ (اب بھی حضرت عمر نہیں اٹھے تو)
حضرت ابوبکر نے (ان سے) کہا آنحضرت صلعم کی بات سنو اور اس حکم کی تعمیل کرو۔ اس پر حضرت عمر ہم کو لیگئے اور کھجوریں
لے دیا تا آخر حدیث۔ اس حدیث کے راوی محمد ابن کثیر کے بارے میں لکھتے ہیں ضعفه احمد۔ امام احمد نے اسکو
ضعیف کہا ہے وقال النسائی وغیرہ لیس بالقوی اور امام نسائی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے یروی
اشیاء منکرة وقال حدث بمناکیر لیس لها اصل جھوٹی اور مہمل حدیثیں روایت کرتا رہتا ہے اور ایسی حدیثیں
بیان کرتا ہے جو جھوٹی ہوتی ہیں اور جن کا نہ سر ہوتا ہے نہ پاؤں۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۴۳۹)

سیدا کہول اہل الجنة

یہ راوی محمد بن کثیر اس مشہور حدیث کا راوی بھی ہے عن انس قال رای النبی صلعم
ابا بکر وعمر فقال هذان سیدا کهول اهل الجنة۔ جناب انس سے مروی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے ابوبکر
وعمر کو دیکھا تو فرمایا یہ دونوں اہل بہشت کے ادھیڑ لوگوں کے سردار ہیں (میزان ج ۲ صفحہ ۴۳۹)

حضرت ابوبکر و عمر کے دشمن

عن انس مرفوعا فی کل جمعة مائة الف عتیق من النار الا رجلین مبغض
ابی بکر وعمر۔ جناب انس سے بمرفوع روایت ہے کہ ہر شب جمعہ میں ایک لاکھ گنہگار جہنم سے آزاد کئے
جاتے ہیں سوائے دو شخصوں کے جو حضرت ابوبکر و عمر کے دشمن رکھنے والے ہیں۔ اس کے راوی مسرة بن عبد اللہ
کے بارے میں لکھتے ہیں قال ابوبکر الخطیب لیس بثقة۔ ابوبکر خطیب نے کہا کہ یہ معتبر نہیں ہے قلت من
موضوعاته من انس الخ۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی گڑھی ہوئی حدیثوں سے یہ بھی ہے۔ (جو اوپر لکھی گئی۔
میزان جلد ۲ صفحہ ۴۶۹)

خلیفہ کی پیشانی

عن ابی هریرة مرفوعا اذا اراد اللہ ان یخلق خلقا للخلافة مسح علی ناصیته

[illegible] ہیں کہ احادیث منکرہ

والبلاء فیہ من مصعب النوفلی۔ یہ حدیث جانڈوخانہ کی گپ ہے اس میں بلا مصعب نوفلی سے ہے (میزان جلد ۲ ص ۴۷۹)

حضرت ابوبکر وعمر کی لڑائی

عن ابی امامۃ قال استطال ابوبکر ذات یوم علی عمر فقام عمر مغضباً فقام ابوبکر فاخذ بطرف ثوبہ فجعل یقول رض عنی واعف عنی۔ عفا اللہ عنک حتی دخل عمر الدار واغلق دون ابی بکر ولم یکلمہ۔ فبلغ ذلک النبیؐ فغضب لابی بکر فلما صلی الظہر جاء عمر فجلس بین یدیہ فصرف النبیؐ وجہہ عنہ فتحول یمینا۔ فصرف وجہہ عنہ فتحول عن یسارہ فصرف وجہہ عنہ۔ فلما رای ذلک ارتعد وبکی۔ ابوامامہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا ایکدفعہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے اپنی بڑائی اور افضلیت بیان کی تو حضرت عمر غضبناک کھڑے ہوگئے۔ پھر حضرت ابوبکر بھی کھڑے ہوگئے اور ان کے دامن کا کنارہ پکڑ کر کہنے لگے مجھ سے راضی ہوجاؤ۔ اور مجھے معاف کردو۔ مگر حضرت عمر کسی طرح نہیں راضی ہوئے وہاں سے اُٹھے ہوئے آئے اور اپنے گھر میں گھس گئے۔ پھر حضرت ابوبکر نے بھی وہاں جانا چاہا تو اندر سے دروازہ بند کرلیا اور حضرت ابوبکر سے اس درجہ خفا ہوئے کہ ان سے بولے تک نہیں اس واقعہ کی خبر حضرت رسولخدا صلعم کو ہوگئی تو حضرت کو بھی حضرت ابوبکر کیلیے غصہ آگیا۔ پس جب نماز ظہر پڑھ چکے تو حضرت عمر حضرت رسولخدا صلعم کے پاس آئے۔ مگر حضرت صلعم نے اپنا رُخ مبارک ادھر سے پھیر لیا۔ پھر حضرت عمر داہنی طرف چلے آئے تو آنحضرتؐ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ تب حضرت عمر بائیں جانب چلے آئے مگر آنحضرت نے اُدھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ اب تو حضرت عمر گھبراگئے اور لگے کانپنے اور رونے تا آخر حدیث۔ اسکے راوی مطرح کے بارے میں لکھتے ہیں ضعفہ ابوحاتم والنسائی وقال یحیی لیس بثقۃ۔ امام ابوحاتم ونسائی نے کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے اور یحیی نے کہا ہے کہ یہ قابل اعتبار نہیں ہے (میزان جلد ۲ ص ۴۷۹)

طوبی لمن رانی

واثلہ بن الاسقع مرفوعا طوبی لمن رانی ورای من رانی ومن رای من رای من رانی۔ واثلہ بن اسقع سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابہ) اور جس نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا (یعنی تابعین) اور جس نے میرے دیکھنے والوں کے دیکھنے والوں (تبع تابعین) کو دیکھا اسکے لئے بڑی خوشخبری ہے۔ اس کے راوی معروف بن عبداللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ قال ابوحاتم الرازی لیس بالقوی وقال ابن عدی لہ احادیث منکرۃ جدا۔ امام ابوحاتم رازی کہتے تھے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے اور ابن عدی کہتے تھے اسکی حدیثیں جانڈوخانہ کی گپیں ہوتی ہیں (میزان جلد ۲ ص ۴۸۸)

اوراق جنت کا مکتوب

عن ابن عباس مرفوعا قال دخلت الجنۃ فما فیہا ورقۃ الا علیہا مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق عثمان ذوالنورین۔ جناب ابن عباس سے مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا میں بہشت میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اسکے درختوں کا کوئی پتا ایسا نہیں ہے جس پر یہ کلمہ نہ لکھا ہو جس کا ترجمہ [illegible]

عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین ہیں اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں ھذا موضوع۔ یہ حدیث گڑھی ہوئی ہے اس کے راوی معروف کے بارے میں ہے مطعون فیہ وہ بہت بدنام ہے قال ابن عدی یسرق الحدیث ابن عدی کہتے تھے کہ یہ حدیثوں کی چوری کیا کرتا تھا۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۴۸۹) حدیث کی چوری یہ بھی تھی کہ کسی کی شان کی حدیث کسی اور کے بارے میں بیان کردی۔ (مثلاً حضرت علیؑ کے فضائل کا مضمون چرا کر ایسی ہی حدیث دوسروں کے لیے ڈھال دی۔

وزارت اور محبت کا حکم | عن ابن عباس مرفوعاً وزیرای من اهل الارض ابوبکر و عمر الحدیث

جناب ابن عباس سے یہ مرفوع روایت ہے کہ اہل زمین سے میرے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں عن جابر مرفوعاً لا یبغض ابابکر و عمر مومن ولا یحبهما منافق جناب جابر سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا کوئی مومن ابوبکر و عمر کو دشمن نہیں رکھے گا اور کوئی منافق ان دونوں کو دوست نہیں رکھے گا۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۴۹۱) اسکے راوی معلی بن میمون کے بارے میں لکھتے ہیں قال النسائی والدارقطنی متروک۔ قال ابوحاتم ضعیف الحدیث وقال ابن عدی احادیثه مناکیر۔ امام نسائی و دارقطنی کہتے تھے کہ یہ متروک ہے اور ابوحاتم نے کہا کہ یہ ضعیف ہے اور ابن عدی کا بیان ہے کہ اسکی حدیثیں جانڈو خانہ کی گپیں ہوتی تھیں۔ (میزان ج ۲ صفحہ ۴۹۱)

شیخین کو پہلے برا کہنے والے | عن الاعمش قال اول من سمعته ینتقص ابابکر و عمر المغیرة المصلوب اعمش بیان کرتے تھے کہ سب سے پہلے جس شخص کو میں نے سنا کہ وہ حضرت ابوبکر و عمر کو برا کہتا ہے وہ مغیرہ مصلوب تھا ابراھیم بن الحسن قال دخل علی المغیرة بن سعید ثم ذکر ابا بکر و عمر فلعنهما۔ فقلت یا عدو الله عندی قال فخنقته حنقاً حتی ادلع لسانه ابراہیم بن الحسن بیان کرتے تھے کہ میرے پاس مغیرہ بن سعید آیا پھر حضرت ابوبکر و عمر کا ذکر کرکے ان دونوں پر لعنت کی تو میں نے کہا کہ اے دشمن خدا! تو میرے سامنے ایسا کہتا ہے؟ اسکے بعد میں نے اس زور سے اس کا گلا گھونٹا کہ اسکی زبان باہر نکل پڑی۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۴۹۲)

خلافت کی خوشخبری | عن ابی هریرة قال دخل رسول الله بجاریة القبطیة بیت حفصة فوجدها معه فعاتبته وقالت فی بیتی من بین بیوت نسائک قال فانها علی حرام ان امسها یا حفصة الا اخبرک۔ قالت بلی قال یلی الامر بعدی ابوبکر ثم ابوک اکتمی علی۔ جناب ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے جناب حفصہ کے گھر میں اپنی بی بی ماریہ قبطیہ سے صحبت کی تو جناب حفصہ نے دیکھ لیا۔ اس پر آں حضرت سے لڑنے لگیں اور کہنے لگیں کہ واہ اپنی بیویوں کے گھروں کے درمیان میرے ہی گھر میں یہ بات ہے؟ اس پر آں حضرت نے فرمایا اب ماریہ کو میں اپنے اوپر حرام کرلیتا ہوں۔ انھیں چھوؤں گا بھی نہیں۔ اے حفصہ کیا میں تم کو ایک خوشخبری نہ سناؤں؟ پوچھا وہ کیا؟ فرمایا میری حکومت کے مالک (میرے خلیفہ) میرے بعد ابوبکر اور ان کے بعد

---

۵۷ اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ ان حضرات کے ماننے والوں کا ایسا زور تھا کہ جو شخص ان کے خلاف کسی قسم کی برائیاں زبان پر لاتا اس کی آفت آجاتی۔ لوگ اسکی جان کے دشمن ہو جاتے تھے [illegible]

تمہارے ابا جان ہی ہو گئے (اب جانے دو) اس واقعہ کو پوشیدہ رکھو۔ اسکے راوی موسیٰ بن جعفر انصاری کے بارے میں لکھتے ہیں لا یعرف وخبرہ ساقط۔ اس شخص کا حال معلوم ہی نہیں ہوتا۔ اور اسکی حدیث ساقط ہے۔ (میزان جلد ۳ صفحہ ۵۰۰)

تربۃ واحدہ | عن عبد اللہ مرفوعاً خلقت انا وابوبکر وعمر من تربۃ واحدۃ وفیھا ندفن۔ جناب عبد اللہ سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا میں، ابوبکر اور عمر ایک ہی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور اسی میں ہم تینوں دفن بھی کیے جائیں گے۔ اسکے بارے میں لکھتے ہیں خبر باطل۔ یہ حدیث باطل (جھوٹی موضوع) ہے۔ (میزان جلد ۲ صفحہ ۵۱۲)

آپ کی محبت کا حکم | عن ابن عباس مرفوعاً من احب اللہ احبنی ومن احبنی احب قرابتی واصحابی ومن احب قرابتی واصحابی احب المساجد۔ جناب ابن عباس سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا جو اللہ کو دوست رکھے گا وہ مجھے دوست رکھے گا۔ اور جو مجھے دوست رکھے گا وہ میری قرابت اور اصحاب کو دوست رکھے گا اور جو میری قرابت اور اصحاب کو دوست رکھے گا وہ مساجد کو دوست رکھے گا۔

شیطان کا ڈرنا | عن ابن عباس مرفوعاً ما فی الارض شیطان الا وھو یفرق من عمر وما فی السماء ملک الا وھو یوقر عمر قال ابن عدی ھذہ الاحادیث بواطیل۔ جناب ابن عباس سے یہ مرفوع روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا دنیا میں جس قدر شیطان ہیں سب عمر سے ڈرتے ہیں اور آسمان میں جس قدر فرشتے ہیں سب عمر کی عزت و تعظیم کرتے ہیں۔ علامہ ابن عدی کہتے تھے کہ یہ سب واہیات جہالات (جھوٹی بنائی ہوئی) کی گئیں ہیں۔ اور ان حدیثوں کے راوی موسیٰ بن عبد الرحمٰن کے بارے میں لکھتے ہیں لیس بثقۃ فان ابن حبان قال فیہ دجال وضع کتاباً فی التفسیر۔ یہ قابل اعتبار نہیں تھا کیونکہ ابن حبان اسکے بارے میں لکھتے تھے کہ یہ دجال ہے جس نے تفسیر قرآن میں بھی ایک کتاب جمع کر ڈالی ہے (میزان جلد ۲ صفحہ ۵۱۰)

آسمان پھٹ جائیں | عن ابن عمر ھبط جبریل فقال رب العرش یقول لک لما اخذت میثاق النبیین اخذت میثاقک وجعلتک سیدھم وجعلت وزیریک ابابکر وعمر یقول لک وعزتی لو سألتنی ان ازیل السموات والارض لازلتھا الحدیث بطولہ رواہ السمعانی فی خطبۃ کتاب البلدان۔ جناب ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت جبریل حضرت رسول خدا کے پاس نازل ہوئے اور کہا اے رسول پروردگار عرش نے فرمایا ہے کہ جب میں نے نبیوں کا عہد لیا تو تمہارا عہد بھی لیا اور تمکو ان سب کا سردار کیا اور ابوبکر و عمر کو تمہارا وزیر بنایا۔ اور خدا یہ بھی فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم ہے اگر تم مجھ سے سوال کرو کہ میں آسمانوں اور زمین کو ہٹا دوں تو میں ضرور ہٹا دوں گا۔ اسکے بعد پوری حدیث بڑی لمبی ہے جسکو ابن سمعانی نے کتاب البلدان کے خطبہ میں لکھا ہے۔ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں ھو باطل۔ یہ حدیث بالکل جھوٹ اور باطل ہے (میزان جلد ۲ صفحہ ۵۱۶)

خیر کے سوا کچھ نہ ہو | عن ابی الدرداء اربع سمعتھن من رسول اللہ لا تکفروا احداً من اهل قبلتی بذنب وان عملوا الکبائر

حضرت رسولخدا سے سنی تھیں کہ اہل قبلہ سے کسی شخص کی کسی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کرو۔ اگرچہ وہ گناہان کبیرہ بھی کرتا ہو۔ اور ہر
پیشوا کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ اور جہاد کرو یا یہ کہ فرمایا قتال کرو۔ اور ابوبکر و عثمان و علی کے بارے میں خیر کے سوائے کچھ نہ کہو
کہو کہ یہ وہ امت ہے جو گزر گئی تا آخر حدیث۔ اسکے بارے میں لکھتے ہیں قال الدارقطنی من بعد عباد ضعفاء امام
دارقطنی نے کہا کہ عباد راوی کے بعد اسکے کل راوی ضعیف ہیں (میزان جلد ۲ صفحہ ۵۲۵) اسکی یہ روایت بھی ہے ان عمر حسنۃ
من حسنات ابی بکر عمر ایک نیکی ہے ابوبکر کی نیکیوں میں سے۔

تجاوز فی قدر

ان ابابکر و عمر تجاوزا فی قدر۔ ابوبکر و عمر قدر میں تجاوز کر گئے۔ عن جابر
قال بینما رسول اللہ جالس فی ملأ من اصحابہ اذ دخل ابوبکر و عمر من ابواب المسجد معہما فئام من الناس
یتمارون وقد ارتفعت اصواتہما حتی انتہوا الی النبی فقال ماہذا۔ قال بعضہم یارسول اللہ شئ تکلم فیہ
ابوبکر و عمر فاختلفا الاختلاف فیہما۔ فقال وماذلک قالوا فی القدر قال ابوبکر یقدر اللہ الخیر ولا یقدر الشر
وقال عمر یقدرہما جمیعا وکنا نتمادی فی ذلک فقال لاقضی بینکما بقضاء اسرافیل بین جبریل و
میکائیل فقیل وقد تکلم فیہ جبریل و میکائیل فقال والذی بعثنی بالحق انہما لاول الخلائق تکلما
فیہ وذکر الحدیث وفیہ یا ابابکر ان اللہ لو لم یشاء ان یعصی ما خلق ابلیس۔ جناب جابر سے روایت ہے کہ
وہ کہتے تھے ایکدفعہ حضرت رسولخدا صلعم اصحاب کے مجمع میں بیٹھے تھے اتنے میں مسجد کے دروازوں سے وہاں حضرت ابوبکر
و عمر بھی آتے ہوئے دکھائی دیئے اور اُن کے ساتھ کئی گروہ لوگ تھے جو ایک دوسرے سے جھگڑتے اور ایکدوسرے پر اپنی آوازیں
بلند کئے ہوئے تھے اسی طرح بحث کرتے اور لڑتے ہوئے وہ سب حضرت رسولخدا صلعم کے پاس پہونچ گئے تو حضرت نے پوچھا یہ
کیا قصہ ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا اے رسولخدا ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں حضرت ابوبکر نے بھی کلام کیا اور حضرت عمر نے
بھی مگر دونوں نے ایکدوسرے کے خلاف کہا۔ اسی وجہ سے دونوں اختلاف کر رہے ہیں آنحضرت نے پوچھا کس مسئلہ میں یہ
نزاع پیدا ہو گئی؟ لوگوں نے کہا مسئلہ قضا و قدر کے بارے میں حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ خدا خیر کی تقدیر کرتا ہے اور شر کو مقدر
نہیں کرتا اور حضرت عمر کہتے ہیں کہ خدا دونوں کی تقدیر کرتا ہے۔ ہم لوگ اسی باب میں اختلاف کر رہے ہیں یہ سنکر آنحضرت
نے فرمایا اچھا کیا ہم تم لوگوں میں وہ فیصلہ نہ کر دیں جو اسرافیل نے جبریل و میکائیل کی نزاع کے بارے میں کر دیا تھا؟ لوگوں نے
پوچھا کیا اس مسئلہ میں حضرت جبریل و میکائیل بھی مناظرہ کر چکے ہیں؟ حضرت نے فرمایا اس قادر مطلق کی قسم جس نے مجھے
حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے یقیناً یہی دونوں تمام مخلوقات میں پہلے وہ ہیں جنھوں نے اس مسئلہ میں بحث کی اسکے بعد پوری حدیث
ذکر کی ہے۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اے ابوبکر اگر خدا اسکو نہ چاہتا کہ لوگ اسکا گناہ کریں تو وہ شیطان کو پیدا ہی
نہیں کرتا۔ اسکا راوی یحیے بن زکریا ہے جسکے بارے میں لکھتے ہیں کہ خبر باطل۔ اسکی یہ روایت بالکل غلط ہے (میزان جلد ۲ صفحہ ۵..)

مولوی وحید الزماں خاں صاحب لکھتے ہیں القضاء المقرون بالقدر قضا اور قدر دونوں ... ان کو الگ کرنا گویا دو
پہلا ایک پایہ کی طرح ہو اور دوسری عمارت کی طرح۔ قدر پہلے ہوتی ہے۔ بعد قضا ... جب ان کو ...

آپ کا بہشتی ہونا | عن عبداللہ مرفوعاً ان عمر من اہل الجنۃ۔ جناب عبداللہ سے یہ مرفوع روایت ہے کہ یقیناً عمر بہشت والوں سے ہیں۔ اسکے راوی یحیٰی بن یمان کے بارے میں ہے قال احمد لیس بحجۃ۔ امام احمد کہتے تھے کہ یہ حجت نہیں ہے وقال ابن معین والنسائی لیس بالقوی۔ ابن معین اور امام نسائی نے کہا کہ یہ شخص ٹھیک نہیں ہے (میزان جلد ۲ صفحہ ۵۹م)

رسولؐ کا پیشاب کرنا | عن عائشۃ ان رسول اللہ بال فاتبعہ عمر بکوز فقال ماھذا یا عمر قال ماء توضاء یا رسول اللہ۔ قال ما امرت کلما بلت ان اتوضا ولو فعلت کانت سنۃ۔ حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ حضرت رسولخدا صلعم نے پیشاب کیا تو حضرت عمر دوڑکر ایک کوزہ پانی لے گئے حضرتؐ نے پوچھا عمر! یہ کیا ہے؟ کہا پانی۔ اس سے استنجا کر لیجئے۔ حضرتؐ نے فرمایا مجھے خدا نے اسکا حکم نہیں دیا ہے کہ جب پیشاب کروں تو استنجا بھی کروں۔ اگر میں ایسا کروں تو یہ بھی سنت سمجھ لیا جائے گا۔ اسکے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں ضعفہ ابن معین ابن معین نے اسکو ضعیف کہا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۵۹)

حضرت عمر کی خلافت کے متعلق موضوع روایتوں کے نمونے

انس بن مالک سے روایت ہے کہ پیغمبر تشریف لائے اور ایک باغ میں داخل ہوئے ایک آنے والے نے آکر دق الباب کیا پیغمبر نے فرمایا۔ انس اٹھو جاکر دروازہ کھولدو اور آنیوالے کو جنت کی خوشخبری اور میرے بعد خلیفہ ہونے کی بشارت دیدو۔ انس نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میں آنے والے کو یہ اطلاع بھی دیدوں پیغمبرؐ نے فرمایا ہاں بتا دینا۔ میں نے جب دروازہ کھولا تو ابوبکر نظر پڑے میں نے انھیں جنت اور خلافت پیغمبر کی بشارت دی تھوڑی دیر کے بعد پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا پیغمبرؐ نے فرمایا انس جاؤ دروازہ کھول دو۔ اور جنت کی بشارت اور ابوبکر کے بعد خلافت کی خوشخبری دیدو۔ انس نے عرض کی یا رسول اللہ میں انھیں بھی بتلادوں آپنے فرمایا ہاں بتا دینا میں نے دروازہ کھولا تو عمر دکھائی دیئے میں نے انھیں جنت اور ابوبکر کے بعد خلیفہ ہونیکی خوشخبری سنائی۔ پھر ایک آنے والا آیا اس کے دروازہ کھٹکھٹانے پر پیغمبرؐ نے مجھ سے فرمایا اٹھو انس جاؤ اور آنے والے کو جنت کی خوشخبری اور عمر کے بعد خلیفہ ہونے کی بشارت دیدو اور یہ بھی کہدو کہ وہ قتل کیے جائیں گے میں باہر نکلا دیکھا کہ عثمان ہیں میں نے انھیں جنت اور خلافت کی خوشخبری دی اور اطلاع دی کہ آپ قتل کیے جائیں گے۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ جلد ۹ صفحہ ۳۳۹ میں بیان کرتے ہیں کہ علی بن مدینی سے اس روایت متعلق پوچھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۵۔ پ ۲۱ صفحہ ۱۰۴) القدر سر من الاسرار تقدیر اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے جس کا سمجھنا دشوار ہے اور اس میں سوالات اور بحث کرنا منع ہے بسا تنا سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمیوں میں سے ایک گروہ کو بہشت کے لیئے پیدا کیا ہے اور ایک گروہ کو دوزخ کیلئے اور یہ عدل کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہر مالک کو اپنے ملک میں جسطرح مناسب سمجھے تصرف کا اختیار ہے۔" (انوار اللغۃ پ ۲۱ صفحہ ۳۷)۔ ۱۲ منہ

خیر کے سوائے کچھ نہ ہو | عن ابی ۳ ۱۲ ہی مقصود ہو سکتا ہے نہ وضو کرنا کیونکہ اگر حضرتؐ کے پاس پانی موجود ہوتا اور حضرت اس سے استنجا

گیا تو انھوں نے کہا جھوٹ ہے من گڑھت ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ جھوٹی حدیث ہے (میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۴۶۲) علامہ ابن حجر نے بھی لسان المیزان جلد ۳ ص ۹۲ پر علی بن مدینی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث جھوٹ ہے اور من گڑھت ہے۔ ص ۱۹۳ پر علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو حضرت عمر اپنے بعد کے لئے خلافت ممبران شوریٰ کے حوالہ کرنیکے بجائے عثمان ہی کو نامزد کر جاتے۔

ایک بات اور بھی قابل غور ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی اور یہ واقعہ سچا ہوتا تو سقیفہ کے دن حضرت ابوبکر و عمر ضرور اس حدیث کو پیش کرتے اس دن سے بڑھ کر اور کون موقع ہو سکتا تھا جبکہ نوبت جنگ و جدال کی پہونچ چکی تھی۔ اس دن اس حدیث کو نہ حضرت ابوبکر کا پیش کرنا نہ عمر کا ثبوت اس کا ہے یہ حضرات اس خیالی باغ میں نہ داخل ہوئے نہ یہ بشارت ہی سنی۔

(۲) حضرت عائشہ کا بیان کرتی ہیں کہ مسجد کی تعمیر کے لئے سب سے پہلا پتھر رسول اللہ نے اٹھایا ان کے بعد ابوبکر نے ان کے بعد عمر نے ان کے بعد عثمان نے۔ میں نے رسول اللہ سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ دیکھتے ہیں یہ لوگ کیسی مدد آپ کی کر رہے ہیں آں حضرتؐ نے فرمایا عائشہ یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

امام حاکم نے مستدرک جلد ۳ ص ۹۷ میں اس حدیث کو درج کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے علامہ ذہبی تلخیص مستدرک میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کا راوی احمد منکر الحدیث ہے پھر اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر نص صریح ہوتی مگر کسی نے بھی اس حدیث سے استدلال نہیں کیا پھر سب سے بڑی بات یہ کہ حضرت عائشہ تو اس وقت بہت کمسن تھیں رسول اللہ کی زوجیت میں آئی بھی نہ تھیں۔

(۳) عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا نے بلال سے کہا کہ بلال لوگوں میں اعلان کر دو کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوں گے، بلال لوگوں کو خبر دیدو کہ ابوبکر کے بعد عمر خلیفہ ہوں گے۔ بلال لوگوں میں پکار کر کہہ دو کہ عمر کے بعد عثمان خلیفہ ہوں گے بلال خداوند عالم کو اس کے علاوہ اور کوئی صورت منظور ہی نہیں، یہ فقرہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

علامہ ابو نعیم اصفہانی نے فضائل صحابہ میں اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ بغداد جلد، ص ۴۲۹ پر اس حدیث کو درج کیا ہے اور اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۸ پر اس روایت کو درج کر کے لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔

اس روایت کو پڑھنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بلال نے یہ منادی کی تھی یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر کی تو کسی نے سنا کیوں نہیں؟ کیا اس وقت سارے ہی مسلمان بہرے ہو گئے تھے کہ کسی کے کان میں بھی بلال کی آواز نہیں پہونچی۔

(۴) زبیر بن عوام سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب جب [illegible]

ہیں کہ ہم لوگ اُٹھ کر حضرت علیؑ کے پاس آئے اور اُن سے یہ حدیث بیان کی، آپ نے فرمایا! زبیر نے سچ کہا میں نے بھی رسول اللہ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے۔

یہ حدیث عبدالرحمان بن عمرو بن جبلہ کے موضوعات سے ہے۔ علامۂ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں یہ باطل حدیث ہے اور ساری خرابی عبدالرحمان کی ہے۔

اگر حضرت علیؑ نے واقعاً اس حدیث کو پیغمبرؐ سے سنا تھا تو آپ خود کیوں بیعت کے طالب ہوئے اور پیغمبرؐ کے ارشاد کی کیوں مخالفت کی، جناب زبیر پر بھی تعجب ہے کہ اُنھوں نے پیغمبرؐ کی یہ حدیث سننے کے باوجود ابوبکر کی بیعت کرنے سے انکار کیا تلوار کھینچ لی اور کہا کہ جب تک علیؑ کی بیعت نہ کیجائیگی میں اس تلوار کو نیام میں نہ رکھوں گا۔

(۵) حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ پیغمبر خداؐ نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد ائمہ خلافت ابوبکر و عمر ہیں۔

علامۂ ذہبی اس حدیث کو میزان الاعتدال جلد ۲ ص۲۲۷ پر نقل کر کے لکھتے ہیں یہ باطل حدیث ہے علی بن صالح الانماطی نے اسے وضع کیا ہے۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ جس دن حضرت ابوبکر اس حدیث کے بہت زیادہ محتاج تھے یعنی سقیفہ کے دن اس دن حضرت عائشہ کو یہ حدیث نہ یاد آئی اگر اس دن ابوبکر سے یہ حدیث بیان کردی ہوتیں تو یقیناً حضرت ابوبکر اپنے مخالفین کو اس حدیث کے ذریعہ قائل کر لیتے اور کسی کو مجال انکار نہ ہوتی۔

(۶) عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے ابوبکر صدیق میرے بعد بہت تھوڑے دن زندہ رہینگے اور عرب کی چکی والے عمر ہیں جو پسندیدہ صفات بن کر جئیں گے اور شہید مرینگے اور تم اے عثمان عنقریب اگر تم سے سوال کریں گے کہ تم اس قمیص کو اُتار دو جو خدا نے تمھیں خاص کر پہنائی ہے۔ قسم خدا کی اگر تم نے وہ قمیص اُتار دی تو ہرگز ہرگز جنت میں نہ جاؤ گے، جنت میں تمھارا جانا اسی طرح محال ہوگا جس طرح سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا۔

علامۂ ذہبی نے میزان الاعتدال جلد ۲ ص۲۸۱ پر یحییٰ بن معین کے واسطہ سے یہ حدیث نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ مجھے یحییٰ پر تعجب ہے کہ اپنی جلالت علمی اور حدیث کی پرکھ رکھنے کے باوجود اس قسم کی باتیں نقل کرتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں۔

بلکہ خیر کے سوائے کچھ نہ ہو

ابن عباس سے قول باری تعالیٰ واذا اسر النبی الی

کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے جناب حفصہؓ سے راز کی بات یہ کہی تھی کہ میرے بعد ابوبکر حاکم ہوں گے اور ابوبکر کے بعد عمر۔ جناب حفصہ نے یہ بات حضرت عائشہ سے کہہ دی۔

نزہۃ المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ میں منقول ہے کہ ابن عباس نے کہا خدا کی قسم ابوبکر و عمر کی خلافت کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے یعنی واذا اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا پیغمبرؐ نے جناب حفصہ سے کہا تھا کہ تمھارے اور عائشہ کے باپ میرے بعد لوگوں کے حاکم ہوں گے خبردار کسی سے کہنا نہیں۔

علامہ ذہبی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ واذا اسر النبیؐ الی بعض ازواجہ حدیثا میں مراد ہوں پیغمبرؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے۔

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۲۹۴ میں اس حدیث کو خالد بن اسماعیل مخزومی کے اباطیل میں شمار کیا ہے۔

(۸) حسن بن صالح قیسرانی نے اسحاق بن محمد انصاری سے روایت کی ہے اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے یموت بن المزرع بن یموت سے پوچھا استاد رسول اللہ نے علیؑ کو چھوڑ کر ابوبکر کو کیسے خلیفہ بنا دیا یموت نے کہا میں نے یہی بات جاحظ سے پوچھی تھی جاحظ نے کہا میں نے ابراہیم نظام سے پوچھا ابراہیم نے جواب دیا تھا خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

وعد اللہ الذین آمنو منکم وعملو الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم

تم لوگوں میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے خدا نے اُن سے وعدہ کر رکھا ہے کہ انھیں روئے زمین پر اسی طرح اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح اُن سے پہلے کے لوگوں کو بنا چکا ہے۔

جناب جبرئیل وحی سنانے کے بعد پیغمبرؐ سے اسی طرح بات چیت کرتے جس طرح ایک آدمی دوسرے آدمی سے بات چیت کرتا ہے پیغمبرؐ خدا نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں جن کے خلیفہ بنانے کا خدا نے وعدہ کیا ہے جبرئیل نے کہا ابوبکر و عمر اور عثمان و علیؑ۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ ابوبکر کی زندگی کے دو ہی سال باقی رہ گئے تھے اگر رسول اللہ علیؑ کو خلیفہ بنا دیئے ہوتے تو ابوبکر و عمر و عثمان کو خلافت نصیب نہ ہوتی لیکن خداوند عالم کو چونکہ ان سبھوں کی عمروں کا علم تھا اسی لحاظ سے اس نے سب کو خلافت پر فائز کیا اور اس طرح خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ (تاریخ ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۱۸۶)

علامہ قتیبہ اس ابراہیم نظام کے متعلق لکھتے ہیں یہ ایک شاطر اور مشہور فاسق تھا۔ علامہ ذہبی لسان المیزان جلد ۱ صفحہ ۶۷ میں اسکے متعلق لکھتے ہیں متھو بالزندقۃ یہ زندقہ و الحاد کے ساتھ متہم ہے۔

(۹) عمرو بن شعیب اپنے باپ دادا سے روایت کرتا ہے کہ جب خیبر [illegible]

تاکہ اگر ایسی ویسی بات ہوئی تو ہم اسکی طرف رجوع کریں آں حضرتؐ نے فرمایا ابوبکر میرے وزیر ہیں اور میرے بعد میرے قائم مقام ہوں گے۔ عمر میری زبان سے حق بولتے ہیں اور میں عثمان سے ہوں اور عثمان مجھ سے ہیں۔ علی میرے بھائی اور بروز قیامت میرے ساتھی ہیں۔

علامۂ ذہبی اس حدیث کو عقیلی کے واسطہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں المتھم بوضع ھذا الشیخ الجاھل اس حدیث کو وضع کرنے میں متہم شیخ جاہل یعنی سلیمان بن شعیب بن لیث مصری ہے۔

(۱۱) ابوہریرہ سے روایت ہے پیغمبر خدا نے فرمایا حفصہ کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں حفصہ نے کہا ضرور ارشاد فرمائیں پیغمبرؐ نے فرمایا میرے بعد حاکم ابوبکر ہوں گے پھر تمہارے باپ حاکم ہوں گے دیکھو اس بات کو چھپائے رکھنا جناب حفصہ عائشہ کے پاس آئیں اور اُن سے کہا ایک خوشخبری تمہیں سناؤں عائشہ نے کہا وہ کیا جناب حفصہ نے پیغمبرؐ کی باتیں بیان کیں اور بیان کر کے کہا دیکھو کسی سے کہنا نہیں کیونکہ پیغمبر خدا نے مخفی رکھنے کی تاکید ہے اس موقع پر یہ آیتیں خدا نے نازل کیں:۔

یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک۔	اے پیغمبر خدا نے جو بات آپ کے لیۓ حلال کر رکھی ہے اسے کیوں حرام کرتے ہیں آپ اپنی ازواج کی خوشنودی کے خواہاں ہیں۔

(اعلام النبوۃ ماوردی ص۸۱)

عقیلی نے اس روایت کو موسی بن جعفر انصاری کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور نقل کرکے لکھا ہے مجھول بالنقل لا یتابع علی حدیثہ ولا یصح۔ یہ نقل میں مجہول ہے اسکی حدیث کو مانا نہیں جاۓ گا نہ یہ حدیث صحیح ہے۔ علامۂ ذہبی نے میزان الاعتدال میں بسلسلۂ حالات موسیٰ اس حدیث کا ذکر کیا ہے اسکے بعد لکھتے ہیں لا یعرف وخبرہ ساقط اس شخص کا پتہ نہیں اسکی حدیث ساقط ہے پھر حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ قلت ھذا باطل میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث باطل ہے۔ (لسان المیزان جلد ۶ ص۱۱۳)

اس حدیث کی سند میں جو خرابی ہے وہ ہے ہی مفہوم بھی اس حدیث کا بالکل مہمل و واہیات ہے کیونکہ ابوبکر و عمر کی حکومت اگر شرعی حکومت تھی تو پیغمبرؐ کا فریضہ تھا کہ اس خبر کو سب سے بیان کر دیتے تاکہ لوگوں کو حق کا راستہ بھی معلوم ہو جاتا اور امام مفترض الطاعت کی شناخت بھی ہو جاتی چھپانے کی صورت میں تو سبھی حیران و سرگردان رہتے دینی احکام کس سے معلوم کیۓ جائیں کسی کو اس کا پتہ نہ ہوتا۔

اگر ان دونوں کی حکومت غیر شرعی تھی تو پیغمبر پر واجب تھا کہ ان دونوں کو ممانعت فرما دیتے نہ کہ نایاآپ حفصہ ہی کو تاکید کر دیتے کہ میری بات ابوبکر و عمر تک پہونچا دو

قبلق بذنب وان عملوا الکبائر۔

اُمّ المومنین عائشہ

عہد عثمانؓ و علیؓ میں

ربط کے لئے اصلاح ماہ دسمبر ۶۲ء

حضرت عثمان کیساتھ ام المومنین کا اختلاف

پھر حضرت عثمان اور حضرت عائشہ کے درمیان اختلاف ہو گیا اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت عمر نے تمام ازواج رسول کے وظائف دس دس ہزار وظیفے مقرر کیے تھے اور عائشہ کے لیئے بارہ ہزار. حضرت عثمان نے دو ہزار حذف کر کے ان کے بھی دس ہزار ہی کر دیئے۔

ہم تحقیق سے نہیں کہہ سکتے کہ دونوں میں اختلافات کی ابتدا کس وقت ہوئی۔ بہرحال ابتدائی چھ سال میں تو نہیں ہوئی مزید یہ کہ مخالفت دفعۃً نہیں پیدا ہو گئی بلکہ دھیرے دھیرے اختلافات بڑھتے گئے یہاں تک کہ اختلافات نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ حضرت عائشہ کی ذات پہلی وہ ذات ہے جس نے اُنکی مخالفت میں آواز بلند کی۔ اُنکے مخالفین کی جائے پناہ بنی اور اُن سے آمادہ پیکار لوگوں کی قیادت کی۔ اس وقت پورے مملکت اسلامیہ میں حضرت ابوبکر کے خاندان بنی تیم سے بڑھ کر حضرت عثمان کا کوئی دشمن نہ تھا (انساب الاشراف بلاذری جلد ۵ صفحہ ۶۶)

یہ چند واقعات تھے جنھوں نے عائشہ کے درمیان اختلاف کی آگ بھڑکائی۔

پہلا واقعہ ولید بن عقبہ اور عبداللہ بن مسعود صحابی پیغمبرؐ کا ہے ولید عقبہ بن ابی معیط بن ابو عمرو کا لڑکا تھا اسکی ماں اروی بنت کریز بن ربیعہ تھی یہ اور حضرت عثمان دونوں ماں دری بھائی تھے ولید کا باپ عقبہ بن ابی معیط مکہ میں رسول اللہ کا پڑوسی تھا رسول اللہ کے پاس بہت اٹھا بیٹھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے پیغمبرؐ کی ضیافت کرنا چاہی پیغمبرؐ نے فرمایا جب تک کلمہ شہادتین زبان پر نہ جاری کرو گے میں نہیں کھاؤں گا اس نے کلمہ شہادتین زبان سے کہہ دیا اس پر قریش والوں نے کہا: عقبہ پاگل ہو گیا عقبہ بن ابی معیط کا ایک دوست تھا جو شام کی طرف سفر میں گیا ہوا تھا کچھ دنوں کے بعد واپس آیا رات کو اُس نے اپنی بیوی سے پوچھا۔

محمدؐ کا کیا حال ہے۔

اُس نے بتایا کہ اور زیادہ ترقی پر ہیں اُن کا معاملہ پہلے سے بہت زیادہ سخت ہوتا جا رہا ہے اس نے پوچھا میرے دوست عقبہ نے کیا کیا بیوی نے بتایا کہ وہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ دوست نے وہ رات بڑے کرب و اضطراب میں بسر کی جب صبح ہوئی تو خود عقبہ اس دوست سے ملنے آیا اسکو سلام کیا مگر دوست نے جواب سلام نہ دیا۔ عقبہ نے پوچھا تم میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے دوست نے کہا میں سلام کا کیا جواب دوں تم تو پاگل ہو چکے ہو عقبہ نے پوچھا کیا قریش والے یہ کہتے ہیں کہا ہاں عقبہ نے پوچھا پھر ان کو اب کیا کہوں کہ ان کے سینہ کا غبار نکل جائے۔ دوست نے کہا تم پھر محمدؐ کے پاس جاؤ اور اُن کو ایک شگفتہ دشنام ... جب ان کو دیکھو ان پر ...

بے ادبی کرو اور جو گالیاں تھیں آتی ہیں اُن میں سب سے زیادہ گندی گالی جو یاد ہو وہ انھیں دو عقبہ نے ایسا ہی کیا۔ رحیم و کریم پیغمبرؐ نے محیر العقول صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا صرف اتنا ہی کہا اگر میں مکہ کے پہاڑوں سے باہر تمھیں پالیا تو تمھیں دیکھ کر تمھاری گردن مار دوں گا جب بدر کی جنگ چھڑی اور عقبہ کے حوالی موالی اس جنگ میں نکلے تو اس سے بھی کہا کہ تم بھی چلو عقبہ نے کہا محمدؐ نے مجھے ایسی ایسی دھمکی دی ہے میں اگر مکہ سے باہر نکلا تو وہ میری گردن ماردیں گے ساتھیوں نے کہا ہم تمھیں انتہائی تیز رو سُرخ رنگ کا اونٹ دیتے ہیں جس کا کوئی مقابلہ کر ہی نہیں سکتا اگر جنگ میں شکست ہوتی نظر آئے تو تم اسی اونٹ پر بھاگ کر مکہ چلے آنا عقبہ اُنکے ہمراہ جنگ کے میدان میں پہونچا جب بہ فضل خدا مشرکین کو شکست فاش نصیب ہوئی اور عقبہ کا اونٹ اُسے لیکر بھاگ نکلا تو رسول اللہؐ نے قریش کے دوسرے لوگوں کے ساتھ اُسے گرفتار کرالیا جب عقبہ پیغمبرؐ کے پاس پہونچا تو پوچھنے لگا کہ تم مجھے بھی اور لوگوں کے ہمراہ قتل کروگے آں حضرتؐ نے فرمایا ہاں تمھاری اُسی بے ادبی کی سزا میں طبری کی لفظیں ہیں کہ ہاں تمھارے کفر و فجور اور خدا اور رسولؐ سے سرکشی کی پاداش میں چنانچہ آپ نے علیؑ کو حکم دیا انھوں نے اُسکی گردن ماردی اور اُسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ویوم یعض الظالم علی یدیہ الخ (تفسیر طبری جلد ۱۹ صـ۶ تفسیر بیضاوی جلد ۲ صـ۱۱۶، تفسیر قرطبی جلد ۱۳ صـ۲۵، تفسیر کشاف جلد ۲ صـ۲۲۶، تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صـ۳۱۷ وغیرہ)

عقبہ کا پسر ولید فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا۔ پیغمبرؐ نے بنی مصطلق سے زکوٰۃ کی وصولی پر اُسے مامور کیا اُس نے واپس آکر خبر دی کہ بنی مصطلق مرتد ہو چکے ہیں اور وہ زکوٰۃ دینے پر تیار نہیں۔ ہوا یوں کہ بنی مصطلق اُسکی آمد کی خبر سن کر استقبال کیلئے نکلے عقبہ اُنھیں دیکھ کر ڈر گیا اور اُلٹے پیروں واپس آگیا۔ رسول اللہ نے پھر خالد بن ولید کو بھیجا یہ تاکید کر کے کہ تحمل سے کام لینا اور جلد بازی نہ کرنا بنی مصطلق نے بتایا کہ ہم لوگ ہرگز مرتد نہیں ہوئے اسلام ہی پر باقی ہیں اُس پر یہ آیت ولید کے متعلق نازل ہوئی یا ایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنباء (سورۂ حجرات آیت ۶)

حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں سعد بن ابی وقاص کو معزول کر کے ولید کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ یہ سعد وہ شخص ہیں جنھوں نے حضرت عمر کے حکم سے کوفہ کی بنیاد ڈالی تھی اور اسلامی فوجوں کو آباد کیا تھا۔ ایران کی جنگ میں سعد ان افواج کے سپہ سالار اعلیٰ تھے اور اُنھیں کے زیر قیادت ایران فتح ہوا تھا جس کی وجہ سے اسلامی لشکر انھیں محبوب رکھتے اور اُن کا احترام کرتے۔ جب ولید گورنر ہو کر آیا تو سعد نے کہا:۔

خدا کی قسم مجھے پتہ نہیں ہمارے بعد تم ہی عقلمند ہو گئے یا ہم احمق۔

ولید نے کہا:۔ ابو اسحاق گھبرائے نہیں یہ بادشاہت ہے ایک قوم صبح کا ناشتہ کرتی ہے تو دوسری شام کا کھانا کھاتی ہے۔

سعد نے کہا:۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ (اس خلافت کو) بادشاہت ہی بنا کر دم لوگے۔ (حالات ولید طبقات، استیعاب، اسد الغابہ، اصابہ، اصابہ، کنز العمال، اجملہ تفاسیر کلام مجید بسلسلہ تفسیر آیہ ۶ سورہ حجرات)

سعد کو معزول کر کے ولید کی تقرری سبھی کو ناگوار گذری لوگوں نے کہا:۔

عثمان نے بہت ہی بُری تبدیلی کی ہے ابو اسحاق کو جو نرم و مہربان عالم صالح اور صحابی رسول اللہ تھے ہٹا کر اپنے فاجر و فاسق احمق بھائی کو حاکم مقرر کیا ہے۔

ولید کیونکر کوفہ کا گورنر مقرر ہوا اسکے متعلق علامہ ابو الفرج آغانی میں بسلسلہ اسناد، خالد بن سعید بن عمرو بن سعید سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ

[illegible] عثمان کے ساتھ تخت پر صرف چار ہی آدمی بیٹھتے تھے عباس بن عبد المطلب، ابو سفیان بن حرب، حکم بن عاص اور [illegible] تخت پر ساتھ بیٹھا رہا تھوڑی دیر [illegible]

چچا کو اپنی ماں کے بیٹے (یعنی ولید) پر ترجیح دی حضرت عثمان نے کہا کہ حکم قریش کا بزرگ ہو وہ شعر تم نے کونسے کہے ہیں ولید نے کہا۔ میں نے کہا ہے :-

رایت لعم المرء زلفی قرابۃ ❊ دوین اخیہ حادثا لم یکن قدما
فاملت عمرا ان یشب وخالدا ❊ لکی یدعوانی یوم مزحمۃ عما

میں دیکھتا ہوں کہ چچا کو قرابت قریبہ حاصل ہے اور نوجوان بھائی کو نہیں۔ میری آرزو ہے کہ عمرو اور خالد (فرزندان عثمان) جوان ہو جائیں تاکہ پریشانی کے دن مجھے چچا کہہ کر پکاریں

حضرت عثمان کا دل ولید کے لیئے پسیج گیا اور کہا جاؤ میں نے تمھیں عراق یعنی کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔ (آغانی جلد ۴ صفحہ ۱۷۷)

عبد اللہ بن مسعود سابقین مسلمین سے تھے انھیں نے سب سے پہلے باواز بلند قرآن مجید کی تلاوت کی اُن سے پہلے کسی کو ہمت نہ ہوئی تھی، قریش نے ان کو اس فعل پر اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا جب یہ مسلمان ہوئے تو رسول اللہ نے اپنے پاس رکھ لیا یہ رسول اللہ کی خدمت کرتے رہے۔ رسول اللہ نے اُن سے فرمایا میں تمھیں اجازت دیتا ہوں کہ تم پردہ ہٹاؤ اور میری پوشیدہ گفتگو سنو تا وقتیکہ میں منع نہ کروں۔ یہ آپکے پاس ہر وقت آتے جاتے آپکی نعلین پیروں میں پہناتے آپکے ساتھ اور آگے آگے چلتے جب آں حضرت غسل فرماتے تو یہ پردہ کا اہتمام کرتے رسول اللہ سوتے ہوتے تو یہ آکر بیدار کرتے یہ صحابہ میں صاحب السواد والسواک مشہور تھے انھیں کی تحویل میں آنحضرت کی مسند مسواک و نعلین رہا کرتی۔ انھوں نے دو ہجرتیں کیں پہلی ہجرت حبشہ کی طرف دوسری مدینہ کی طرف جنگ بدر اور اسکے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ رفتار، گفتار، طور، طریق ہر بات میں سب سے بڑھ کر رسول سے مشابہ تھے (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۸۹، بخاری مناقب ابن مسعود، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۱۵ و ۳۲۰، حلیۃ ابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۱۲۶، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۵)

حضرت عمر نے انھیں امور دین کی تعلیم دینے کے لیئے اور جناب عمار کو حاکم بنا کر کوفہ بھیجا تھا اور کوفہ والوں کو خط لکھا تھا کہ یہ دونوں نجبائے اصحاب محمد سے ہیں اور آنحضرت کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک رہ چکے ہیں تم لوگ ان دونوں کی پیروی کرنا اور اُن کی باتوں کو دھیان دیکر سننا۔ میں نے عبد اللہ بن مسعود کو کوفہ بھیجکر تم لوگوں کو اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔ (استیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۷۲ ج ۲ صفحہ ۴۳۶ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۶۹، اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۵۸)

یہ ابن مسعود اہل کوفہ کو قرآن کی تعلیم اور دین کی باتیں سکھاتے رہے۔ جب ولید کوفہ کا گورنر مقرر ہو کر آیا تو عبد اللہ بن مسعود بیت المال کے خزانچی تھے ولید نے بیت المال سے کچھ قرض لیا حکام اکثر ایسا کیا کرتے قرض لیتے اور بعد میں ادا کر دیتے ابن مسعود نے ولید کو قرضہ دیدیا کچھ دن گذرنے کے بعد اُنھوں نے قرضہ کی واپسی کا تقاضا کیا ولید نے حضرت عثمان کو شکایت لکھ بھیجی حضرت عثمان نے ابن مسعود کو لکھا۔

"تم ہمارے خزانچی ہو لہٰذا ولید نے بیت المال سے جو قرضہ لیا ہے اس کا تقاضا نہ کرو۔

ابن مسعود نے کنجیاں پھینک دیں اور کہا۔

میں اپنے کو مسلمانوں کا خزانچی سمجھتا تھا تمھارے خزانچی ہونے کی مجھے حاجت نہیں۔

کنجیاں پھینکنے کے بعد وہ کوفہ ہی میں مقیم رہے (انساب الاشراف بلاذری جلد ۵ صفحہ ۳۶)

ابن عبد ربہ لکھتے ہیں کہ ابن مسعود نے مسجد میں آکر کہا۔ کوفہ والو! آج کی رات بیت المال سے ایک لاکھ میں نے گم پائے اسکے متعلق عثمان کا کوئی خط بھی نہیں آیا اور نہ اُنھوں نے اس سے مجھے بری الذمہ قرار دیا ہے۔ ولید نے عثمان کو اسکی شکایت لکھ بھیجی حضرت عثمان نے انھیں بیت المال سے برطرف کر دیا عقد فرید جلد ۲ صفحہ ۲۷۲) [illegible] ابن کو [illegible] ابن سعد

تو یہ جملہ بھی کہا۔

من غیر غیر اللہ مابہ ومن یبدل اسخط اللہ علیہ وما اریٰ صاحبکم الا وقد غیر وبدل أیعزل مثل سعد بن ابی وقاص ویولی الولید؟

جو الٹ پھیر کرے گا خدا بھی اُسے تہ و بالا کرے گا جو تبدیلی کا مرتکب ہوگا خدا اُس پر ناراض ہوگا میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ تمہارے صاحب نے اُلٹ پھیر بھی کیا ہے اور تبدیلی کے بھی مرتکب ہوئے۔

کیا صحابی پیغمبرؐ سعد بن ابی وقاص اس قابل ہیں کہ انھیں معزول کر دیا جائے ولید بن عقبہ اس قابل ہے کہ اسے حاکم مقرر کیا جائے۔ وہ اکثر یہ بھی کہا کرتے:۔

ان اصدق القول کتاب اللہ واحسن الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا وکل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار

سب سے زیادہ صحیح قول کتاب الٰہی ہے اور سب سے عمدہ ہدایت محمد مصطفیٰ کی ہدایت اور بدترین امور نت نئی باتیں ہیں اور ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانا جہنم ہے۔

ولید بن عقبہ نے ان باتوں کی شکایت حضرت عثمان کو لکھ بھیجی اور لکھا کہ ابن مسعود آپ کو عیب لگاتے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں۔ حضرت عثمان نے ولید کو لکھا کہ تم عبداللہ بن مسعود کو میرے پاس روانہ کرو۔ اس حکم کی اطلاع پاکر کوفہ کے لوگ ابن مسعود کے پاس اکٹھا ہوئے اور عرضداشت پیش کی کہ آپ یہیں قیام کیجیے ہم آپ کو کوئی گزند پہونچنے نہیں دیں گے عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا کہ حکومت کی اطاعت مجھ پر فرض ہے مجھے یہ بھی گوارہ نہیں کہ میں پہلے پہل فتنہ و فساد کا دروازہ کھولوں" انھوں نے لوگوں کو واپس کر دیا اور مدینہ کے لیے چل کھڑے ہوئے۔

اہل کوفہ رخصت کرنے کے لئے ساتھ ساتھ چلے ابن مسعود نے تقویٰ اختیار کرنے قرآن سے وابستہ رہنے کی وصیت کی کوفہ والوں نے ان لفظوں میں خراج عقیدت پیش کیا کہ "خدا آپ کو جزائے خیر عنایت کرے آپ نے ہمارے جاہلوں کو زیور علم سے آراستہ کیا ہمارے عالموں کو مستحکم بنایا ہمیں قرآن پڑھنا سکھایا اور دینی مسائل تعلیم کیے آپ اسلام کے بہت اچھے بھائی اور بہترین خلیل ہیں اسکے بعد رخصت ہوکر اپنے گھروں کو واپس آگئے عبداللہ بن مسعود جس وقت مدینہ پہونچے حضرت عثمان منبر پر خطبہ فرما رہے تھے ابن مسعود کو آتے دیکھ کر گویا ہوئے۔

الا انہ قد قدمت علیکم دویبۃ سوء من یمشی علی طعامہ یقی ویسلح

دیکھو ذلیل جانور تمہاری طرف آرہا ہے جو اپنے کھانے پر چلتا ہے قے کرتا ہے اور لید کرتا ہے

ابن مسعود نے کہا ایسا نہیں البتہ میں پیغمبرؐ کا صحابی ہوں میں جنگ بدر میں بھی آں حضرت کا ہم رکاب تھا اور بیعت الرضوان میں شریک تھا۔ حضرت عائشہ نے حجرہ سے پکار کر کہا عثمان تم صحابی پیغمبرؐ کے لئے ایسی بات کہتے ہو؟

پھر حضرت عثمان کے حکم دینے پر وہ بہت نازیبا طریقہ مسجد سے نکال دیے گئے عبداللہ بن زمعہ نے انھیں زمین پر پٹک بھی دیا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان کے غلام یحموم نے عبداللہ بن مسعود کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر زمین پر پٹک دیا جس سے اُن کی پسلی چور ہو گئی۔ حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ نے کہا آپ ولید بن عقبہ کے کہنے سننے پر صحابی رسول کے ساتھ ایسی بدسلوکی کر رہے ہیں حضرت عثمان نے جواب دیا کہ میں نے ولید کے کہنے پر ایسا نہیں کیا بلکہ میں نے زبید بن صلت کندی کو کوفہ بھیجا تھا اس سے ابن مسعود نے کہا کہ عثمان کا خون حلال ہے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے کہا کہ زبید بن صلت بھی قابل اعتبار نہیں تھا جس کے کہنے [illegible] ابن مسعود کے ساتھ ایسا سلوک مناسب سمجھا۔ واقدی کی لفظوں کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ابن مسعود مدینہ پہونچے تو جمعہ

رہا اور بیعت الرضوان میں بھی۔ جنگ خندق میں بھی ہمرکاب تھا جنگ حنین میں بھی۔ حضرت عائشہ اپنے حجرے سے چیخیں۔ اے عثمان تم صحابی پیغمبر کے لئے ایسا کہتے ہو؟ عثمان نے کہا آپ چپ رہیئے۔ پھر حضرت عثمان نے عبداللہ بن زمعہ کو حکم دیا کہ دھکے دیکر نکال دو۔ ابن زمعہ نے ابن مسعود کو دونوں ہاتھوں پر اٹھالیا اور مسجد کے دروازہ پر لاکر پٹک دیا جسکی وجہ سے اُن کی پسلی ٹوٹ گئی۔

ابن مسعود نے کہا کہ ابن زمعہ کافر نے مجھے عثمان کے حکم سے قتل کر ڈالا۔ بلاذری لکھتے ہیں حضرت امیر المومنین ابن مسعود کی خبرگیری کی طرف متوجہ ہوئے ان کو اپنے گھر لائے۔ ابن مسعود مدینہ ہی میں رہے حضرت عثمان انھیں کسی دوسری جگہ جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے جب ابن مسعود علاج معالجہ سے ٹھیک ہو گئے تو جہاد میں شرکت کے خواہشمند ہوئے۔ حضرت عثمان نے اس سے بھی انھیں روک دیا۔ مروان نے حضرت عثمان سے کہا کہ ابن مسعود نے پورے عراق کو آپ کے خلاف کر دیا اب چاہتے ہیں کہ اہل شام والوں کو بھی آپ کے خلاف کردیں۔ چنانچہ وہ انتقال کے وقت تک مدینہ ہی میں رہے۔ قتل عثمان سے دو برس پہلے مدینہ میں ان کا انتقال ہوا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ وہ مدینہ میں سعد بن ابی وقاص کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان اُنکی عیادت کے لیئے آئے ان دونوں میں باہم اس طرح باتیں ہوئیں۔

حضرت عثمان - آپ کو کیا تکلیف ہے؟

ابن مسعود - اپنے گناہوں کی تکلیف ہے۔

حضرت عثمان - آپ کا دل کیا چاہتا ہے؟

ابن مسعود - اپنے پروردگار کی رحمت کا متمنی ہوں۔

حضرت عثمان - میں آپ کے لئے کسی طبیب کو بلاؤں؟

ابن مسعود - طبیب ہی نے تو مجھے بیمار ڈالا ہے۔

حضرت عثمان - میں آپ کا مشاہرہ دلوا دوں؟ ابن مسعود نے دو برس سے مشاہرہ نہیں پایا تھا (تاریخ ابن کثیر جلد)

ابن مسعود - جب میں اس کا ضرورت مند تھا تب تو آپ نے مجھ کو دیا نہیں اور اب جبکہ مجھے اس کی احتیاج نہیں تو آپ دینے پر آمادہ ہیں!

حضرت عثمان - آپ کے بچوں کے کام آئے گا۔

ابن مسعود - اُن کے رزق کا کفیل خدا ہے۔

حضرت عثمان - میری بخشائش کا خدا سے سوال کیجئے

ابن مسعود - میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ آپ سے میرا پورا پورا حق وصول کرے۔

ابن مسعود نے وصیت کی میرے جنازے کی نماز عثمان نہ پڑھائیں۔ مرنے پر بقیع میں دفن ہوئے عثمان کو کوئی اطلاع نہ ہوئی جب انھیں معلوم ہوا تو بیحد غضبناک ہوئے اور کہا کہ تم لوگوں نے مجھ پر سبقت کی۔ عمار بن یاسر نے کہا انھوں نے وصیت کی تھی کہ آپ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھیں (کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص ۳۶)

تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ حضرت عثمان ابن مسعود کی عیادت کو آئے پوچھا۔

حضرت عثمان - آپ کو کیا تکلیف ہے؟

ابن مسعود - اپنے گناہوں کی اذیت ہے۔

ابن مسعود ۔ اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہوں۔

حضرت عثمان ۔ میں آپ کے لئے کوئی طبیب بلواؤں؟

ابن مسعود ۔ طبیب ہی نے تو مجھے بیمار ڈالا ہے۔

حضرت عثمان ۔ آپ کا وظیفہ جاری کرادوں؟ ۔ (دو برس سے ابن مسعود نے اپنا وظیفہ نہیں پایا تھا)

ابن مسعود ۔ مجھے اس کی احتیاج نہیں۔

حضرت عثمان ۔ آپ کے بعد آپ کے لڑکیوں کے کام آئے گا۔

ابن مسعود ۔ آپ میری بیٹیوں کی ناداری کا اندیشہ کرتے ہیں، میں نے اپنی بیٹیوں کو تاکید کر رکھی ہے کہ وہ ہر رات سورہ واقعہ ضرور پڑھا کریں، میں نے حضرت پیغمبر کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورہ واقعہ پڑھے گا اُسے کبھی بھی فاقہ کی نوبت نہ آئے گی (تاریخ ابن کثیر جلد، ص۱۶۳)

یہ تو عبداللہ بن مسعود کی داستان مصائب کا ایک حصہ تھا رہ گیا ولید بن عقبہ تو کوفہ میں اسکی شرارتیں صرف ابن مسعود ہی تک محدود نہ رہیں بلکہ اسکے جرائم کی طولانی فہرست ہے منجملہ ان جرائم کے نصرانی شاعر ابو زبید لاوتھہی ابوالفرج نسبلہ اُستاد ابن اعرابی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "حضرت عثمان نے جب ولید کو کوفہ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تو ابو زبید اسکے پاس آیا ولید نے اُسے مسجد کے دروازہ پر عقیل ابن طالب کے ایک گھر میں ٹھہرایا ولید نے عقیل سے کہا کہ یہ گھر مجھے دیدیجئے اُنھوں نے گھر اسکے نام کردیا کوفہ والوں کے نزدیک ولید کی یہ پہلی قابل اعتراض حرکت تھی اس لئے کہ ابو زبید اپنے گھر سے نکل کر مسجد جامع کے بیچوں بیچ چلتا ہوا ولید کے پاس پہونچتا اسکے ساتھ گپ شپ کرتا اور شراب پیتا اور پھر پلٹتا اور نشہ کے عالم میں مسجد کے بیچوں بیچ گذرتا ہوا اپنے گھر میں چلا جاتا کوفہ والوں نے ولید کو اسطرف توجہ بھی دلائی ولید نے ابو زبید کو شام اور حیرہ کی بہت بڑی جاگیر دی اور ایک مقطعہ عنایت کیا جس پر ابو زبید نے بطور مدح اُسکی شان میں اشعار کہے ۔ آغانی جلد ۴ ص۱۸۲)

بلاذری لکھتے ہیں ولید نے اُس کے لئے سور اور شراب کا کوٹہ بھی مقرر کردیا جو اُسے ہر مہینہ ملتا تھا ۔ (کتاب الانساب جلد ۵ ص۲۹و۳۱)

دوسرا واقعہ ساحر کا ہے جسے مسعودی نے مروج الذہب میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں "منجملہ ان جرائم کے ولید کی مسجد کوفہ کے ساتھ بے ادبی ہے ۔ ہوا یہ کہ ولید کو ایک یہودی زرارہ کے متعلق جو کوفہ کے کسی دیہات کا رہنے والا تھا اور شعبدہ بازی و جادوگری وغیرہ کیا کرتا تھا خبر ملی اسکو بلایا اس نے ولید کو کچھ شعبدے دکھلائے وہ یہ کہ اُس نے رات میں ایک بہت بڑا ہاتھی دکھلایا جو مسجد کے صحن میں گھوڑے کی پیٹھ پر تھا پھر وہ یہودی ناقہ بن گیا جو پہاڑ پر چل رہا تھا پھر اُس نے ایک گدھے کی صورت دکھائی جسکے منھ میں داخل ہوا اور پاخانہ کے مقام سے نکل گیا پھر اُس نے ایک شخص کی گردن ماری جسم و سر علٰحدہ علٰحدہ کردیے پھر [illegible] پھری) وہ آدمی اُٹھ کھڑا ہوا ۔ تماشے کے وقت کوفہ کے کچھ لوگ بھی وہاں کھڑے ہوئے تھے جن میں جندب بن کعب ازدی [illegible] گ۔ خیال کیا کہ یہ شعبدہ بازی اور جادوگری کا ایک [illegible]

بیان ہے کہ یہ قصہ دن کا ہے اور جندب نے بازار میں جا کر صیقل کرنے والے سے تلوار لی اور مسجد میں آ کر اس یہودی کی گردن اُڑا دی اور کہا کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے کو پھر زندہ کر لو۔ ولید کو جندب کی یہ حرکت بہت ناگوار گذری چاہا کہ اسکے بدلے میں جندب کو قتل کر ڈالے مگر قبیلہ ازد مانع ہوا۔ ولید نے جندب کو قید کر دیا اور چاہا کہ مخفی طور پر قتل کر ڈالے قید خانہ کے داروغہ نے جب جندب کو رات سے لیکر صبح تک عبادت کرتے دیکھا تو کہا قید خانہ سے نکل بھاگو جندب نے کہا پھر تو تم قتل کر ڈالے جاؤ گے داروغہ نے کہا خدا کی خوشنودی اور اولیائے خدا میں سے ایک ولی کی جان بچانے کے لیے قتل ہو جانا کوئی بہت بڑی بات نہیں، جب صبح ہوئی تو ولید نے جندب کو قید خانہ سے بلوایا اور چاہا کہ قتل کر ڈالیں مگر قید خانہ سے غائب تھے داروغہ سے پوچھا تو اُس نے کہا کہ وہ تو قید سے نکل بھاگے ولید نے داروغہ کو قتل کر دیا اور مقام کناس پر اُسے سولی دیدی۔

(مروج الذہب جلد اول ص ۳۴۴)

محسوساتِ شارب

نتیجۂ کلام عالیجناب حکیم شارب اکبری ایف، ایم، بی ایس

در مدحِ امام حسین علیہ السلام

دنیا میں سکوں لے کے بہار آئی ہوئی ہے
اک روحِ یزید آج بھی گھبرائی ہوئی ہے

ہر اک کلی باغ میں اترائی ہوئی ہے
فطرس کے مقدر کی بہار آئی ہوئی ہے

طاقت پہ یہ دنیا بہت اترائی ہوئی ہے
یہ شورشِ دنیا تری ٹھکرائی ہوئی ہے

آسان نہیں راہِ اطاعت سے گذرنا
یہ راہ ہر اک گام پہ خم کھائی ہوئی ہے

تا حشر کبھی ایک نہ ہونگے حق و باطل
گتھی مرے مولا کی یہ سلجھائی ہوئی ہے

جنت میں نہ جائے گا کبھی دشمنِ شبیرؑ
یہ مخبرِ صادق کی خبر لائی ہوئی ہے

کیا راہ بدل سکتی تھی مولا کی یہ دنیا
مولا کے غلاموں کی جو ٹھکرائی ہوئی ہے

صد شکر کہ میں اس مئے الفت کا ہوں شارب
خود آلِ محمدؐ کی جو کھنچوائی ہوئی ہے

خدا کو کس قدر منظورِ خاطر تھی پیمبرؐ کی

رشحۂ قلم کنیزِ اہلبیت جناب طاہرہ صاحبہ رام پور

مبارک میکشو پھر عہدِ تجدیدِ وفا آیا
وہ سوئے میکدہ مغرب سے بادل جھومتا آیا

جگہ ملتی نہیں اب پارسائی کو ٹھہرنے کی
گرا کر برق توبہ کے نشیمن پھونکتا آیا

مری ترسی ہوئی آنکھوں کے پیمانے چھلکتے ہیں
فضاؤں سے مئے دوشاب برساتا ہوا آیا

کوئی جلووں میں کھویا ہے کوئی پھولا نہیں سماتا
جو زاہد تھے انھیں کو نام لے لیکر بلا آیا

تصور میں ترے ساقی نظر گلشن پہ جب ڈالی
پیالے سامنے ہر پھول چھلکاتا ہوا آیا

نہ تھا آپے میں دل جب برق وہ رہ رہ کر چمکتی تھی
گھٹا جب کھل گئی گھر کر تو ہوش آیا تو کیا آیا

کمالِ عشق ہے بیہوش ہو کر ہوش میں آنا
بڑھی جب حد سے ہشیاری تو دیوانہ بنا آیا

لپٹنا اُن کے دامن سے تڑپنا اُنکے قدموں پر
مری دیوانگی کا آج مجھ کو بھی مزا آیا

کہوں کیا قصۂ لیل و نہارِ جادۂ الفت
کہیں ہنسنا پڑا مجھ کو کہیں آنسو بہا آیا

تماشا سا اور تو کوئی نہ نکلا ترے کوچے میں
در و دیوار کو افسانۂ [illegible]

بزرگانِ اسلام کا روزہ

اعمال اسلام کا ضروری رکن روزہ ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ نماز کے بعد ہی عبادت سب سے زیادہ اہم ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں تم لوگ جسکی بھی پیروی کر لوگے ہدایت پا جاؤ گے (مشکوٰۃ جلد ۸ صفحہ ۱۰۱) تو آیئے دیکھیں روزہ میں صحابہ کرام کی پیروی کرنے سے یہ عبادت کیسی خوبصورت ہو جاتی ہے۔

سحری کھانے کا وقت

صحیح بخاری پارہ ۷، صفحہ ۲۵۶ کی شرح فتح الباری میں ہے:- عن حذیفۃ قال تسحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو واللہ النھار حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضرت رسول خدا صلعم کے ساتھ سحری کھائی تو خدا کی قسم وہ دن کا وقت تھا، مطلب یہ ہے کہ آں حضرتؐ نے بھی دن کو سحری کھائی اور صحابہ کرام نے بھی۔ پھر اسی صفحہ میں ہے:- عن ابی بکر انہ امر بغلق الابواب حتیٰ لا یری الفجر کہ حضرت ابو بکر نے حکم دیا کہ دروازہ بند کر دیا جائے تاکہ صبح ہونا معلوم ہی نہ ہو۔ پھر اسی صفحہ میں ہے عن سالم بن عبید الاشجعی و لہ صحبۃ ان ابا بکر قال لہ اخرج فانظر ھل طلع الفجر فنظرت ثم اتیتہ فقلت قد ابیض و سطع ثم نظرت فقلت قد اعترض فقال الآن ابلغنی شرابی یعنی سالم بن عبید الاشجعی سے حضرت ابو بکر نے کہا کہ باہر جا کر دیکھو صبح ہوگئی یا نہیں وہ گئے اور آ کر کہا کہ خوب اُجالا ہو گیا اور روشنی پھیل گئی پھر حضرت ابو بکر نے کہا کہ اب جا کے دیکھو طلوع ہو گیا یا نہیں وہ گئے اور آ کر کہا کہ اچھی طرح ہو گیا تب حضرت ابو بکر نے کہا کہ میری شراب (یا پینے کی چیز) لاؤ (کہ پیوں)۔

پھر لکھتے ہیں:- ھؤلاء رأوا جواز الاکل والصلوٰۃ بعد طلوع الفجر المعترض یعنی ان صحابہ کی رائے یہ تھی کہ صبح ہو جانے اور اچھی طرح روشنی پھیل جانے کے بعد سحری کھانا اور نماز پڑھنا جائز ہے۔

افطار کا وقت

صحیح بخاری پارہ ۸ صفحہ ۲۸۹ کی شرح میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:- کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسرع الناس افطاراً وابطاھم سحوراً کہ صحابہ کرام سب لوگوں سے پہلے افطار کر لیا کرتے اور سب لوگوں سے آخر میں سحری کھاتے تھے پھر اسی صفحہ میں صحیح بخاری کی حدیث ہے:- عن اسماء بنت ابی بکر قالت افطرنا علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم غیم ثم طلعت الشمس جناب اسماء دختر حضرت ابو بکر بیان کرتی ہیں کہ حضرت رسول خدا کی زندگی میں ہم لوگوں نے ابر کے دن میں روزہ کھول لیا اسکے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ ابر چھٹا اور آفتاب نکل آیا اسکی شرح میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:- فقال عمر لم نقض واللہ ما یجانفنا الاثم و روی مالک من وجہ آخر من عمر انہ قال لما افطر ثم طلعت الشمس الخطب یسیر وقد اجتھدنا یعنی اس واقعہ پر حضرت عمر نے کہا کہ خدا کی قسم ہم نے اس روزہ کی قضا نہیں کی کیونکہ بخدا ہم نے جان کر دن رہتے ہوئے روزہ کھولا نہیں تھا اور نہ اس وجہ سے ہم نے کوئی گناہ کیا۔ (تو اب قضا کیوں کریں) اور ایک دوسری طرح مالک نے حضرت عمر سے [illegible] جب روزہ کھول لیا پھر آفتاب دکھائی دینے لگا تو [illegible] اجتہاد کیا

ورأى انه قد امسى وغابت الشمس فجاء رجل فقال یا امیر المومنین قد طلعت الشمس فقال

الخطاب یسیر وقد اجتهدنا یعنی حضرت عمر ابن الخطاب نے ایک دن ماہ صیام میں جب آسمان پر ابر تھا روزہ کھول لیا اور رائے کی کہ اب شام ہوگئی حالانکہ آفتاب غائب تھا ناگاہ ایک شخص آیا اور کہا حضرت ابھی تو آفتاب نکلا ہے تو فرمایا یہ ہلکی بات ہے ہم نے اجتہاد کر لیا ہے۔

لیکن روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ابر بھی ایسا ہی ہوتا تھا یعنی آسمان صاف رہتا تھا ابر و غبار وغیرہ کا نام بھی نہیں ہوتا جب بھی دن رہتے روزہ کھول لیا جاتا چنانچہ اسی صفحہ میں یہ روایت ہے عن حنظلہ قال کنت عند عمر فی رمضان فافطر وافطر الناس فصعد المؤذن لیؤذن فقال ایها الناس هذه الشمس لم تغرب یعنی حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ میں ماہ رمضان میں حضرت عمر کے پاس تھا تو آپ نے روزہ کھول دیا اور آپ کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی روزہ کھول دیا تب مؤذن بلندی پر اذان کہنے گیا وہاں دیکھا کہ آفتاب چمک رہا ہے پکارا بھائیو ابھی یہ آفتاب موجود ہے غروب نہیں ہوا۔

اور اگر ابر کی وجہ سے حضرت عمر روزہ قبل از وقت کھول دیتے پھر معلوم ہوتا کہ آفتاب موجود ہے تو قسم کھا لیتے کہ اس روزہ کی قضا تو نہیں کروں گا چنانچہ اسی صفحہ میں ہے عن زید بن وهب قال بینما نحن جلوس فی مسجد بمدینة فی رمضان والسماء متغیمة فرأینا ان الشمس قد غابت وانا قد امسینا فشرب عمر وشربنا فلم نلبث ان ذهب السحاب وبدت الشمس فجعل بعضنا یقول لبعض نقضی یومنا هذا فقال عمر والله لا نقضیه یعنی زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ماہ صیام میں مسجد مدینہ کے اندر بیٹھے تھے اور آسمان پر ابر تھا تو ہم لوگوں نے رائے کی کہ اب آفتاب غروب ہوگیا اور شام ہوگئی بس حضرت عمر نے پی لیا اور ہم لوگوں نے بھی پی لیا کہ دفعۃً ابر چھٹ گیا اور آفتاب چمکنے لگا تو ہم سے میں سے کچھ لوگ کہنے لگے کہ اس روزہ کی قضا کریں گے اس پر حضرت عمر بولے خدا کی قسم ہم لوگ اس کی قضا نہیں کریں گے۔

حضرت عمر کو روزہ جلد کھولنا اس درجہ محبوب تھا کہ دور دراز ملکوں کے مسلمانوں کے متعلق بھی آپ اس کو دریافت کرتے رہتے تھے چنانچہ اسی کتاب کے صفحہ ۳۲۰ میں ہے:۔

عن ابن المسیب عن ابیه قال کنت جالسا عند عمر اذ جاءه راکب من الشام فطفق عمر یستخبر عن حالهم فقال هل یعجل اهل الشام الفطر قال نعم قال لن یزالوا بخیر ما فعلوا ذلك مسیب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر کے پاس بیٹھا تھا کہ شام سے ایک سوار آیا تو حضرت وہاں کے حالات دریافت کرتے تھے پھر پوچھا اہل شام افطار جلد کرتے ہیں یا نہیں اس نے کہا ہاں کر لیتے ہیں تو فرمایا جب تک وہ ایسا کرتے رہیں گے اس وقت تک اچھے رہیں گے شاید اسی وجہ سے روزہ جلد افطار کر لینا سنت قرار دیدیا گیا ہے۔

عورتوں سے تعلق

کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۲۳ میں ہے:۔ عن عمر قال هششت الی المرأة یوما فقبلتها وانا صائم مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے انوار اللغۃ پارہ ۵ صفحہ ۴۵ میں اس روایت کا ترجمہ یوں لکھا ہے:۔ هششت یوما فقبلت وانا صائم حضرت عمر کہتے ہیں ایک دن میں خوشی میں تھا میں نے روزے کی حالت میں اپنی عورت کا بوسہ لے لیا پھر کنز العمال کے اسی صفحہ میں ہے ان عاتکة امرأة عمر قبلته وهو صائم فلم ینهها

نظر ظاہری چنانچہ اسی جلد کے صفحہ ۲۳۱ میں ہے: عن ابن عمر قال قال عمر رایت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فرایتہ لا ینظر الیّ فقلت یا رسول اللّٰہ ما شانی فقال الست الذی تقبل وانت صائم۔ یعنی حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ انکے والد حضرت عمر نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں حضرت رسول خدا صلعم کو دیکھا مگر حضرت میری طرف نظر نہیں کرتے تھے تو میں نے عرض کی یا حضرت مجھ سے کیا بات ہوئی تو فرمایا کیا تم اپنی بیوی کا بوسہ روزے کی حالت میں نہیں لیتے ہو۔ اور پھر صفحہ ۲۲۳ میں ہے:۔ عن سعید بن المسیب قال خرج عمر ابن الخطاب علی اصحابہ فقال افتونی فی شیءٍ صنعتہ الیوم فقال ماھو یا امیر المومنین قالت مرت بی جاریۃ فاعجبتنی فوقعت علیھا وانا صائم فعظم علیہ القوم یعنی سعید بن مسیّب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر ابن الخطاب اپنے اصحاب کی طرف برآمد ہو کر کہنے لگے کہ آج جو میں نے کیا ہے اُسکے بارے میں تم لوگ مجھے فتویٰ دو کہ کیا کروں۔ کسی نے کہا وہ کیا بات ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے ایک کنیز جانے لگی وہ مجھے پسند آ گئی اور میں نے اس سے .... حالانکہ میں روزہ سے تھا مسلمانوں نے یہ سُنا تو اُس کو بڑی بات سمجھے۔

اولوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا کنز العمال جلد ۴، صفحہ ۳۲۲ میں ہے: عن انس قال امطرت السماء برداً فقال ابو طلحہ ناولنی من ھذا البرد فناولتہ فجعل یاکل وھو صائم فقلت تاکل وانت صائم فقال لی یا ابن اخی انہ لیس بطعام ولا شراب۔ جناب انس بیان کرتے ہیں کہ آسمان سے اولے برسنے لگے تو ابو طلحہ نے کہا کہ مجھے چند اولے اٹھا دو میں نے اُٹھا دیا تو وہ اسکو کھانے لگے حالانکہ روزے سے تھے میں نے کہا آپ روزہ رکھ کر کھا رہے ہیں؟ فرمایا بھتیجے یہ تو نہ کھانے میں داخل ہے اور پینے میں۔

علیؑ و کعبہ مصنفہ جناب سید آغا مہدی صاحب قبلہ لکھنوی حجم ۱۲۸ صفحات قیمت ایک روپیہ شائع کردہ جمعیت خدام عزا کراچی مولانائے ممدوح کی علمی خدمات سے کون واقف نہیں؟ زیر نظر رسالہ آپ کا بہت مشہور رسالہ ہے جو ایک مرتبہ لکھنؤ سے شائع ہو کر قبولیت عام حاصل کر چکا ہے۔

اسی کا دوسرا ایڈیشن کراچی سے شائع ہوا ہے۔ امیر المومنینؑ کی ولادت خانۂ کعبہ میں ایسی مسلّم الثبوت حقیقت ہے کہ اس سے جاہل و متعصب افراد ہی انکار کر سکتے ہیں۔ مولانائے موصوف نے اپنے اس رسالہ میں بے شمار کتب اہل سنت کی عبارتیں پیش کی ہیں جن میں امیر المومنینؑ کا خانہ کعبہ میں پیدا ہونا مرقوم ہے ملنے کا پتہ ایک اے ۲۱/۷ ناظم آباد کراچی ۱۸

تنویر الشہادتین ترجمہ سر الشہادتین ہندوستان کے مشہور زمانہ امام اہلسنت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے حضرت امام حسنؑ و حسینؑ کے حالات و واقعات شہادت سے متعلق ایک کتاب سر الشہادتین لکھی تھی جسکے بارے میں نواب مولوی صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی کا دعویٰ ہے کہ واقعۂ شہادت امام حسینؑ کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح اور معتبر کتاب ہے۔ یہ کتاب ہندوستان میں آٹھ دس مرتبہ چھپ چکی ہے کئی کئی ترجمے بھی ہو چکے ہیں شیعی حلقے سے غالباً اب تک اسکا مکمل ترجمہ نہ شائع ہو سکا تھا۔ جناب مولانا سید کاظم رضا صاحب صدر الافاضل مدیر الواعظ قابل مدح و ستائش ہیں کہ آپ نے اسکی طرف توجہ فرمائی اور بہت سلیس و عام فہم ترجمہ فرمایا جناب مولانا سید غلام عسکری صاحب واعظ نے ایک بیش قیمت مقدمہ تحریر فرما کر اس میں اور چار چاند لگا دیے ہیں۔ شاہ صاحب موصوف نے سبط اکبر حضرت امام حسنؑ کے واقعۂ شہادت پر بہت کم لکھا تھا زیادہ توجہ حالات امام حسینؑ پر [illegible] تھی۔ مولانا سید غلام عسکری صاحب نے اپنے مقدمہ میں امام مسموم کی صلح و اسباب صلح و واقعہ شہادت پر سیر حاصل بحث [illegible] کر دیا۔ کتابت و طباعت اور کاغذ [illegible]

صلح اور جنگ

حسنی سیاست کی روشنی میں

از جناب پروفیسر سید احتشام حسین صاحب دام مجدہٗ

حقیقت یہ ہے کہ صلح اور جنگ میں بہت تھوڑا سا فرق ہے دونوں میں مقصد کسی اُلجھے ہوئے مسئلہ کا سلجھانا ہوتا ہے۔ سلجھانے کا طریقہ البتہ موقع کے لحاظ سے بدل جاتا ہے عام تجربہ ہے کہ کبھی کبھی جنگ سے زیادہ صلح ضروری ہوتی ہے۔ اور یہ بات ہے کہ "میں سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے" پر عامل ہو کر صرف ہٹ دھرمی کی بنا پر جنگ جاری کبھی جائے۔ ارباب علم جنھیں تاریخ سے دلچسپی ہے بہت سے ایسے واقعات سے باخبر ہوں گے جہاں جنگ سے زیادہ کام صلح سے بن گئے ہیں اور بعض مواقع پر صرف بات کی پیچ اور اصول جنگ سے ناواقفیت کی وجہ سے یاس کن نتیجے دیکھنے پڑے ہیں۔ صلح اگر سمجھ بوجھ کر کی جائے تو لڑائی سے زیادہ فیصلہ کن ہے کیونکہ ہر بات اپنے وقت پر درست ہوتی ہے صلح بھی اپنے محل پر بہت سی لڑائیوں ہنگامہ آرائیوں کا بدل ہے ایک اچھا اور نازک نگاہ مدبر دونوں کے موقعوں کو اچھی طرح سمجھتا ہے اور صلح کے موقع پر کبھی جنگ کی طرف رُخ نہیں کرتا بلکہ اپنی صلح ہی میں اپنے نصب العین کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔

صلح اور جنگ دونوں ایک ہی مقصد کی جانب گامزن ہونے کے باوجود اپنے لیے دو طرح کے اسلحے پسند کرتی ہیں اور ایک کے ہتھیار دوسری جگہ لکڑی کی تلوار سے زیادہ کارآمد اور باثر نہیں ثابت ہو سکتے۔ ایک بادشاہ اور سپہ سالار جب کسی فیصلہ کن لڑائی کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے گرد و پیش نظر ڈال کر اپنے ذہن میں اپنے معاونین اور مددگاروں کی ایک فہرست مرتب کرتا ہے وہ ہر شخص پر بھروسہ نہیں کر لیتا وہ دیکھتا ہے کہ فوج کہاں تک اس سے تعاون پر آمادہ ہے وہ غور کرتا ہے کہ اس جنگ کا اثر اسکی رعایا پر کیا پڑیگا وہ سوچتا ہے کہ سامان جنگ کا بہتر سے بہتر انتظام کیونکر ہو سکتا ہے۔ اگر باخدا اور رعیت پرور رہنما یا بادشاہ ہے تو یہ بھی دیکھتا ہے کہ جو دولت اس مہم میں صرف ہوگی اور جو خون اس آویزش میں بہایا جائے گا وہ حکومت کی بقا کے لیے کہاں تک مناسب ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد آئیے ہم امام حسن مجتبیٰ کے اس طرز عمل کا جائزہ لیں جو ۴۱ھ میں انھوں نے امیر معاویہ کے ساتھ برتا۔ عالم اسلامی کی حکومت اور امامت ظاہری بادشاہت اور رسول ص کی وصایت حسن ع کو حضرت علی ع کے شہید ہوتے ہی ملی۔ عید رمضان اس طرح ہوئی کہ رسول اسلام کا نواسا دنیائے اسلام کا سردار بن چکا تھا ان دو عہدوں میں پہلا تو مسلمانوں کی جانب سے بیعت کے ذریعہ سے ملا تھا اور دوسرا منصب ایک خدائی دین تھی جس میں کسی انسان کا ہاتھ شریک نہ تھا پہلے کے متعلق امام حسن کو دنیا کے اور بہت سے طلبگاران جاہ و حشمت سے مقابلہ کرنا تھا لیکن دوسرا ان کے اور صرف اُن کے لیے تھا اس کا تذکرہ بھی آگے آئیگا ابھی ابھی امیر المومنین کی زندگی کا چراغ گل ہوا تھا ابھی ہم پہلے (اس شرط

اور ایک باقاعدہ جنگ کے بعد معاویہ کو اپنے حقوق منوانے پر مجبور کردیں۔ امام حسنؑ کے سامنے یہ سب کچھ موجود تھا تیس سال تک
انھوں نے تمام حالات کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ وہ بنی امیہ کی تمام خصوصیتوں سے اچھی طرح واقف تھے اُنکے اسلام لانے کے
اغراض ان کے پیش نظر تھے، امیر معاویہ کی چالوں سے پوری طرح باخبر ہونے بعد پھر غلطی کس طرح کر سکتے تھے انھوں نے ہر طرف دیکھا تو اعوان
و انصار کی قلت نظر آئی حضرت عثمان کے زمانہ سے یا غالباً اسکے قبل ہی سے افواج اسلام کسی مجاہدانہ نیت سے لڑائیوں میں شریک
نہ ہوتی تھیں بلکہ اُن کا زاویۂ نظر بدل کر لوٹ مار اور دولت کی جانب مائل ہو گیا تھا جو سونے چاندی کے چند سکوں کی چمک دکھا سکے
وہی خلیفہ تھا اور وہی بادشاہ۔ امام حسنؑ کے پاس کیا تھا؟ وہ بیت المال کا روپیہ اس طرح برباد نہ کر سکتے تھے وہ فوجوں
کو بے قاعدہ لوٹ مار کی اجازت نہ دے سکتے تھے پھر ان سے کس لیے وابستگی کی جاتی۔ اسلام نے ابھی کم دلوں میں پوری جگہ کی تھی حسنؑ مجتبیٰ
کے پاس فوج و دولت دونوں کی کمی تھی فوج بظاہر موجود تھی لیکن پہلے ہی روز اُن کی نامردی ثابت ہو گئی جب خون سے کھیلنے
کے بجائے وہ روپیوں سے کھیلے۔ جب تلواروں کی جھنکار کے بدلے سکوں کی آواز نے انھیں اپنی طرف کھینچ رہے امام حسنؑ بار بار
اپنی فوج کو مخاطب کرکے انکی کمزوریاں بتلاتے تھے اُن کے منہ پر بزدلی کی داستانیں دہراتے تھے اُنکی بےوفائی کا تذکرہ کرکے انکی
غیرت و حمیت کو جوش میں لاتے تھے لیکن دولت کا قبضہ دلوں پر تھا اُن میں حرکت نہ ہوتی تھی کیا ضرورت تھی امام کو کہ اس طرح بار بار انکو
متنبہ کریں؟ اول تو اسلیے کہ حجت تمام ہو جائے اور دوسرے یہ کہ تاریخ کے اوراق گواہ رہیں کہ حسنؑ نے جنگ سے منہ نہیں موڑا۔
شیر یزداں کا بہادر فرزند ہر ممکن کوشش کر رہا تھا لیکن جب یہ ظاہر ہو گیا کہ جنگ پر جانا خودکشی سے کسی طرح کم نہیں تو حسنؑ
نے دوسری راہ اختیار کی۔ اب یہاں جنگ کا سوال ہی نہ تھا معاویہ کی قوت اپنے شباب پر تھی۔ اسکے مقابلہ کے لیے
ایک زبردست منظم فوج کی ضرورت تھی۔

اب صرف صلح کو مفید اور کارگر بنانے ہی سے کام چل سکتا تھا اور اسی میں امامؑ کی سیاسی قابلیت کا اندازہ ہر شخص کو ہو سکتا ہے
امام حسنؑ کو سب کچھ معلوم تھا لیکن واقعات کو اسطرح ترتیب دے رہے تھے کہ صلح اپنی صحیح صورت اختیار کر لے۔ کوفہ سے کوچ کرکے
بغداد کے قریب مدائن میں قیام فرمایا مدائن اپنے محل وقوع کے لحاظ سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ایران، عراق اور حجاز
سب کچھ قریب ہی تھے امام نے اس جگہ کا انتخاب اس لیے کیا کہ ساری اسلامی دنیا کے بیچ میں کھڑے ہو کر اپنا پوزیشن صاف کر دیں
اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ اگر لوگ امام کا ساتھ دینے پر آمادگی ظاہر کرتے تو اُن کے لئے آسانیاں تھیں وہ
اُن کی پکار پر مجتمع ہو سکتے تھے زبان امامت نے اپنے متعدد خطبوں میں صلح کے اسباب پوری طرح روشنی ڈالی تاکہ بعد میں کسی کو کچھ
کہنے کی گنجائش نہ رہ جائے۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد صلح پر تیار ہو گئے۔

جیساکہ عرض کر چکا ہوں امام حسنؑ دو عہدوں پر فائز تھے اس وقت صلح میں خلافت یا امامت کا سوال معرض بحث میں
نہ تھا صرف ایک سلطنت کے انتظام کے دیدینے پر یہ ہنگامہ تھا ہدایت خلق کا بار آپ ہی کا اوپر تھا اور لوگ اسی در کی جانب
صلح کے بعد بھی رجوع ہوتے تھے۔ بادشاہت دنیا کی ظاہری حکومت ہے۔ حسنؑ کے لیے اس کا جدا کر دینا بڑی بات نہ تھی بانی
اسلام ان کے سینے سے لگا ہوا تھا امامت کا تاج اُن کے سر پر تھا قرآن اُن کے قلب کی گہرائیوں میں تھا آفتاب بے حجاب آسمان
سے رنگ جدا نہیں کیا جا رہا تھا بلکہ ایک دنیوی شئے تھی جو دوسرے کے سپرد کی جا رہی تھی جیسا کہ جی چاہے وہ بعض شرائط
کے ماتحت انتظام کرے اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اپنی نزع کی آخری سانسوں میں امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو اپنا وصی اور ولی
مقرر کیا اگر خلافت الٰہیہ اور امامت معاویہ کو دیدی تھی تو یہ کیا چیز حسینؑ کے سپرد کر رہے تھے وہ حسین کو وصی بنا یا (اسد الغابہ اور
... بحوالہ تاریخ احمدی) گویا اپنے کو خلیفہ جانتے تھے اور جاتے جاتے سنت رسولؐ کے مطابق اپنا وصی بنا رہے تھے
... بکل آ ... وانہ بخشش ...

چل سکتا تھا ضرورت صرف یہ تھی کہ صلح جنگ سے زیادہ کارآمد ثابت ہو صلح سے پہلے امام حسنؑ نے سب کے دل ٹٹولے کبھی یہ فرمایا کہ جس سے میں جنگ کروں اس سے جنگ کرو کبھی یہ کہا کہ جس سے میں صلح کروں اس سے صلح کرو۔ کبھی لوگوں سے صاف صاف پوچھ لیا کہ وہ جنگ چاہتے ہیں یا صلح؟ اور جب ہر جانب سے صلح کے لیے آواز بلند ہوئی تو اب صلح کے سوا چارہ ہی کیا تھا مسلمانوں کا خون یوں ہی نہیں بہایا جا سکتا تھا لوگ زندگی چاہتے تھے اور انھیں زندگی دی گئی اس کے علاوہ ایک راز یہ بھی تھا کہ جو تھوڑے سے مددگار تھے وہ بھی جنگ میں ختم ہو جاتے اور پھر بھی نتیجہ وہی ہوتا بلکہ جنگ میں شکست دینے کے بعد معاویہ امامؑ کو مجبور کر سکتا تھا کہ انکی بات میں پہلے تاریخی حیثیت سے چند جملوں میں ان واقعات کا ذکر ہونا چاہیے جو کشاں کشاں صلح کی جانب لے گئے تاکہ صلح کے شرائط سمجھنے میں آسانی ہو۔ شیر خدا نے دنیا چھوڑ دی لوگ امام حسنؑ کی بیعت کوفہ میں کر رہے ہیں قیس بن سعد انصاری آکر کہتے ہیں "لائیے ہاتھ لائیے کہ ہم کتاب اللہ و سنت رسالت کی پیروی اور خلل اندازان خلافت سے لڑنے کا اقرار کر لیں"، امامؑ نے فرمایا کہ بیعت اور کہنے کی ضرورت نہیں کتاب خدا اور سنت رسول کی پیروی میں سب کچھ آگیا۔ معاویہ کے بڑھتے ہوئے ارادوں کی خبر مل چکی تھی حضرت علیؑ کی جمع کی ہوئی فوج لے کر مدائن کا رخ کیا۔ معاویہ پہلے ہی سے چل کھڑے ہوئے تھے قیس بن سعد انصاری مقدمۃ الجیش کے سردار بنائے گئے معاویہ نے خبر اڑا دی کہ قیس مارے گئے یا بقول تاریخ ابن واضح قیس نے معاویہ سے صلح کر لی اور دوسری طرف امام حسنؑ کے متعلق قیس کی فوج میں یہ خبر پھیلا دی گئی کہ امامؑ نے معاویہ سے صلح کر لی ہے بہرحال نتیجہ ایک ہی تھا امام کے ساتھ کی فوج میں اضطراب پھیل گیا، فوج گھٹنے لگی یہاں تک کہ بقول تاریخ الخمیس امام حسن نے صلح ہی کو مصلحت سمجھا خط و کتابت ہوئی اور صلح ہو گئی، بس اب ہمیں امام حسنؑ کا تدبر ان ہی صلح کی شرطوں میں دیکھنا ہے کیونکہ جنگ کے تمام امکانات امام حسن کی طرف سے ختم ہو چکے تھے ان کے پاس جنگ سے فائدہ اٹھانے کی کوئی صورت نہ تھی۔

شرائط صلح امام حسنؑ کی جانب سے پیش ہوئے تھے، اور امامؑ کو تمام باتوں کا اندازہ لگا کر معاہدہ کرنا تھا کیونکہ اسی کی منظوری پر ماضی کے تذکروں اور مستقبل کی امیدوں کا دارومدار تھا یہی سب سے بہتر موقع تھا کہ معاہدے کی شرطیں ایسی جامع رکھی جائیں جو انتہائی سیاست دانی اور فکر عمیق کا پتہ دیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ امامؑ نے یہی شرطیں کیوں رکھیں ان کا حقیقی مقصد اور فلسفہ کیا تھا، یہیں پہونچ کر حسنی سیاست کا صحیح اندازہ ہوگا یہیں معلوم ہوگا کہ صلح کس طرح جنگ سے بہتر ہو سکتی ہے اور کس طرح اس صلح میں امام حسنؑ اپنے مقاصد کی تکمیل بدرجہ اتم کر سکے۔ جنگ معاویہ کو اور زیادہ برافروختہ کر دیتی جنگ امامؑ کی دنیاوی قوتوں کو اور گھٹا دیتی جنگ امام حسنؑ کو معاویہ کی تمام باتیں ماننے پر مجبور کر دیتی اور پھر امامؑ کی جانب سے نہیں بلکہ معاویہ کی جانب سے صلح کی شرطیں پیش ہوتیں۔ یہ کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ جو صلح کی شرطیں پیش کر کے منوا سکے وہی فاتح ہے۔

مختلف کتب تواریخ کا مقابلہ کرنے کے بعد مندرجہ ذیل معاہدہ کا پتہ چلتا ہے۔ اختصار کے لیے ہم صرف شرطیں پیش کرتے ہیں۔ امام حسنؑ نے حسب ذیل شرائط پر معاویہ کو زمام سلطنت دینا گوارا کیا۔

(۱) معاویہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ پر عمل کرے گا۔

(۲) کوفہ کے بیت المال کی تمام نقد رقم امام حسنؑ کو دی جائے گی۔

(۳) ملک فارس کا صوبہ داراب گرد کی سالانہ آمدنی امام حسنؑ کو دی جائے گی۔

(۴) حضرت علی علیہ السلام کی شان میں جو گستاخانہ الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اور سب و شتم بند کر دی جائے (اس شرط

برے الفاظ سے یاد نہ کرے۔

(۵) معاویہ کو اپنا ولیعہد بنانے کا اختیار نہ ہوگا بلکہ کارِ خلافت پھر بنی ہاشم میں پلٹ آئے گا۔ (حبیب السیر، وسیوطی بحوالہ تاریخ احمدی، تاریخ اسلام شرر)

(۶) اہل مدینہ و عراق و حجاز نے حضرت علیؑ کی زمانہ میں جو کچھ کیا اس کا کوئی مؤاخذہ اُن سے نہ ہو۔

(۷) امام حسنؑ پر جو کچھ قرض ہو معاویہ ادا کرے۔

(۸) امام حسنؑ، امام حسینؑ یا اُن کے اہلبیتؑ کی جان و مال کے خلاف کوئی خفیہ یا ظاہر سازش معاویہ کی جانب سے نہ ہو۔ (صواعق محرقہ و جلاء العیون)

یہ وہ شرطیں ہیں جن پر صلح ہوئی ان کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ اُسی وقت ہوسکتا ہے جب ہم عرب کے لوگوں کی نفسیات کا پوری طرح جائزہ لیں جب ہم بنی امیہ اور بنی ہاشم کے تعلقات کا گہرا مطالعہ کریں اور جب ہم معاویہ کی اس بے چینی پر نظر ڈالیں جو اُسے بادشاہت کے نہ ملنے سے ہو رہی تھی۔ امام حسنؑ نے تیر اُس وقت مارا جب وہ نشانہ پر ٹھیک بیٹھ رہا تھا۔ دولت کے نشے اور حکومت کے شوق نے معاویہ کو اتنا حریص بنا دیا تھا کہ وہ حسنؑ مجتبیٰ کی اعلیٰ سیاست کو نہ سمجھ سکا اور صرف اپنی خاندانی دشمنی اور ذہنیت کے ماتحت اس دفعہ پر معترض ہوا جو حضرت علیؑ پر سب و شتم بند کرنے سے متعلق تھی معاویہ سے بڑا علیؑ کا کوئی دشمن نہ تھا۔ بنی امیہ کے سربرآوردہ سردار علیؑ کی تیغ کے گھاٹ اُتر چکے اور وہ اُن سے ہر طرح انتقام لینے پر تیار تھا لہٰذا اس پر اُسکی نظر فوراً پڑ گئی اور کسی جگہ وہ نہ سمجھ سکا کہ امام حسنؑ کی کیا مصلحت ہے، ہر دفعہ کی ضرورت کے متعلق کسی قدر تفصیل درکار ہے۔ اسی میں امام حسنؑ کا فلسفۂ سیاست واضح ہوگا۔

پہلی دفعہ بہت اہم ہے لیکن اسکے متعلق کچھ زیادہ نہیں کہنا ہے کیونکہ اسی پر صلح کا دارومدار تھا اور اگر معاویہ اس پر رضامند نہ ہوتا تو صلح بھی ناممکن تھی یقیناً کربلا کا نقشہ بیس سال پہلے ہی مدائن میں پیش ہو جاتا کیونکہ اسکے بغیر امامؑ کا مقصد ہی مٹ جاتا۔ امام نے اس شرط کا ظاہر کر دینا ہی ضروری سمجھا کیونکہ معاویہ سے زیادہ یزید کے حالات سے باخبر تھے اور جانتے تھے کہ جب اس شرط کی خلاف ورزی ہوگئی تو تمام دنیا اسے دیکھ کر اختلاف پر آمادہ ہو جائے گی یہ کتاب اللہ کے ساتھ سنت رسول کے غیر مبہم الفاظ کی اہمیت کو ارباب نظر ہی کچھ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

دوسری دفعہ ایک بہترین سیاسی نکتہ پر مبنی ہے۔ بیت المال کی ساری رقم لے کر معاویہ کو کمزور بنا دینا مقصود تھا اور یہ بھی خیال تھا کہ وہ اسلام کی دولت کو عیش و طرب میں ضائع و برباد نہ کرے، حسنؑ کے یہاں وہی روپیہ غریبوں اور مسافروں کی مہمان نوازی میں صرف ہوتا تھا جو امام حسنؑ کا خاص شیوہ تھا۔

تیسری شرط اول تو یوں بھی ضروری تھی کہ اس میں اپنا فائدہ متصور تھا لیکن اس سے زیادہ اہم یہ تھا کہ ایران کے لوگ علیؑ اور اُن کے خاندان کے لوگوں سے بے خبر نہ ہوں بلکہ اُن کے کانوں میں خانوادۂ نبوت کے سرداروں کے نام پڑتے رہیں اس کا فائدہ اُس وقت تو نہیں لیکن ہاں تھوڑے دنوں کے بعد ظاہر ہوگیا اور آج تک ظاہر ہے۔

چوتھی دفعہ نہایت ضروری اور اہم چیز ہے امام حسنؑ ان گستاخانہ کلمات کو سن نہ سکتے تھے جو حضرت علیؑ کے متعلق استعمال کئے جاتے تھے۔ ہاشمی غیرت کا یہی تقاضہ تھا کہ معاویہ کو اس پر مجبور کیا جائے۔ معاویہ کا اس پر معترض ہونا اوپر بیان ہو چکا ہے اور اسکے اسباب بھی ہمارے پیش نظر ہیں۔

پانچویں دفعہ کے متعلق بہت کچھ کہا جا سکتا ہے اور یہی ایک جملہ ایک مضمون کے لیئے کافی ہو سکتا ہے لیکن یہاں اختصار کے خیال سے صرف

صلح کی ضرورت تھی اس لیے صلح کی اگر یہ صلح دقتی نہ ہوتی تو پھر کار خلافت کے پلٹا دینے کا معاہدہ کیا معنی رکھتا ہے اس کا ثبوت دوسری طرف سے بھی ملتا ہے۔ معاویہ خود اس صلح کو وقتی جانتا تھا کچھ دنوں تک خاموش رہنے کے بعد معاویہ کے دل میں ہیجان پیدا ہوا اور اس نے امام حسنؑ کو زہر دلا کر راستہ سے ہٹانے کی کوشش کی صلح ہو چکی تھی حکومت کی باگ معاویہ کے ہاتھوں میں تھی پھر اب کیا خوف تھا جو معاویہ کو پریشان کر رہا تھا پھر اب کیا ضرورت تھی کہ امام حسنؑ کو خفیہ کارروائیوں کا شکار بنایا جائے امام حسنؑ کی جانب سے کبھی اپنے معاہدے کی خلاف ورزی کا اقدام نہیں ہوا لیکن پھر بھی معاویہ ان کے وجود ذی جود کو اپنے لیے باعث مضرت سمجھتا تھا اسکے بعد اپنی حیات ہی میں امام حسینؑ سے یزید کے لیے بیعت لینے کی کوشش بھی اسی خوف کا نتیجہ ہے جو اس صلح کی مدت کے ختم ہونے کے خیال سے اسکے دل میں پیدا ہوا تھا۔

اب جس دفعہ کا میں تذکرہ کرنے والا ہوں اسے حکمت علی کا اعلیٰ نمونہ قرار دے سکتے ہیں اس میں اگرچہ بظاہر ایک گذری ہوئی بات کی جانب اشارہ ہے کہ علیؑ کے ہمدردوں سے مواخذہ نہ کیا جائے لیکن اسکا اثر مستقبل کی پوری تاریخ پر پڑ رہا ہے اللہ رے حسنؑ کی دور اندیشی۔ معلوم تھا کہ معاویہ کو موجودہ سلطنت سے کام ہے وہ اتنی باریک بات کو نہ سمجھ سکے گا اسلئے شرط نامہ میں رکھ دیا اسکی ضرورت یوں بھی تھی کہ وہ لوگ جو کسی موقع پر علیؑ کا ساتھ دے چکے تھے اب انکے سب سے بڑے دشمن کی رعایا بن رہے تھے ان پر ظلم و ستم ہوتا اور صرف اس گناہ پر کہ تم نے کسی وقت میں علیؑ سے محبت کا اظہار کیا تھا لیکن حسنؑ نے انکی خدمتوں کو نظر انداز نہیں کیا۔ مطلب یہ تھا کہ علیؑ اور آل علیؑ کے ساتھ انکی ہمدردی باقی رہے ورنہ وہ لوگ یہ کہتے کہ دیکھو ہمیں کیسا بھلا دیا اسکا اثر اتنا مکمل تھا کہ ہر تاریخ سے واقف شخص سمجھ سکتا ہے ان لوگوں کے اس یقین میں فرق نہ آیا کہ ہم حق پر تھے اگرچہ معاویہ نے اس پر عمل نہ کیا تو بھی یہ کیا کم ہے کہ ان کو یہ تو خیال رہا کہ علیؑ کے بیٹے حسنؑ نے حتی الوسع اُن کے لیے سب کچھ کیا۔

ساتویں دفعہ بھی تیسری شرط کی طرح یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ امام حسنؑ نے دب کر صلح نہیں کی بلکہ مصلحتاً کر لی اور درحقیقت معاویہ ہی صلح کے لئے بے چین تھا کہ اسطرح کے شرائط پر رضامند ہو گیا۔

آٹھویں شرط ایک تاریخی اہمیت رکھتی ہے اگر معاویہ اسکی خلاف ورزی کرے تو دنیا اسے سمجھے گی اور اگر اس پر عمل کرے تو اموی حکومت کی بنیاد ہی مضبوط نہیں ہو سکتی گویا امامؑ نے معاویہ کو ایک ایسے قفس میں بند کر دیا تھا جس کا دروازہ کھلا ہوا ہو لیکن دروازے پر کانٹے ہوں۔ معاویہ ہر طرح سے ایک کشمکش میں تھا اور نتیجہ ہمیں معلوم ہے کہ اس نے امام حسنؑ کی جان کے خلاف سازش کر کے ہمیشہ کے لئے تاریخ کو اپنی معاہدہ شکنی پر گواہ بنا لیا۔ امامؑ کا اپنی اور اپنے اہلبیتؑ کی سلامتی کے لیے حکومت سے وعدہ لے لینا اعلیٰ تدبر پر مبنی تھا۔

معاہدہ کی یہ مختصر تشریح ارباب نظر پر یہ اچھی واضح کر دے گی کہ یہ صلح ایک بیش بہا سیاسی معاہدہ کہی جا سکتی ہے جس میں امام حسنؑ معاویہ کو دینی اور دنیوی حیثیت سے عدل و انصاف پر مجبور بنا دیا تھا۔ اپنی جامعیت اور وسعت کے لحاظ سے تمام شرطیں اہم ہیں اور اُن سے امام حسنؑ کی دقت نظر اور عالمانہ ذہنیت کا پتہ چلتا ہے یہ اور بات ہے کہ معاویہ نے ان شرطوں پر کبھی عمل نہیں کیا لیکن حسنؑ کی جانب سے وہی شرطیں پیش ہوئی تھیں جو حسنؑ کے مقصد کو پورا کرتی تھیں اور اموی پالیسی کا راز فاش اور انہدام کرنے کے ساتھ ہی ساتھ بنی امیہ کی حکومت کے قیام ہی کو ناممکن بنائے تھیں صلح کے وقت معاویہ اُن کے تبدیل کرنے پر قادر نہ تھا لیکن عمل کی اُسے پروا نہ تھی۔ اسے کیا کہ آج تاریخ اسکی خلاف ورزیوں کا افسانہ ہنس ہنس کر بیان کر رہی ہے! اسے کیا کہ دنیا اسے حسنؑ ایسے گوشہ نشین کا قاتل جانتی ہے! اُسے کیا کہ کربلا کے واقعہ کی داغ بیل ڈال کر اس نے اپنا نام ظالموں کی فہرست میں لکھا لیا۔ اسے کیا کہ اسکے بعض افعال اسے دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں

معاویہ حکومت کی قابلیت نہیں رکھتا۔ جہاں تک خدمت اسلام اور ہدایت خلق کا تعلق تھا حسنؑ اُسکی جانب سے
اور متوجہ ہو گئے ایک طرف رسولؐ اور اہل بیت رسولؐ کے خلاف مسجدوں میں وعظ کیے جاتے تھے تو دوسری جانب حسنؑ کے دربار
میں رسالت کا پیغام اپنے حقیقی رنگ میں دنیا کے کانوں تک پہونچایا جاتا تھا ایک جانب جھوٹی حدیثیں بنا کر علیؑ کی
فضیلتوں پر پردہ ڈالا جاتا تھا تو دوسری طرف رسولؐ کے گھر میں ایک ایسا گروہ تیار ہو رہا تھا جو اموی سیاست کے
تار و پود بکھیر کر رکھدے وہاں زہر اور تلوار درہم و دینار سے لوگ قابو میں لائے جاتے تھے یہاں الفاظ میں وہ تاثیر تھی کہ
اسلام سے سچی محبت رکھنے والے پروانوں کی طرح ادھر ہی گرتے تھے۔ یہ تھی حسنؑ کی صلح اور اُسکے نتائج جنھوں نے معاویہ کو تاریخ
عالم کا ایک بدنام شخص بنادیا کیونکہ وہ معاہدہ کی شرطوں پر عمل نہ کر سکا۔

سوانح عمری حضرت امیر المومنینؑ آٹھویں جلد

منعم حقیقی کا لاکھوں لاکھ شکر کہ دسمبر ۱۹۶۲ء کے اصلاح میں سبط اکبرؑ سوانح عمری امام حسنؑ مکمل ہو چکی
اس سال ۱۹۶۳ء میں ہمارا ارادہ ہے کہ سوانح عمری حضرت امیر المومنینؑ کی آٹھویں جلد شائع کریں جو لبنان
کے عیسائی ادیب و محقق جارج جرداق کی عالمگیر شہرت و مقبولیت کی حامل الامام علیؑ صوت العدالۃ الانسانیہ
و پیش نظر رکھ کر مرتب کی گئی ہے۔ کتاب جیسا ہم گذشتہ اشاعتوں میں عرض کر چکے ہیں بہترین علمی و تاریخی شاہکار
ہے عراق و عرب کے علماء نے بڑی گرانقدر لفظوں میں اس کتاب کے مصنف کو خراج عقیدت ادا کیا ہے اور کئی زبانوں میں
اسکے تراجم ہو چکے ہیں اس کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر کئی برس سے ہمارا قصد تھا کہ "نفس رسول" کے سلسلہ میں اسے
بھی اُردو میں شائع کریں اسکے لئے ہم نے کچھ تیاریاں بھی کر رکھی تھیں مگر دوسری ضروری جلدیں شائع ہوتی رہیں اب
جنوری و فروری کے شمارہ سے عزم مصمم تھا مگر حالات کچھ ایسے پیش آئے کہ اس شمارہ سے ہم نہ شروع کر سکے۔ اگر حالات موافق
رہے تو انشاءاللہ آئندہ پرچے سے اس بے نظیر سوانح عمری کی اشاعت شروع ہو جائے گی۔
زیر نظر شمارہ جنوری فروری کا مشترکہ شمارہ ہے اور اگرچہ سوانحعمری کے صفحات سے خالی ہے لیکن متعدد قیمتی اور اہم
مضامین کی وجہ سے امید ہے کہ آپ بیحد پسند فرمائینگے۔

ضروری درخواست

ہمدردان اصلاح سے ضروری درخواست ہے کہ اس سال کا چندہ جلد ہمیں بذریعہ منی آرڈر مرحمت
فرما کر ہماری مدد کریں تاکہ مارچ سے سوانحعمری حضرت امیر المومنینؑ کی اشاعت پابندی سے ہو سکے۔

پاکستان کے مومنین

سے بھی التجا ہے کہ براہ کرم جلد اپنا چندہ سید محمد حسین صاحب بی اے
۲/۸۸ جی آر ڈبلیو لارنس روڈ کراچی کے نام منی آرڈر فرما کر شکر گذار
کریں۔ آپ حضرات کو ہم وی، پی بھی روانہ کرنے سے مجبور ہیں چندہ کی ادائیگی تمامتر آپ حضرات
کی توجہ و عنایت پر منحصر ہے۔ سال گذشتہ ۱۹۶۲ء میں ہمیں پاکستان کے تقریباً جو تھائی خریداروں
کے چندے نہ مل سکے۔ ہم نے متعدد بار اصلاح کے صفحات پر درخواست کی، یاد دہانی کے کئی کئی خطوط لکھے
مگر ہماری التجائیں رائگاں گئیں جن حضرات کو آگے خریداری جاری رکھنا منظور نہیں ہوتی کم سے کم ہمیں مطلع

جناب مولانا سید حافظ حسین صاحب
بھیکپوری دام مجدہ

آیت تطہیر

تمہید} ماہ نامہ انوار اسلام ماہ اپریل ۱۹۶۲ء کا ایک وہ حصہ میری نظر سے گذرا جو مولوی امام الدین صاحب کی ادارت میں سال بھر سے شائع ہونے لگا ہے مدیر مذکور نے ۳۵ برس قبل اصلاح کھجوا میں سے شائع شدہ رسالہ تفسیر آیۂ تطہیر مع شرائط تاثیر کا جواب اپنے رسالہ میں شائع کیا ہے۔ میرا یہ رسالہ در اصل یوں شائع ہوا کہ پینتیس ۳۵ برس گذرے جب میں موتی ہاری بہار گورنمنٹ اسکول میں بعہدہ مولوی ملازم تھا انھیں دنوں میں میں نے ایک روز سنا کہ آج مولوی عبد الشکور صاحب ایڈیٹر النجم جامع مسجد میں تقریر کریں گے میں بھی بصد اشتیاق اُس جلسہ میں شریک ہوا اگر موصوف کی تقریر شروع ہو چکی تھی میں کچھ دیر بعد شریک ہوا جس وقت میں پہنچا تھا مقرر صاحب مذکور آیۂ تطہیر کی تفسیر فرما رہے تھے اور شیعوں پر غضبناک تھے اور چوٹیں کر رہے تھے اور آیۂ تطہیر کو ازواج نبی کے لئے ثابت کر رہے تھے چوٹیں تو بہت سی تھیں دو تین یاد رہ گئیں ہیں ایک یہ کہ اہل البیت کے معنی گھر والیاں بی بیاں ہیں نہ بیٹی اور داماد اور نواسے (دوم) اگر بیٹی کو کوئی گھر والی کہدے تو اس کو ناگوار ہوگا سوم آیۂ تطہیر ازواج کے ذکر کے سلسلہ میں ہے لہذا شیعہ بالکل غلط کہتے ہیں کہ اس آیت سے علی و فاطمہ و حسن و حسین ہی مراد ہیں اور یہی حضرات آنحضرت کے ساتھ اہل کسا ہیں۔ وغیرہ" ایڈیٹر النجم کے جواب میں میں نے اپنا رسالہ آیۂ تطہیر کی تفسیر شائع کیا جس میں ایڈیٹر النجم کی تقریر اہل البیت کے متعلق مکمل جواب تھا پھر میں نے ایڈیٹر النجم کا کوئی ایسا مضمون نہیں دیکھا جو جواب الجواب کہا جاتا اور میں پھر اُس طرف توجہ کرتا اب ۳۵ برس کے بعد مدیر انوار اسلام رام نگر بنارس کا یہ عجیب مضمون پیش نظر ہے مولوی امام الدین صاحب کو تو یہ چاہیئے تھا کہ جو دلائل میں نے اپنے اُس رسالہ میں پیش کئے ہیں اُن کو نقل کر کے اُن کا جواب دیتے لیکن یہ نہ کر کے غیر متعلق باتوں سے اپنے رسالہ کے کالم کے کالم سیاہ کئے ہیں لہذا مدیر انوار اسلام اگر فی الاصل قدسی کے رسالہ تفسیر آیۂ تطہیر کا کوئی جواب ممکن سمجھتے ہیں تو میرے پیش کردہ دلائل کو نقل کر کے اُن کے جواب دیں وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا الخ کیونکہ جب مولوی عبد الشکور آنجہانی سے جواب نہ ہو سکا تو دیگر چہ رسد۔ بہر کیف پھر بعض افاضل کے اصرار سے مختصراً آیۂ تطہیر پر قلم اُٹھاتا ہوں وباللہ التوفیق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب) ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے پیغمبر کے اہلبیت اللہ نے اس کا ارادہ کر لیا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر ظاہری و باطنی حیثیت سے) پاک و پاکیزہ رکھے"

آیۂ تطہیر کے پہلے کئی آیات میں ازواج نبی۔ نساء نبی کا ذکر ہے ان آیات میں تمام ضمیریں اور صیغے ازواج نبی کے ذکر کی وجہ سے مونث کی ہیں ان آیات کا آغاز اس آیت سے ہے يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (۲۸) یعنی اے نبی اپنی ازواج سے کہدیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال و متاع (دنیوی) دیدوں اور تمکو خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ کیوں یہ آیت نازل ہوئی موضح القرآن سے ملاحظہ ہو آنحضرت کی ازواج نے چاہا کہ ہم بھی بہت

اس آیت کے بعد بھی ازواج نبی کی وجہ سے آیت کے صیغے اور ضمیریں مونث کی ہیں پھر تیسویں آیت میں بھی ازواج نبی ہی سے خطاب یوں ہے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا (۳۰) اے نبی کی بیبیو تم میں جو کوئی کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی اس کو دوہری سزا دی جائے گی اور یہ بات اللہ پر سہل ہے، معلوم ہوا کہ ازواج نبی میں بیہودگی کرنے والیاں بھی تھیں جن پر اس بیہودگی کی سزا خدا دوگنی کرے گا پھر ایسوں کو آیہ تطہیر سے آراستہ کرنا چہ معنی دارد؟ پھر اس آیت کے بعد کی آیت ۳۱ میں بھی ازواج نبی کی وجہ سے صیغہ اور ضمیریں مونث کی ہیں پھر بتیسویں میں ہے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ الخ ہے یعنی اے نبی کی بیبیو تم معمولی عورتوں کی سی نہیں ہو (کب؟) اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی ازواج ہو جانے کے سبب سے ایک عمدہ امتیاز ہو گیا اس امتیاز کو باقی رکھنے کے لئے مگر تقویٰ کی شرط ہے۔ پھر آیت تطہیر، ازواج کے لئے کیسے اترتی جس میں ہر طرح کی برائی سے پاک و پاکیزہ رکھنے کی خدا نے خبر دی ہے اور بلا شرط یہ صفت بیان فرمائی ہے؟ پھر تینتیسویں[۳۳] آیت میں جس کا ایک حصہ آیت تطہیر کو جامع قرآن نے قرار دیدیا ہے تمام صیغے اور ضمیر مونث کی ہے اور آخر میں پیوست کر دیا گیا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا اس میں نہ کوئی صیغہ مونث کا ہے نہ کوئی ضمیر اور اس کے علاوہ اسی آیت میں ازواج کے گھروں کا ذکر وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ یعنی لفظ بیوت ہے اور آیت تطہیر میں اَهْلَ الْبُیُوْتِ نہیں ہے بلکہ اَهْلَ الْبَیْتِ ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ وہاں ازواج کے بیوت تھے اور یہاں بیت النبوۃ والشرف۔ پھر چونتیسویں[۳۴] آیت میں ہے وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ الخ ہے یعنی اور (اے ازواج نبی) تمھارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں اور حکمت پڑھی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو" اس آیت میں پھر آیت تطہیر کے ماقبل کی طرح صیغہ اور ضمیر مونث ہے اور سابق کی طرح لفظ بیوتکن ہے جو جمع ہے غرضکہ اس سیاق و سباق سے فصاحت و بلاغت و شانِ سلسلہ سے صاف صاف نمایاں ہے کہ آیتِ تطہیر کو کوئی تعلق ازواج نبی کریم سے نہیں ہے بلکہ علی و فاطمہ و حسن و حسین ہی کے لئے شرف عصمت و طہارت آنحضرتؐ کے ساتھ کیوں رہے یا بعبارۃ اخری اصحاب کسا ہی اس عظیم الشان اور بے نظیر وصف سے کیوں مختص رہیں قرآن میں بے ربط و بے محل آیت تطہیر کو ضم کر دیا گیا اور اسی دخل در معقولات کے باعث ازواج نبی کو آیت تطہیر میں رکھا گیا ہے۔ خدا نے ایسا نہیں کیا بلکہ جامع قرآن نے جہاں اور غپ شپ کی ان میں ایک یہاں بھی ہے، اب رہا اس کا ثبوت کہ قرآن اس وقت ہے تو اتنا ہی جو دونوں دفتیوں کے درمیان مروج ہے لیکن اس کی موجودہ ترتیب تنزیل کے موافق نہیں ہے" سب جانتے ہیں کہ سورہ اقرأ سب سے پہلے نازل ہوا مگر اب تیسویں پارہ میں ہے سورہ التوبہ سب سے آخر میں اترا لیکن اب دسویں پارے میں ہے وغیرہ اس بحث کو میں یہاں بہ تفصیل کیسے لکھوں جبکہ ابھی اور مباحث پیش کرنے ہیں، اب پھر آؤں آیت تطہیر پر تو اس میں ہے (اولاً) اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ یعنی اس کا یہی ارادہ ہے۔ اِرَادَۃُ اللّٰهِ دو قسموں کا ہوتا ہے (قسم[۱] اول) وہ جو کسی دوسرے کے فعل سے متعلق ہے وہ فعل تکلیفی ہوگا اور اس کے متعلق ارادہ خدا ارادہ تکلیفیہ ہوگا مثلاً پارہ ششم سورہ مائدہ آیہ ہفتم میں اس ارادہ کو مثالاً سمجھ لیجئے: اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو تم طہارت (غسل) کر لو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں کسی کو براز نکل آئے یا ازواج سے تخلیہ کیا ہو اور تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک خاک سے تیمم کر لو یعنی اس سے اپنے منھ اور اپنے ہاتھوں کا مسح کر لو خدا تو یہ چاہتا ہی نہیں کہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرے وَلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ لیکن ارادہ

اس میں بھی خدا کی مراد طہارتِ مذکورہ اسی وقت پوری ہوگی جب وہ عبد مکلف غسل یا تیمم کو عمل میں لائے ورنہ نہیں یہ ارادہ الٰہی معلق بفعل مکلف ہے۔

(قسم دوم[۲]) خدا کا وہ ارادہ ہے جس کا تعلق کسی غیر خدا کے عمل سے یا کسی شرط سے نہیں ہے بلکہ اللہ کسی امر کے ہو جانے کا بغیر واسطہ غیرے فرمائے جیسے خدا کا ارادہ ہوا کہ آسمان و زمین کو خلق فرمائے تو خدا کا یہ ارادہ ارادہ تکوینیہ کہا جاتا ہے اور وہ کام یا افعال جن کے متعلق خدا کا ارادۂ تکوینیہ ہوگا وہ افعال تکوینیہ کہے جاتے ہیں۔ ارادۂ تکوینیۂ خدا سے خدا کی مراد پوری ہو کے رہے گی مثلاً آسمان و زمین کی خلقت کو کون روک سکتا تھا؟ بخلاف اس کے خدا نے فرمایا ہے کہ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ (اور اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تمھاری توبہ قبول کرے گا) ظاہر ہے کہ اللہ کی یہ مراد اُسی وقت پوری ہوگی جب بندے توبہ کریں۔ یہ قبولیت بشرط توبہ ہے۔ اگر توبہ ہی نہ ہوگی تو قبول کیا کرے گا۔ اور ارادہ تکوینیہ وہ ہوتا ہے کہ ادھر اللہ نے ارادہ فرمایا اور مراد پوری ہوگئی اس ارادہ کا تعلق براہ راست خود خدا کی ذاتِ بے ہمتا سے ہے اسی ارادہ تکوینیہ کو پارۂ دوازدہم آیہ ۱۰۷ میں خدا نے دکھایا ہے اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ تمھارا پروردگار جو ارادہ کرتا ہے کر ہی کے چھوڑتا ہے۔ دوسری آیت ہے اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ وغیرہ۔ آیات تطہیر میں ارادہ تکلیفیہ (یعنی قسم اول) نہیں ہے کہ اے اہلبیت نبوت جب تم فلاں فلاں عمل کرو گے تب تم کو اللہ تمام پلیدگیوں سے بچا رکھے گا اور تم کو پاک و پاکیزہ کردے گا بلکہ بغیر کسی تعلیق و شرط کے ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اهل الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

آیات تطہیر میں ارادۂ تکوینیہ

آیۂ تطہیر میں کس دلیل سے ارادہ تکوینیہ ہے ملاحظہ ہو نمبروار مگر بشرط انصاف:۔

(اول[۱]) اگر یہاں ارادۂ تکوینیہ نہ لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ اہل البیت علیہم السلام اور عام مسلمانوں کے درمیان کوئی امتیاز و شرف بلکہ کوئی شرف عظیم و فوقیتِ نادرہ نہ ہو گیوں؟ اس لئے کہ خدا نے طہارت و پاکی کا تکلیفی ارادہ سب بندوں سے فرمایا ہے جیسا کہ ابھی غسل و تیمم والی آیت سے معلوم ہوا کہ اس میں ہے وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ الخ، پس اگر آیت تطہیر والا خدا کا ارادہ بھی ارادۂ تکلیفیہ ہو تو فضیلت اہل البیت آیۂ تطہیر سے کیا ہوگی؟

(دوم[۲]) آیۂ تطہیر سے میں عنقریب ثابت کروں گا کہ عصمت و طہارت اہل البیت مقصود ہے اور عصمت وہ مخفی وصف ہے جس پر بندوں کو اختیار نہیں ہے ورنہ ہر شخص معصوم ہو کر مستحق جنت ہو ہی جائے اور جو شے بندوں کے بس اور اختیار سے باہر ہو اس کی تکلیف بھی نہیں ہو سکتی اس سبب سے آیۂ تطہیر میں ارادہ تکلیفیہ مراد نہیں ہو سکتا۔

(سوم[۳]) آپ حضرات کے امام الہند تحریر فرماتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت گھر سے صبح کے وقت اس کیفیت سے نکلے کہ ایک کملی جس پر بالوں کے سیاہ نقش تھے اوڑھے ہوئے باہر آئے پھر حسن آئے تو حضور نے ان کو لے لیا پھر حسین آئے اُن کو بھی لے لیا پھر علی آئے ان کو بھی

...البیت ویطہرکم تطہیرا ... بیان فرماتے ہیں

(جس کو مدیر انوار اسلام صاحب! ڈرامائی کہتے ہیں گو میری روایت کے عنوان میں ایسا نہیں ہے لیکن مفہوم یہی ہے) آپ کے امام الہند اس روایت عائشہ ام المومنین کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:"اس سے معلوم ہوتا تھا کہ آیت تطہیر صرف رسول اللہ کی بیبیوں کے حق میں ہے لیکن آنحضرت نے ان چاروں کو ایک کمل میں اپنی گود میں لے کر یہ آیت پڑھی تو یہ مطلب تھا کہ ان کے حق میں بھی یہ دعا ہو جائے اور لوگ سمجھ لیں کہ آیت کے حکم میں یہ پانچوں (محمد علی فاطمہ حسن اور حسین) بھی شامل ہیں صرف بیبیاں نہیں"۔ امام الہند (ملاحظہ ہو مترجم قرآن بدو ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی کا حاشیہ ص۵۹۶) جناب مولوی ابو محمد امام الدین صاحب لطیفہ تو یہ رہا کہ آیت تطہیر خدا نے ازواج کے لئے ہی نازل فرمائی لیکن آنحضرت نے اپنے سمیت علی و فاطمہ وحسنین علیہم الصلوۃ والسلام کو بھی دعا فرما کر شامل کر لیا کہ آنحضرت اپنی ازواج کے طفیل میں مصداق آیۂ تطہیر ہو گئے۔ کیا کہنے ہیں ازواج کے سُبْحَانَ اللہ۔

بہر کیف مجھے اس دلیل سوم میں یہ عرض کرنا ہے کتب اہلسنت و اہل تشیع میں ہے کہ آنحضرت نے اپنے سمیت علی و فاطمہ وحسن وحسین علیہم الصلوۃ والسلام کو کساء اوڑھا کر خدا سے دعا کی اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَھْلُبَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا بار الہا یہ میرے اہلبیت ہیں بس تو ان سے ہر ظاہری و باطنی معصیت و ناپاکی کو دور رکھ اور ان کو پاک پاکیزہ رکھ۔ کون مسلمان انکار کرتا ہے کہ ممکن ہے کہ آنحضرت کی دعا قبول نہ ہوئی ہو لہذا آنحضرت کی دعا ہو کے رہی اور آیۂ تطہیر والا ارادۂ الٰہی ارادۂ تکوینیہ رہا۔

(نکتہ) اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَھْلُبَیْتِیْ میں ھٰٓؤُلَآءِ ضمیر ہے اور ضمیر مرجع کے بعد لائی جاتی ہے لیکن یہاں اَھْلُبَیْتِیْ مرجع ہے اس کے پہلے ضمیر ھٰٓؤُلَآءِ ہے کلام عرب میں بھی جب مرجع (یعنی جدھر ضمیر پھرے) کے پہلے ضمیر لائی جائے تو اس سے حصر کا فائدہ ہوتا ہے چنانچہ شرح تہذیب کے حاشیہ پر مولوی عبدالحی نے لکھا ہے کہ تَقْدِیْمُ مَا حَقُّہٗ التَّاخِیْرُ یُفِیْدُ الْحَصْرَ (شرح تہذیب ص۲۴) یعنی جس شے کو پیچھے رکھنا چاہیے اُس کو مقدم کرنے سے حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ میں ایسا ہی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ (اے پیغمبر) فرما دیجئے اللہ ہی یگانہ ہے۔ اسی طرح آنحضرت نے فرمایا کہ بار الٰہا یہی میرے اہلبیت ہیں ان ہی کے لئے یہ دعا ہے کہ ان سے ہر قسم کی پلیدی و گندگی اور گناہ کو دور رکھ۔ تو جب یہی حضرات مصداق آیت تطہیر ہیں تو ازواج کس طرح اصل مصداق ہیں اور آنحضرت نے دعا کر کے علی و فاطمہ وحسنین کو شامل کر لیا؟ یہ منطق سمجھ میں کیسے آئے۔ بیشک اُس زمانے میں اہلبیت نبوت وشرف محمد و علی و فاطمہ وحسن وحسین ہی تھے نہ کہ ازواج۔ لہذا یہ زعم کہ آیت تطہیر ازواج نبی ہی کے لئے نازل ہوئی یا وہ بھی اس کے مصادیق ہیں زعم باطل و قول عاطل ہے مُدیر انوار اسلام ان مقامات کو بہت غور سے مطالعہ فرمائیں!

(چہارم) یعنی ارادۂ تکوینیہ کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت کی اس دعا میں یہ جملہ ہے فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ یعنی اذہاب رجس کو خدا کی طرف نسبت دی کہ بار الہا تو ان سے ہر رجس کو دور رکھ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا اور تو ان کو پاک و پاکیزہ رکھ۔ بخلاف آیۂ تیمم (وَلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ والی آیت) کے کہ اس میں طہارت حاصل کرنے کی ترکیب یہ بتائی گئی تم لوگ اپنے منہ اور اپنے ہاتھوں کا مسح کرو اس ترکیب سے خدا تمہاری طہارت کا ارادہ رکھتا ہے ...

کو بغیر کسی شرط اور بغیر کسی عمل کے رکھا اور رجس دور رکھنے اور معصوم و محفوظ از معاصی رکھنے کی نسبت اپنی طرف دی لہذا یہاں ارادہ تکوینیہ ہی مراد ہے

شان نزول آیہ آپ کے تمام اہل تفسیر کا ازروئے مفہوم اجماع ہے اگرچہ الفاظ مختلف ہیں کہ ایک روز جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سلمہ کے گھر سوئے تھے اتنے میں حسنین علیہما السلام تشریف لائے اور نانا کے پاس بیٹھ گئے اس کے بعد جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام تشریف لائیں پھر جناب علی مرتضیٰ تشریف لائے یہ حضرات آنحضرت کے پاس تھے جب سید الانبیاء علیہم السلام خواب سے بیدار ہوئے اور ان کو مجتمع دیکھا تو شاہزادوں کو دائیں بائیں زانوؤں پر بٹھایا اور جناب سیدہ کو اور بھی اپنے قریب بٹھایا اور جناب امیر کو قریب بلایا پھر اپنے سمیت ایک بڑی چادر اوڑھا دی اور دعا کی اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا بار الہٰی میرے اہلبیت ہیں ان کو ہر ظاہری و باطنی پلیدگی سے دور رکھ اور جو پاک رکھنے کا حق ہے ویسا پاک رکھ۔ یہ سن کر ام المومنین حضرت ام سلمہ علیہا السلام نے اس چادر (تطہیر) میں داخل ہونا چاہا آنحضرت نے روک دیا اور فرمایا کہ تم میرے اہلبیت میں نہیں ہو از واج میں ہو اسی وقت یہ آیت (تطہیر) نازل ہوئی اس کے بعد مدتوں ہر نماز کے وقت جب جناب رسول خدا علی مرتضیٰ کے گھر کے پاس آتے تو چوکھٹ پکڑ کے کھڑے ہو کر فرماتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ (تفسیر درمنثور صفحہ ۱۹۸ و ۱۹۹ اور مسند امام حنبل و ابن مردویہ و ثعلبی و سیوطی نیز جمع بین الصحیحین و صحیح ابوداؤد و صحیح مسلم و صحیح بخاری جزو چہارم و ینابیع المودۃ و ارجح المطالب وغیرہا)

شبہہ

آیت تطہیر میں یُرِیْدُ اللّٰہُ اور لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ مضارع کے صیغے ہیں شیعہ کہتے ہیں کہ خمسہ نجبا کو جو مصادیق آیہ تطہیر ہیں خدا نے معصوم قرار دیا ہے یعنی نہ پہلے کوئی معصیت کی نہ بعد مگر مضارع کا صیغہ ماضی پر کب دلالت کرتا ہے؟

جواب شبہہ

لِیُذْھِبَ پر لام کے ہے جس کے بعد اَنْ مَصْدَرِیَّہ مقدر ہوتا ہے اور مضارع کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے لہذا آیہ مبارکہ کے یہ معنی ہوئے کہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ اِذْھَابَ رِجْسِکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اے اہلبیت نبوت خدا نے یہ ارادہ تکوینیہ کر لیا ہے کہ تم سے ہر ظاہری باطنی نجاست و پلیدگی کا دور ہی رہنا ہو اور مصدر ماضی حال اور استقبال کو شامل کئے رکھتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ اصحاب کسا یا صاحبان چادر تطہیر نہ گذشتہ زمانہ میں رجس سے آلودہ تھے نہ حال میں رہے نہ استقبال میں ہوئے۔ ایسی کون زوجہ تھیں جو ہر زمانہ میں بے گناہ رہیں؟۔

عقائد نسفی میں بھی یہ حدیث مستند ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً جو مر جائے اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے ضلالت کی موت مرا۔ جنگ جمل

تکوینیہ فرمایا ہے کہ اہلبیت نبوت وشرف کی طہارت رہے بالکل ظاہر ہے کہ تیمم والی طہارت اور ہے اور آیہ تطہیر والی
اور لہذا اگر غسل یا تیمم والی طہارت ہی آیہ تطہیر والی طہارت مراد لیجئے تب تو سارے نماز گزار مسلمان آیت تطہیر والے
طاہرین کے ایسے ہو جائیں گے اسے کون مانے گا؟ اس سے بھی ثابت ہوا کہ آیہ تطہیر والا ارادۂ الٰہی ارادہ تکوینیہ
ہے جس سے مراد کا ہو جانا قطعی ہے اور آیۂ غسل وتیمم والا ارادہ خدا ارادۂ تکلیفیہ ہے کہ بندے جب طہارت کریں گے
جب خدا کی مراد طہارت ہوگی پس اہلبیت اطہار ابتدائے پیدائش سے تا حیات ہر پلیدگی سے معصوم رہے۔
ابھی کعبۂ مشرفہ کی تعمیر ابھی ابھی ہوئی بتوں کا قدم ابھی پہنچا نہیں ہے خدا نے حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل
علیہما السلام کو یہ حکم دیا کہ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ: یعنی میرے گھر کو طواف
اور اعتکاف اور سجود کرنے والوں کے واسطے پاک رکھو یعنی نجس تو نہیں ہے اس کو پاک رکھو اسی طرح یہ نہیں کہ
چادر تطہیر والے پہلے پلیدگی میں تھے اب خدا نے ان کو پاک رکھنا چاہا بلکہ پاک پاکیزہ خدا نے ہمیشہ رکھا چنانچہ
کملی میں حسنین بچے تھے غیر مکلف تھے ان کو خدا کس پلیدگی سے پاک کرے گا؟ علی بچپن سے پیغمبر کے پروردہ تھے
کب نجس رہے؟ فاطمہ بضعۂ رسول خدا کب پلید تھیں؟ یہ سب آیۂ تطہیر کے مصادیق کو ظاہر کر رہے ہیں ازواج نبی کریم
میں ایسا شرف کس کو ملا؟ بلکہ کعبہ کی طہارت سے اہلبیت کی طہارت بڑھ گئی کیونکہ کعبہ مشرفہ کو بعد کو بت خانہ بنا دیا
گیا اگرچہ یہ حرکت حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کی معاذ اللہ نہ تھی بلکہ اصنام پرستوں نے ایسا کیا تھا
مگر بہ ارادۂ تکوینیہ خدا نے جن بزرگواروں کو پاک وپاکیزہ ہر رجس سے رکھا تا حیات ان میں کوئی پلیدگی نہ آئی۔
معاف کیا جاؤں ایسی طہارت خمسۂ نجبا علیہم السلام کے علاوہ ازواج میں کجا؟ قرآن سے میں ثابت کروں گا
کہ بعد نزول آیت تطہیر بعض ازواج سے نافرمانی پیغمبر کا ارتکاب ہوا اور دیگر قبائح سرزد ہوئے۔ اور خدا نے
ان کی زجر وتوبیخ کی ملاحظہ فرمائیے پارہ ۲۸ سورۂ تحریم کی آیت ۳ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ
حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ج فَلَمَّا
نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ط قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ (۳) یعنی اور جب پیغمبر نے اپنی بعض
بی بی سے چپکے سے کوئی بات کہی پھر جب اُس (بی بی) نے اس راز کی خبر (عائشہ) کو دے دی اور اللہ نے اس
امر کو (یعنی افشائے راز پیغمبر کو) پیغمبر پر ظاہر فرما دیا تو پیغمبر نے (عائشہ کو) بعض بات جتا دی اور بعض بات سے
اعراض فرمایا غرض جب پیغمبر نے (حفصہ کے افشائے رازِ رسول کی اس (عائشہ) کو خبر دی تو بولی آپ کو اس بات
(افشائے راز) کی خبر کس نے دی؟ پیغمبر نے فرمایا مجھے بڑے واقف کار خبردار (اللہ) نے بتا دیا" اس کے بعد
اسی سلسلہ کی اب چوتھی آیت بھی ملاحظہ ہو اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ
فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ (۴)
(اے حفصہ وعائشہ) اگر تم دونوں توبہ کرو تو (خیر کیونکہ) تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہیں اور اگر تم دونوں پیغمبر کی مخالفت
میں ایک دوسرے کی اعانت کرتی رہو تو اللہ اور جبریل اور تمام اہل ایمان میں شخص صالح اُن کے مددگار ہیں اور
اُن کے علاوہ کل فرشتے۔
فخر الدین رازی نے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا کی یہ تفسیر لکھی ہے اے عَدَلَتْ وَمَالَتْ عَنِ الْحَقِّ
وَهُوَ حَقُّ الرَّسُوْلِ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حفصہ و عائشہ تم دونوں رسول کی بیبیوں کے دل حق پیغمبر سے منحرف ہو گئے اور مڑ گئے (تفسیر کبیر جلد ہشتم ص۱۶۵ مصر

کیوں مدیر انوار اسلام! آیت تطہیر سے کوئی بھی مناسبت ازواج نبی کو ہو سکتی ہے؟ انصاف شرط ہے،
آیت تطہیر سے آیت والوں کی تو مدح ہو رہی ہے اور یہاں دونوں کی قدح بین ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک
پھر آیت ۴ کے بعد والی آیت نے تو بالکل مطلع صاف کر دیا ہے ملاحظہ ہو! عَسٰی رَبُّہٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ
اَنْ یُّبْدِلَہٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ الخ اگر تم ازواج کو پیغمبر ان حرکات سے طلاق دے دیں تو عنقریب
ہی ان کا پروردگار تمھارے بدلے ان کو تم سے بہتر ازواج عطا کرے ۔۔۔ثابت ہوا کہ ان دو بیبیوں سے رجس
ہوا پلیدگی سرزد ہوئی پیغمبر کے حق اطاعت ترک کرنے کا گناہ عمداً صادر ہوا نیز اُس وقت ان ازواج سے خبرد
بہتر عورتیں موجود تھیں۔ پھر کس برتے پر یہ سعی لاحاصل ہے کہ آیت تطہیر کی عظیم الشان رفیع المکان آیت کو ازواج
پر چسپاں کیا جا سکے؟ آیت تطہیر کہتی ہے کہ اہل البیت علیہم السلام سے بہتر کوئی نہیں ہے اور آیہ ۵ کہتی ہے کہ
ان ازواج سے بہتر موجود تھیں فبئنھما بُعْدُ الْمَشْرِقَیْنِ کَمَا صَرَّحَ بِہٖ حِفَاظُمِتُ حُسَیْنٌ، مگر
انصاف شرط ہے

یہ بھی واضح رہے کہ اہلبیت نبوت وہ معصومین ہیں جن کی عصمت و طہارت کو خدا نے گویا آیت تطہیر
سے رجسٹرڈ فرما دیا اور آیہ مباہلہ سے دکھا دیا کہ رسول کی طرح علی و فاطمہ و حسن و حسین ہی اُس زمانے
میں معصومین تھے ہر معصیت سے پاک تھے ان کے ایسا کوئی نہ تھا نہ پیغمبر کی کوئی بی بی نہ اصحاب نبی میں سے کوئی
فرد غرضکہ گویا مباہلہ کے لئے یعنی اسلام کی سچائی اور صحیح تبلیغ کے لئے محمد و اھل البیت منتخب تھے
اب رہیں ازواج وہ بھی تعدد ازواج نبی کا فلسفہ تو اس کو بحوالہ آج ملاحظہ فرمائیے اور ازواج کو اُن کی حد
میں رکھئے آیت تطہیر والوں سے نہ اُن کا موازنہ فرمائیے اور نہ مصادیق آیت تطہیر بنانے کی سعی باطل کیجئے
انصاف شرط ہے۔

نبی کی تعداد ازواج کا فلسفہ } آنحضرت کی جب عمر پچیس ۲۵ سال کی تھی جو عین جوانی کا زمانہ تھا تو صرف
خدیجہ سے نکاح ہوا تھا (مکہ معظمہ میں) جو چالیس برس
کی تھیں اور اس جوانی کی عمر میں بھی حضور گھر میں نہیں رہتے تھے بلکہ عبادت کرتے اور اکثر غار حرا میں جو مکہ
مشرفہ سے چند میل کے فاصلے پر پہاڑ میں ایک غار ہے عبادت و جلوت و ریاضت و توجہ الی اللہ
فرماتے تھے کئی دنوں شب و روز اس میں تنہا رہتے۔ پھر جب چالیس برس کی عمر میں سرکار دو عالم علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام
کو اسی غار حرا میں بعثت کا مژدہ جبریل سے ملا سورہ اقرا نازل ہوا منصب پیغمبری پر فائز ہو گئے۔ جب عمر شریف
پچاس ۵۰ برس کی ہوئی تو جناب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا اور ترپن ۵۳ برس کی عمر میں
سرکار دو جہاں نے بحکم اللہ تعالیٰ مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی اُس وقت اگرچہ آپ کا شباب نہ تھا بلکہ عمر ڈھل چلی تھی
بڑھاپا ہو رہا تھا مگر اس غرض سے کہ لوگ ضد چھوڑ دیں مجھ سے نبرد آزما نہ رہیں مسلمان ہو جائیں قریش اور دیگر
خاندانوں کی عورتوں سے مدینہ میں نکاح کئے جن میں عائشہ تو کنواری تھیں بقیہ بیبیاں ایک ایک دو دو اور
تین تین خاوندوں سے رانڈیں ہو چکی تھیں اور ان متعدد نکاحوں کی وجہ یہ تھی کہ عرب کے مختلف خاندان آپ کو

سہہ لو اور برتاؤ خراب نہ کرو کیونکہ میں نے جب نو بیبیوں میں ہر نیک و بد مزاج مطیعہ و غیر مطیعہ سب میں گذر اب کے بیوت (گھر) الگ الگ بنوائے شبیں بانٹ دیں اور مساوات رکھی کسی نے ملال دیا منع کرنے پر بھی ایک تو شوہر پھر پیغمبر شوہر کی نافرمانی کی اور افشائے راز کرنے پر تحمل کیا تو تم لوگوں کو میرے اُسْوَہ سے سبق لینا چاہئے غرضکہ عملی طور پر امت کو حضور نے تعلیم دی لہذا جو چند ازواج رکھے (یعنی چار ہی تک) پھر مساوات نہ رکھے کوئی بی بی تلخ مزاج ہو نافرمان ہو برتاؤ اور نباہ اچھا ہی رکھے تو وہ اسلام میں ممدوح ہے اس کے خلاف مذموم۔

مندرجۂ ذیل ازواج نبی حضور نے چھوڑ کر وفات پائی عائشہ حفصہ سودہ اُم سلمہ زینب اُمّ حَبِیْبہ جُوَیْرِیّہ صَفِیّہ مَیْمُوْنہ (مفہوماً ان کتابوں میں دیکھ لیجئے ابن جریر ابن کثیر تاریخ ابن عساکر)

غرضکہ پیغمبر کے اہل بیت (علی و فاطمہ و حسن و حسین) اور ہیں یہی آیت تطہیر والے ہیں اور اَھْلُ البیوت، ازواج ہیں جن میں بعض کے بارے میں خدا کی زجر و توبیخ ہے ہدایت ہے سرزنش ہے دونوں کے درمیان آسمان و زمین کا بعد ہے اہل البیت عالم انوار میں نورِ محمدؐ ہی کے ساتھ عرش پر تھے کتابیں گواہ ہیں تفصیل باعث طوالت ہے۔ (ینابیع المودۃ)

حضرت عائشہ حضرت ابوبکر کی بیٹی تھیں ابوبکر ہی نے عائشہ کو پیغمبر کی خدمت میں لاکر دکھایا آپ نے ان سے نکاح فرمایا جب ہجرت کرکے سب مدینہ آئے تو حضرت ابوبکر کو معلوم ہوا کہ تخلیہ نہ ہوا کیونکہ مہر کا روپیہ نہیں ہے جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ والد بزرگوار نے مہر ادا کرنے کو آنحضرت کو روپیہ دیا تب ..... (استیعاب جلد دوم ص۷۶۵ و مستدرک جلد چہارم)

جناب حفصہ حضرت عمر کی دختر تھیں اور خُنَیس کی بیوی تھیں جب خُنَیس مرگیا تو عمر ہی نے حضرات ابوبکر و عثمان سے کہا کہ نکاح کرلو مگر دونوں صاحبوں نے منظور نہ فرمایا تب آنحضرت نے نکاح کرلیا۔ دونوں اُم المومنین کی شان میں جو آیتیں ۳ اور ۴ نازل ہوئی ہیں ص۔۔ میں عرض کرچکا۔

مولوی شبلی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کا بیان ہے کہ ایک دن میں کسی معاملہ میں غور کر رہا تھا اتفاق سے میری بی بی نے مجھکو مشورہ دیا میں نے کہا تم کو ان معاملات میں کیا دخل؟ بولیں تم میری بات پسند نہیں کرتے حالانکہ تمھاری بیٹی (حفصہ) رسول اللہ کو برابر کا جواب دیتی ہے" میں اٹھا اور حفصہ کے پاس آیا میں نے کہا بیٹی! تم رسول اللہ کو جواب دیتی ہو یہاں تک کہ آپ دن بھر رنجیدہ رہتے ہیں؟ بولیں ہاں ہم ایسا کرتے ہیں، میں نے کہا خبردار میں تمہیں عَذَابِ الٰہی سے ڈراتا ہوں" پھر مورخ مذکور ہی کا بیان دوسری صاحبہ کے متعلق بھی ملاحظہ ہو۔

حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ (آنحضرت مراد ہیں) کا معمول تھا کہ جب کبھی گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو آپ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر حضرت خَدِیْجَہ کی ہم نشین عورتوں کے پاس گوشت بھجواتے تھے حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ گو میں نے خَدِیْجَہ کو نہیں دیکھا تھا لیکن مجھکو جس قدر اُن پر رشک تھا کسی اور پر نہیں آتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ہمیشہ اُن کا ذکر کیا کرتے تھے ایک دفعہ میں نے آپ کو رنجیدہ کیا آپ نے فرمایا خدا نے اُن کی مجھکو محبت دی ہے (سیرۃ النبی حصہ اول مجلد دوم ص۲۰۱ بحوالہ صحیح مسلم فضائل خدیجہ)

علامہ مذکور یہ بھی لکھتے ہیں:" ایک دفعہ حضرت عائشہ ...

مدیر انوار اسلام صاحب! اس کے بعد یہ آیت ملاحظہ ہو یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (پ ۲۶ سورہ حجرات آیت ۲) اے وہ جو ایمان لائے تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کرو اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے چیخ چیخ کر بولا کرتے ہو ان کے سامنے نہ بولا کرو کہ تمہارے سارے اعمال خیر اکارت ہو جائیں اور تم کو پتہ بھی نہ چلے۔ کیا ازواج بھی اس قابل ہیں جن کے لئے یا جن ہی کیلئے آیہ تطہیر سی بے مثال آیت نازل ہو؟ اب اس آیت کو پڑھئے یَا نِسَاءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ (پارہ ۲۱ سورہ الاحزاب آیۃ ۳۰) اے پیغمبر کی ازواج تم میں سے جو کوئی کسی صریحی کھلی ہوئی بیہودہ حرکت کی مرتکب ہوتی تو اس کا عذاب بھی دو گونہ بڑھ جائے گا"۔

تفسیر درمنثور جلد ششم صفحہ ۸۳ مطبوعہ مصر میں ہے کہ عمر و ابو بکر آنحضرتؐ کے سامنے چیخ کر بولتے تھے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ الخ (پارہ ۲۶ سورہ حجرات آیت ۲) اب باپ بیٹیوں کی حالت معلوم ہوگئی کہ پیغمبر کی خدمت میں چیخ کر بولنا والد بزرگوار ہی سے دختر سعیدہ نے سیکھا تھا امتیاز صرف یک گونہ اور دوگنا ہی کا رہا ورنہ واقعہ ایک ہے۔ مدیر انوار اسلام سے التماس ہے کہ ان مقامات کو ٹھنڈے دل سے مطالعہ فرمائیں گے۔

(ثانیاً) لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ (تاکہ تم سے ہر پلیدگی اور آلودگی کو دور رکھے) (شبہہ) اَلرِّجْسَ کے معنے نجاست ظاہری و باطنی جیسا کہ آیہ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ میں ہے کہ اللہ تو نہیں چاہتا کہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرے، لیکن یہ چاہتا کہ تم کو پاک و پاکیزہ کر دے، لہٰذا شبہ یہ ہے کہ آیہ تطہیر میں اذہاب رجس و تطہیر سے یہ مراد ہے کہ تم لوگوں کو ظاہری نجاست سے پاک کرے نہ کہ بالکل یہ مراد ہے کہ معصوم بنا دے کیونکہ عصمت طہارت باطنی ہے اور اگر اذہاب رجس و تطہیر سے عصمت مراد ہو تو لازم آتا ہے کہ تمام صحابہ، ازواج اور اہل اسلام جو وضو یا غسل یا تیمم کر لیوے معصوم ہو جائیں، ایسا تو نہیں ہے لہٰذا بیشک خدا نے ارادہ فرمایا کہ اہل بیت سے رجس دور رکھے اور ان کو پاک و پاکیزہ رکھے لیکن اہل بیت کی عصمت کیسے ثابت ہوئی؟

جواب شبہ:۔ آیت تطہیر میں الرجس کی لفظ ہے رجس کے حسب ذیل معانی ہیں:۔

(اوّل) گناہان کبیرہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ (پارہ ۷ مائدہ) اے ایمان والو شراب اور جوا اور پانسے ناپاک ہیں (یہ کبائر معاصی ہیں)

(دوم) منافقین۔ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ تم ان سے منہ پھیر لو وہ پلید ہیں (پ ۱۱ التوبہ)

(سوم) بتوں کی پوجا رجس قرار دی گئی فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (پ ۱۷ الحج) بتوں کی پرستش رجس ہے۔

(چہارم) کفر کو رجس بتایا ہے وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ (پ ۱۱ یونس) جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے ان پر خدا کفر کی گندگی ڈال دیتا ہے

(اَلرِّجْس)

آیت میں رجس پر الف لام ہے الرجس پہ الف لام کیسا ہے۔ تو معلوم ہو کہ الف لام کی تین قسمیں ہیں الف لام جنس[1] لہٰذا الرجس سے یہ مطلب ہے کہ ہر وہ شے جس پر رجس صادق آئے اس سے اہلبیت پاک ہیں۔ الف لام استغراق[2] سے یہ مطلب ہوگا کہ وہ تمام افراد جن پر رجس صادق آئے اہلبیت پاک ہیں۔ الف لام عہد[3] اس معنے سے رجس آیہ سے یہ مقصود ہوگا کہ اس متعدد معنوں سے کسی معہود مخصوص رجس سے اہلبیت آیت تطہیر پاک ہیں الف لام کے اقسام ثلثہ سے الرجس کیسا ہو اب یہ قابل غور ہے۔ یہ تو بالکل بدیہی ہے کہ آیہ تطہیر مقام مدح میں ہے

امتیاز رہا اس لئے یہاں الف لام عہد مراد لینا غلط ہوا اس سبب سے یہاں الف جنس ہو یا الف لام استغراق دونوں کا مفاد ایک ہی ہے یعنی اہلبیت نبوت کل افراد رجس سے پاک ہیں اور دور ہیں اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے اہل بیت اللہ کا ارادہ تکوینیہ ہے کہ تم سے ہر ہر رجس کو دور رکھے اور کامل طور پر طیب و طاہر معصوم رکھے اور یہی تو عصمت ہے بِنَاءً عَلَیہ آیت تطہیر سے ازواج نبی اکرم کو کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ؟ اس لئے کہ امہات المومنین ضرور تھیں لیکن وہ معصومات نہ تھیں اگر معصومات ہوتیں تو اللہ یوں عتاب آمیز خطاب ازواج سے نہ فرماتا کہ یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ، اے نبی کی ازواج جو کوئی تم میں سے کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی اس کو دوہری سزا دی جائے گی (ترجمہ اشرف علی تھانوی) لہذا آپ یہ عبث یہ ٹھانے ہوئے ہیں کہ آیت تطہیر میں ازواج داخل رہیں اگر پنجتن پاک کے علاوہ ازواج کو بھی آیت تطہیر میں رکھنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ مگر پہلے ان بی بیوں سے کل افراد رجس کی دوری ثابت کرلیں اور قرآن کی اُن آیات کا جواب دے لیں جن میں نافرمانی پیغمبر خدا کا بتصریح ذکر ہے۔ ورنہ دہی والی اپنے دہی کو میٹھا ہی کہتی ہے اگرچہ کھٹا ہو الفاظ آیت تطہیر سے خدا خمسہ نجبا کی عصمت و طہارت کو نہایت شد و مد سے بیان فرمایا ہے (اوّل) لفظ اِنَّمَا سے حصر فرمایا (ثانیاً) لام تاکید لیذھب سے (ثالثاً) اذھاب رجس سے ویطھرکم سے (رابعاً) تطھیرا مفعول مطلق سے (خامساً) ندا اہل بیت سے غرض کہ ان تاکیدات سے دکھا دیا کہ اہل البیت اطہار کی عصمت و طہارت ایسی موکدہ و مستحکم ہے کہ ان کے علاوہ اس درجہ پر اگر کوئی ہوتا تو میرے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو بھی حدیث ثقلین میں اپنے بعد قرآن کی تفسیر سمجھنے کے لئے اور ضلالت سے بچنے کے لئے اپنے بعد چھوڑتے اور فرماتے لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضِ۔ اب اسی حدیث سے جس کو منجملہ بکثرت علما کے مولوی شبلی نے بھی سیرۃ النبی خطبۂ خم غدیر کے واقعہ میں ثبت کیا ہے آپ سمجھ لیں کہ آپ نے جو انوار اسلام صفحہ ۳۳ ماہنامہ انوار اسلام ماہ اپریل ۶۲ء میں تحریر فرمایا ہے کہ "شیعہ حضرات کے متعلق بطور واقعہ کہنا پڑتا ہے کہ ان کی کن کن باتوں سے تعرض کیا جائے ان کی تفسیر ہی الگ ہے۔ جو قرآن مجید کے گرد نہیں گھومتی" ایڈیٹر صاحب! بیشک ہماری تفسیر تفسیر عامہ سے الگ ہے ہماری تفسیر حدیث ثقلین کے مطابق عترتِ رسول اہل بیت نبی کی بتائی تفسیر ہے نہ کہ ایرے غیروں سے جمع کردہ آنحضرت نے فرمایا معشر الناس اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی، مَا اِن تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی وانھما لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض آپ بالفاظ مختلفہ اس حدیث کو اپنے یہاں کی مسانید میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس حدیث میں آنحضرت نے اہل بیت کو بھی صاف فرمادیا کہ عترت رسول اہل بیت نبی دونوں ایک ہیں عترت کے معنی نسل و اولاد ہے۔ بھلا عترت سے ازواج کو کیا سروکار اسی طرح اہل بیت علیہم السلام اور ہیں اور امہات المومنین ازواج نبی اور۔ ہماری تفسیر باب مدینۃ العلم علی مرتضیٰ علیہ السلام سے ہے جس کے بارے میں سرور کائنات علیہ وآلہ الصلوٰۃ نے فرمایا عَلِیٌّ مع القرآن وَالقُرْاٰنُ مع علی وَلا یفترقان علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے (تاریخ الخلفا مولوی جلال الدین عبدالرحمٰن صفحہ ۱۲۲) میں عرض کروں کہ جملہ ولا یفترقان بتا رہا ہے کہ جو تفسیر علی بتائیں گے قرآن کے بالکل مطابق ہوگی اور علی تحت الکسا تھے۔ یعنی اہل البیت میں ہیں تو ہماری تفاسیر ان حضرات سے ہے جن کو سید الانبیا نے اپنے بعد امت میں قرآن کے ساتھ چھوڑا اور فرمایا وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔ شیعوں کی تفسیر اس امام حق سے ہے جس نے فرمایا واللہ ما نزلت آیۃ الا وقد علمت

میں جانتا ہوں کہ کس چیز کے متعلق نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی اور کس پر نازل ہوئی تاریخ الخلفا میں ان بزرگوار کا نام دیکھ لیجئے وہ جناب امیرؑ ہیں آپ نے اہل البیت کو ازواج نبی نہیں بتایا جن کے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی۔ آپ نے فرمایا سَلُوْنِیْ عَنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اٰیَۃٍ اِلَّا وَقَدْ عَرَفْتُ بِلَیْلٍ نَزَلَتْ اَمْ بِنَهَارٍ اَمْ سَهْلٍ اَمْ جَبَلٍ (تاریخ الخلفا صفحہ ۱۳۱) اب آپ کا یہ کہنا کہ شیعوں کی تفسیر قرآن مجید کے گرد نہیں گھومتی کس قدر خلاف واقعہ ہے شیعوں کی تفسیر قرآن مجید کے گرد گھومتی ہے یا اُن لوگوں کی جن لوگوں نے پیغمبر کے بعد علیؑ سے نظر بدلی اور جب چوتھے درجہ پر علی کی طرف آئے بھی تو کیا آئے شیر خدا کو دنیوی چالوں اور ناجائز سیاست کے کٹھرے میں بند کر دیا اور تاریخوں میں یہ دکھایا گیا اور دکھاتے ہیں کہ علیؑ سے نہ ملکی اضافہ ہوا اور نہ ترقی وغیرہ غرض در اصل وہ چوتھی خلافت کے لائق بھی نہ رکھے گئے دشمنوں نے چین سے کب رہنے دیا اطمینان کب دیا ان موانع پر بھی قرآن کی تفسیر اور علوم کے دریائے زخار باب مدینۃ العلم سے موجزن ہوتے رہے۔ معاویہ نے تو جنگ ہی کر دی۔ ام المومنین عائشہ نے آپ پر لشکر کشی کی اور آپ مدیر انوار اسلام ان صاحبہ کو مصداق آیۂ تطہیر بتاتے ہیں۔ علی ائمہ اہل بیت میں ہیں ائمہ اہل بیت کا علم آنحضرتؐ سے ہے اور آنحضرتؐ کا علم بتعلیم خدا خواہ وہ قرآن ہو یا تفسیر۔ ان حضرات کے علاوہ جو تفاسیر ان معصومین کے بیان سے الگ ہوں ہرگز ہرگز قابل اعتماد نہیں ہیں بلکہ باعث ضلالت ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور صرف وہ لوگ حق پر رہے جنھوں نے قرآن اور دامن اہل بیت سے تمسک رکھا۔

اَللّٰہ نے قرآن مجید میں ازواج نبی آخر الزمان علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کو بہ لفظ **اہل البیت** نہیں فرمایا بلکہ ازواج فرمایا ہے یا بہ نساء مثلاً تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (تحریم) وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ (تحریم) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ (احزاب) یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ (احزاب) **غرضکہ** جہاں جہاں قرآن میں ازواج نبی کا ذکر ہے اُس کی تعبیر یا ازواج سے یا نساء سے ہے اہل البیت سے نہیں ہے لہذا ایک یہ بھی دلیل ہے کہ آیۂ تطہیر میں اہل البیت سے ازواج نبی مراد نہیں ہیں **اور** ایک بات غور کے قابل یہ بھی ہے کہ آیت تطہیر کے قبل ازواج نبی کے بارے میں عتاب کی آیات ہیں تو کیا اللہ آیت تطہیر سے جن کی مدح فرما رہا ہو جن کو ہر رجس سے طیب و طاہر کر رہا ہو انھیں لوگوں پر عتاب و عذاب بھی کرتا ہے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ترجمہ گذر چکا۔

حضرت ام المومنین عائشہ کی روایت گذر چکی در منثور جلد ۵ ص ۱۹۸ مطبوعہ مصر میں ہے کہ رسالتمآبؐ ایک صبح کو کالی کملی اوڑھے ہوئے گھر سے تشریف لائے پھر حسنینؑ آئے آپ نے بچوں کو اسمیں چھپا لیا پھر علیؑ آئے ان کو بھی کملی میں لے لیا پھر فاطمہؑ آئیں ان کو بھی لے لیا اور آیت تطہیر پڑھی۔ اسی صفحہ ۱۹۸ میں سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آیۂ تطہیر پانچ شخصوں کے لئے آیا ہے فِیَّ وَفِیْ عَلِیٍّ وَفَاطِمَةَ وَحَسَنٍ وَحُسَیْنٍ۔ میرے حق میں اور علی و فاطمہ و حسن و حسین کے حق میں۔

ابن ابی الحدید نے نہایت مختصر عبارت سے فیصلہ کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں قَدْ بَیَّنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عِتْرَتَهٗ مَنْ هِیَ لَمَّا قَالَ اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ فَقَالَ عِتْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ۔ وَبَیَّنَ اَهْلَ بَیْتِهٖ حِیْنَ طَرَحَ عَلَیْهِمْ كِسَآءً وَقَالَ حِیْنَ نَزَلَتْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ اَهْلُ بَیْتِیْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ یعنی رسولِ خدا نے ظاہر فرما دیا کہ آپ کی عترت کون ہے جب حضور نے فرمایا کہ میں تم میں دو گراں بہا چھوڑتا ہوں پس

اور جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو فرمایا خداوندا یہی میرے اہلبیت ہیں۔"

میں اب فالج زدہ کتنی احادیث اور کتنے شواہد و دلائل اس مبحث میں لکھوں ابھی اکتوبر ۱۹۶۲ء مطابق ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۸۲ھ کے رسالہ مبارکہ اصلاح کھجوا (بہار) میں فخر الافاضل جامع المفاخر مولانا السید محمد باقر مولوی فاضل وصدر الافاضل خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام استاذی العلام مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ طاب ثراہ نے آیہ تطہیر پر کافی و وافی بیان شایع فرمایا ہے اب طالب حق کے لئے اور کیا لکھا جائے یوں تو پورا قرآن مجرد دل کیلئے تعصب اور ضد سے کافی نہ ہوا۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی سزا کے لئے عذاب کے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں اُترے اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کا مژدہ سنایا تو حضرت سارہ علیہا السلام زوجہ حضرت ابراہیم کو تعجب ہوا فرشتوں نے سارہ سے کہا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ کیا آپ حکم اللہ سے تعجب فرماتی ہیں حالانکہ اللہ کی رحمت اور اس کی برکت تم پر ہو اے اہل البیت وہ (اللہ) لائق حمد و بزرگی ہے۔"

اس آیت کو لیکر بعض عامہ اُچھل جاتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی بیوی سے اہل البیت کہکے فرشتوں نے خطاب فرمایا لہذا زوجہ اہل البیت میں ہے۔ میں جواب دوں گا کہ اس آیت میں اہل البیت سے مراد صرف حضرت سارہ نہیں ہوسکتیں کیونکہ لفظ اہل البیت تمام افراد کو گھیرے ہے اور ضمیر جمع مذکر جو عَلَيْكُمْ میں ہے یہ بھی مانع ہے کہ ایک عورت سے خطاب ہو یہاں اہل البیت سے مراد حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل اور تغلیباً اس حیثیت سے حضرت سارہ بھی داخل ہیں کہ وہ معظمہ جناب ابراہیم کی چچیری یا خالہ زاد بہن ہیں نہ کہ بحیثیت زوجیت۔ اسی طرح خدا نے رضاع حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ کی پھوپھی یا خالہ کی حکایت یوں فرمائی ہے کہ آپنے فرعون سے کہا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ کیا میں پتہ بتاؤں تم کو ایسے اہل بیت کا کہ وہ لوگ رضاعت کی کفالت کرلیں گے اور وہ لوگ اس کیلئے نصیحت کرنیوالے ہیں، یہاں بھی يَكْفُلُوْنَ اور هُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ بصیغہائے جمع ہیں یعنی جمع مذکر اور ضمیر جمع مذکر ہے کیونکہ یہاں رضاعت کی ضرورت ہو اس لئے خاندان کا لحاظ کرکے اَهْلَ الْبَيْتِ کہا گیا ہے کیونکہ شیر خوار بچے کے لئے دودھ پلائی کو تجویز کیا جاتا ہے اُس کے شوہر اور خاندان کی نجابت و شرافت دیکھی جاتی ہے چنانچہ ارذال اور بُرے چلن والی عورتوں کے شیر سے شرع مطہر نے اجتناب کی تاکید فرمائی ہے اس لئے کہ دودھ کا اثر زبردست ہوتا ہے یہ شیر جناب خدیجہ کا بھی اثر تھا کہ جناب فاطمہؑ سیدۂ نساء العالمین ہوئیں اور مرگئیں لیکن جابر کو پیشوا نہ مانا۔ یہ شیر جناب سیدہ کا بھی اثر تھا کہ حسن مجتبیٰ نے معاویہ کے ہزار ہزار نبرد آزما ہو جانے کی تیاری پر اس کو خلیفہ نہ مانا اور چاہے خونریزی سے اکراہ فرما کر اُس سے صلح کرلی مگر اس شرط سے کہ یزید لعین کو خلافت کے لئے نامزد نہ کرنا معاویہ نے خلاف صلح کرہی دیا معاویہ بھی آپ حضرات کے منجملہ خلفائے دوازدہ کہے جاتے ہیں جو آپ کے خلیفہ چہارم سے زبردست جنگ آزما ہوئے۔ یہ شیر جناب فاطمہ کا بھی اثر تھا کہ امام حسینؑ شہید کربلا نے اسلام کے لئے بے پناہ مظالم یزیدی اُٹھائے مگر بیعت یزید میخوار و فاجر کے لئے اپنا دست مطہر نہ بڑھایا یہ ہیں آیت تطہیر والے اہل البیت یہ طیب و طاہر اہل بیت نبوت ہر دور ظالم میں ظالم حکمرانوں کے دست بیعۃ نہ ہوئے اور واقعہ کربلا کے بعد پھر کسی ظالم وقت کی ہمت نہ ہوئی کہ اہل البیت سے کسی بزرگوار سے پیش کیا جاتا کہ مجھے خلیفہ یا پیشوا مان لو اور میری بیعت کرو۔ کیونکہ دنیا نے دیکھ لیا خامس اہل عبا حسین شہید کربلا سے یہ سوال کرکے کیا نتیجہ یزید اور یزیدیوں کا ہوا کربلا والے احیاء عند ربہم ہیں اور یزیدی جزاء جہنم

اہل بیت نبوت کیوں آیت تطہیر سے سنوائے گئے ان کی معصومیت و طہارت اور تمام پلید گیوں سے خدا کے دور رکھنے سے کیا راز تھا۔ راز یہ تھا کہ خداوند عالم جانتا تھا کہ میرے حبیب خاتم النبین سید المرسلین حضرت احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ حدیث ثقلین میں قرآن کے ساتھ ضلالت سے محفوظ رہنے کے لئے امت میں اپنے اہل بیت کو سب کے تمسک کے لئے چھوڑنے والے ہوں گے؟ اس لئے کہ پیغمبر اپنی کل امت کو اپنی حیات میں تمام وہ چیزیں تعلیم نہ دے دیوں گے جن کی طرف امت محتاج ہوگی پس لازم ہے کہ خاتم النبیین کی وفات کے بعد کوئی نبی تو ہو ہی گا نہیں بس آپ ہی کی شریعۃ تا صبح قیامت رہے گی اور اگر کوئی مُجدِّد یا نبی ہونے کا مدعی ہو گا وہ اکذ الکذاب اور جعلیہ ہوگا ان باتوں کی وجہ سے آنحضرتؐ کے بعد کوئی نہ کوئی معصوم حافظ شریعۃ محمدیہ ضرور ہو گا جو قرآن کی صحیح تفسیر بتائے گا اور پیغمبران معصومین کا پتہ حدیث ثقلین سے دیں گے اور قرآن کے ساتھ اپنے اہل بیت و عترت کو چھوڑیں گے وہ وہی حضرات ہیں جن کے لئے خدا نے آیہ تطہیر نازل فرما کر ان کی عصمت و طہارت کو ثابت فرما دیا بہر کیف میں یہ نہیں کہتا کہ ازواج نبی میں سب معاذ اللہ لائق قدح ہیں لا واللہ مگر سب "ام المومنین" بیشک ہیں سب ازواج کو شیعہ ام المومنین سمجھتے اُن امہات المومنین سے نکاح اپنی ماں سے نکاح کی طرح حرام جانتے ہیں لیکن جس طرح سب بی بیاں رسول خدا کی امہات المومنین تھیں اس سے یہ لازم نہیں ہو کہ جن بعض ازواج کو قرآن نے ملزم قرار دیا ان کو بھی ہم خواہ مخواہ اچھا ہی اور ہر قدح سے مبرا سمجھیں پھر خدا نے منکن کیوں فرمایا من تبعیض ہے۔ اور خدا نے فقد صغت قلوبکما کیوں فرمایا لہٰذا ہم ان ٹیڑھے دل والوں امہات المومنین کو صرف اُمہات المومنین ہی مانیں گے نہ کہ اہل بیت نبوت کا درجہ دیدیں گے۔ یہ بحث طولانی ہو گئی اور اب میں ختم کرنا چاہتا ہوں بس صرف دو تفسیروں کو سنئے تفسیر کشاف کے حوالے سے ہماری تفسیر منہج الصادقین میں ہو کہ فَقَدْ صغت قُلُوبُکُما جزاء شرط ہے لہٰذا یہ معنے ہیں کہ اِن تَتُوبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ وُجِدَ مِنْکُمَا مَا یُوجِبُ التَّوبَۃَ وَمَیْلُ قُلُوبِکُمَا عَنِ الوَاجِبِ فِی مُحَافِظَۃِ رَسُولِ اللّٰہِ مِنْ حُبِّ مَا یُحِبُّہٗ وَکَرَاہَۃِ مَا یَکْرِہُہٗ یعنی اے حفصہ و عائشہ اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو کیونکہ تم سے یہ وہ فعل ہوا جس سے توبہ واجب ہو۔ اور وہ یہ کہ دل تم دونوں کے محافظت رسول خدا میں واجب سے منحرف ہو گئے وہ دوست رکھنا اس شے کا جس کو آنحضرتؐ محبوب رکھتے تھے اور کارہ ہونا اس شے سے جس سے آنحضرتؐ کراہت فرماتے تھے (تفسیر منہج الصادقین جلد پنجم صـ ۳۱۵)

اور تفسیر کبیر میں ہو کہ اِن تَتُوبَا اِلَی اللّٰہِ حضرت عائشہ و حضرت حفصہ سے خطاب ہے اور فَقَدْ صغت قُلُوبُکُمَا کے یہ معنے ہیں عَدَلَتْ وَمَالَتْ عَنِ الحَقِّ وَھُوَ حَقُّ الرَّسُولِ علیہ الصلوٰۃ والسلام وَذَالِکَ حَقٌّ عَظِیْمٌ یُوجَدُ فِیہِ اسْتِحْقَاقُ العِتَابِ بِاَدْنیٰ تَقْصِیرٍ تمہارے دل حق سے پھر گئے اور منحرف ہو گئے اور وہ حق رسول صلی اللہ آلہ وسلم ہے اور یہ بہت بڑا حق ہو اس میں ادنیٰ گناہ سہی عتاب خدا کا استحقاق ہو ہی جاتا ہے۔ علامہ سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ مطبوعہ بمبئی صـ ۱۲ میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا نے مجھ سے عہد فرمایا تھا کہ مَنْ خَرَجَ عَلیٰ عَلِیٍّ فَھُوَ کَافِرٌ فِی النَّارِ دَاخِلٌ بِالنَّارِ جو شخص علی پر خروج کرے گا وہ کافر جہنمی ہے آتش جہنم پائے گا۔"

مدیر انوار اسلام! آپنے ماہنامہ انوار اسلام مذکور صـ ۳۳ میں تحریر فرمایا ہو کہ حضرت سیدہ زہرا اپنے گھر میں تنہا تھیں ان کا گھر یا حجرہ صرف ایک تھا، ازواج مطہرات کے حجرے متعدد تھے" ہاں صحیح فرمایا اسی لئے تو ازواج کے گھروں کے لحاظ سے فی بیوتکن خدا نے فرمایا مگر آیہ تطہیر میں اہل البیوت نہیں ہو لہٰذا

آیت سے گھر والیاں زوجات مراد نہیں ہیں بلکہ اہل بیت نبوت و شرف مراد ہیں اور جناب معصومہ تنہا اس وقت اپنے گھر میں نہ تھیں بلکہ حسنین تھے علی تھے جناب رسالتمآب اسی ایک ہی گھر کے دروازے پر مہینوں ہر صبح کو آیت تطہیر نازل ہونے کے بعد گذرتے الصلاۃ یا اہل البیت انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیراً فرماتے (جامع الترمذی ص۳۹۳ ، سنن نسائی جلد اول ص۲۳۹) اگر ازواج کے لئے یہ آیت تھی تو فاطمہ کے گھر پر ہی چھ مہینہ تک ایسا آنحضرت عمل نہ فرماتے لیکن ایک روز بھی نبی بیوتکن والیوں کے گھروں پر ایسا نہ فرمایا۔ آپنے اسی ص۳۳ میں ہمارے یہاں کی ایک حدیث اہل کساد کے بارے میں لکھتے لکھتے تحریر فرمایا ہے "سب کو چادر کے اندر بلاتے ہیں یہ سب کچھ **ڈرامائی** انداز سے ہوتا ہے .. جناب والا جناب عائشہ والی روایت کہ آنحضرت گھر سے صبح کے وقت اس کیفیت سے نکلے کہ ایک کملی جس پر بالوں کے سیاہ نقش تھے اوڑھے ہوئے تھے باہر آئے حسن آئے تو حضور نے ان کو لے لیا پھر حسین آئے تو ان کو بھی لے لیا پھر علی مرتضیٰ آئے ان کو بھی لے لیا پھر فاطمہ آئیں ان کو بھی بلا لیا پھر فرمایا انما یرید اللہ الخ غرضکہ میری نقل کردہ حدیث کا مفہوم بھی تو یہی تھا کہ تحت الکساء یہ بزرگوار جمع ہوئے اور جبریل نے آیت تطہیر سنائی اور اس روایت کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت نے ان بزرگواروں کو زیر کساء جمع فرما کر آیت تطہیر پڑھی باعتبار مفہوم و ماحصل تو فرق نہ رہا مگر آپنے ڈرامائی لکھ کر اپنی عصبیت اور پنجتن پاک کے حق میں گستاخی دکھائی ہے کیا یہی انوار اسلام کے طرز بیانات ہیں؟ انصاف شرط ہے

آپ نے تحریر فرمایا کہ شیعہ حضرات از روئے قرآن ازواج مطہرات حضرت عائشہ حضرت حفصہ وغیرہما کو مائیں اور قابل احترام نہیں مانتے ص۱" **یہ بہتان عظیم ہے** یہ قرآن کے خلاف ہے یہ کفر ہے کون شیعہ وازواجہ امہاتکم کے خلاف کرتا ہے ازواج نبی کو امہات المومنین بنا دینا آنحضرت کے احترام کا اظہار ہے آنحضرت کی عظمت دکھانی ہے کیونکہ بعض ازواج نے آنحضرت سے طعن مارا تھا کہ کیا اگر آپ ہم کو طلاق دیدیں گے تو ہم کو شوہر نہ ملیں گے؟ خدا نے اس طعن کا جواب دیا کہ کوئی مسلمان تم کو زوجہ نہیں بنا سکتا میں ان سب مومنین کی تم کو مائیں بنا دوں گا لہذا کون شیعہ نعوذ باللہ کسی کو اپنی زوجہ بنا سکا یا ایسا خیال حرام کر سکا شیعوں نے ازواج نبی کو امہات سمجھا لیکن بتائیے اس کا یہ تو لازم نہیں ہے جو بعض زوجہ مرتکب نافرمانی رسول ہوں ان کو قائد لشکر بنا کر ان کی کمان میں خلیفہ رسول سے نبرد آزما بھی ہو جائیں خلاف حکم خدا و رسول کرنے والیاں ازواج نبی مائیں ہو جانے کے سبب آیت تطہیر میں داخل سمجھ کر آیت کی ہتک حرمت کر کے گناہ عظیم بلکہ اعظم کا ارتکاب کریں؟ باوجودیکہ خدا نے ماں باپ کو اف تک کرنے کی اجازت نہیں دی پھر بھی ان کی اطاعت کفر میں کرنے کو منع فرما دیا اسی طرح امہات المومنین ہماری مائیں ہیں ان سے نکاح حرام تھا لیکن کسی آیت سے اس کا ثبوت دکھا دیجئے کہ ان میں کسی ام المومنین کی قیادت و اطاعت میں ہو کر امام و خلیفہ عصر سے جنگ کے لئے تیار ہو جانا۔ اطاعت بھی کرنا وغیرہ واجب کیا گیا اس مسئلہ میں اور کیا عرض کروں اس سلسلہ میں آپنے کون سی منطق سے مثال دی ہے جو صاف میری سمجھ میں نہیں آسکی اور یونہی سی رہی اور جہل ہی تھی۔ المعنے فی بطن الشاعر سا اعتراض رہا۔

آل محمد :- آل محمد و اہل رسول و اہلبیت نبی و عترت رسول و ذریت رسول یہ مختلف تعبیرات و الفاظ ہیں سب کا مفہوم واحد ہے چنانچہ کمال الدین شافعی نے مطالب السئول میں لکھا ہے کہ آل رسول اہل بیت رسول ہیں اور اہلبیت رسول آل رسول ہیں جس وقت آیہ تطہیر نازل ہوا اس وقت اہل بیت رسول علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ پر اہل بیت نبی ہونے کا حصر ہو گیا کہ آنحضرت نے زیر کساء کے محصور فرما دیا اور فرمایا تھا اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم اور جناب ام المومنین حضرت ام سلمہ کو باوجود درخواست ...

توجو شر پر ہو جانے والا ہو یا ہے کیسے آیت تطہیر میں سما سکے گا؟

بیت کے لغوی معنےٰ خانہ (گھر) اس کی جمع بیوت . ابیات اور ابابیت لہذا لغت کے رو سے اہل البیت کے معنےٰ گھر والے عامہ کی روایت کے رو سے جناب ام سلمہ کے گھر علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ جمع ہوئے آنحضرتؐ نے انکو تحت الکساء لے لیا ان کو اہل البیت فرمایا اور آیت تطہیر نازل ہوئی اُس وقت اہل البیت آنحضرتؐ سمیت یہی چاروں حضرات علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ تھے اگرچہ یہ حضرات خانہ ام المومنین جناب ام سلمہ میں تھے ساکنین وہاں کے نہ تھے جناب ام سلمہ بھی موجود تھیں آپ ہی کا وہ گھر تھا لیکن اہل البیت میں نہ تھیں اگر ہوتیں تو تحت الکساء داخل ہونے سے پیغمبر کی زبانی روکی نہ جاتیں لہذا اہل البیت سے یہاں گھر والے مراد لینا زعم باطل ہے اس کی نظیر ملاحظہ ہو. علامہ قسطلانی کی شرح نیز دیگر کتب میں ملاحظہ ہو کہ قصۂ قرطاس کے بارے میں صحیح بخاری میں فَاخْتَلَفَ اَھْلُ الْبَیْتِ کی یہ توضیح کی گئی ہے کہ اَلَّذِیْنَ کَانُوْا فِیْہِ مِنَ الصَّحَابَۃِ لَا اَھْلِ بَیْتِہٖ یعنی وہاں آنحضرتؐ کے مرض کی حالت میں نزاع اور اختلاف کرنیوالے اس گھر والوں سے مراد وہ اصحاب رسول ہیں جو اُس وقت موجود تھے نہ کہ آنحضرتؐ کے اہل بیت . آپ نے دیکھا! کہ ان جھگڑنے والے اصحاب پر اہل البیت لغوی معنےٰ سے کہا گیا حالانکہ وہ اصحاب اس گھر کے رات دن ساکنین نہ تھے معلوم ہوا کہ آیت میں لفظ اہل البیت کے لغوی معنے مراد نہیں ہیں ورنہ جناب ام سلمہ منع نہ کی جاتیں بلکہ بیت کے اصطلاحی معنے بیت شرف کے ہیں جیساکہ خدا نے حضرت ابراہیم کو طَھِّرْ بَیْتِیَ میرے گھر کو پاک کرو خدا کعبہ بیت اللہ کو اپنا گھر کہتا ہے کیا معنے بیت الشرف بیت المعظمہ

اسی طرح آنحضرتؐ نے فرمایا اَلسَّلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ سلمان ہم اہل بیت سے ہیں تو کیا یہ مطلب ہے کہ سلمان ازواج نبی کے ایک زوجہ ہیں؟ غرض کہ کہاں تک دلائل پیش کروں بس ما حصل یہ ہے کہ قول رسولؐ اور فعل رسولؐ سے ثابت ہے کہ ازواج نبی اور ہیں اور اہل بیت نبوت و شرف اور. دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا بُعد ہے.

آپ نے فدوی کے رسالہ تفسیر آیۂ تطہیر کے بارے میں ص۳۲ میں تحریر فرمایا ہے کہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی مدظلہ سے بھی جواب کی درخواست کی گئی مگر پیرانہ سالی کی وجہ سے انھوں نے معذوری ظاہر کر دی" مدیر انوار اسلام! پینتیس ۳۵ برس ہوئے جب فدوی کا وہ رسالہ شایع ہوا میں اُن دنوں موتی ہاری ضلع چمپارن بہار ترہُت ڈویژن کے ضلع اسکول میں عربی ٹیچر تھا میں نے عبدالشکور آنجہانی کو دیکھا تھا تو کیا پینتیس ۳۵ برس پہلے سے تاآخر عمر موصوف کو پیرانہ سالی کی معذوری تھی؟ میں نے اُن دنوں سنا تھا کہ میرے رسالہ کے جواب کے لئے شہر میں برابر میٹنگ ہو رہی شہر کے موجودہ مولوی صاحبان مثلاً مولوی عزیز صاحب پھلواری مولوی جسیم الدین صاحب دیو بندی مدرس اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ موتی ہاری وغیرہ ہمارے درخواست ہو رہی کہ حفاظت حسین کا جواب لکھئے لکھنؤ میں دفتر النجم میں ہلچل تھی لیکن فدوی نے آج تک جواب رسالہ مذکور نہ پایا اور آپ نے تو جواب تو لکھا نہیں غیر متعلق باتوں سے اپنے ماہنامہ کے کالم سیاہ کئے اور طعن و تشنیع کے جملے تحریر فرمائے.
اور لطیفہ تو یہ رہا کہ آپ نے صنا میں یہ بھی لکھا ہے یا اللہ کہ میرا مقصد طعن تشنیع نہیں ہے" چہ خوش؟ کیا سچی قسم کھائی ہے؟ لیکن بتائیے ذیل کے جملے کیسے ہیں. شیعوں کی تفسیر قرآن مجید کے گرد نہیں گھومتی. حدیث کساء کے واقعات یہ سب کچھ ڈرامائی انداز سے ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ. بس ایسے ہی باتوں سے تو آپنے فدوی کے اس رسالہ کا جواب دیا ہے غرض کہ وَلَنْ تَفْعَلُوْا.

بعثت کے بعد مکۂ مشرفہ میں تیرہ برس مقیم رہے پھر بحکم خدا مدینۂ منورہ میں ہجرت فرمائی یہاں حضور دس سال زندہ رہے
مکہ میں ہی قرآن کی کا ابتدائے نزول ہوا اُن سوروں اور آیات کو تقدم ہے جو مکہ میں اُترے جب مدینہ میں تشریف لائے
تو سلسلۂ نزول قرآن رہا اور جو سورہ اور آیات یہاں نازل ہوئے ان کو تاخر ہے لیکن موجودہ ترتیب میں کوئی پورا
سورہ مکی ہے مگر اس کی متعدد آیتیں مدنی یا پورا سورہ مدنی ہے لیکن بعض مکی ہیں یہ مسئلہ طولانی ہے پھر آیات تطہیر کو ازواج
نبی کی سرزنش وتنبیہ وہدایت کے سلسلہ میں آیت تطہیر اہل بیت نبوت کو ضم کر دیا گیا ہے اس پر تعجب کیا ہے؟ بلاغت
قرآن کو نداق سلیم والے ہی سمجھ سکتے ہیں آیت تطہیر کے قبل اور بعد والی آیتوں کو پڑھیے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا
تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَوٰةَ وَآتِينَ الزَّكَوٰةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ط (انما
يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا ٥) وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ط

(ترجمہ) (اے ازواج نبی) اپنے گھروں میں نچلی بیٹھی رہو اور اگلی جاہلیت کے زمانے کی طرح سے عورتوں کی طرح سے مت
پھرا کرو اور پابندی سے نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو (اے پیغمبر کے اہلبیت اللہ تو
بس چاہتا ہے کہ تم کو تمام رجس (برائیوں) سے دور رکھے اور پاک و پاکیزہ رکھے) اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی باتیں اور
حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔۔۔ بین القوسین کے قبل و بعد کا جیسا سلسلۂ بیان ہے صاف بتاتا ہے کہ
آیت تطہیر کو ترتیب دینے والے نے بے محل ضم کر دیا ہے۔

واضح باد وقرن فی بیوتکن کی سوا دو ایک کے کل ازواج نبی تاحیات سختی سے پابند رہیں جناب ام المومنین حضرت
سودہ سے چند لوگوں نے کہا آپ عمرہ کیوں نہیں فرماتیں؟ جواب دیا کہ ایک بار مجھ پر واجب تھا کر چکی اب تو میرا حج یہی ہے کہ
حکم خدا کے مطابق اپنے گھر سے نہ نکلوں۔ چنانچہ آپ عمر بھر آپ اپنے حجرے سے باہر نہ گئیں مگر مرنے کے بعد لیکن حضرت
عائشہ صرف اپنے گھر سے نہ نکلیں اور باہر قدم نہ اٹھایا بلکہ کوسوں مدینہ سے مکہ گئیں اور پھر واپس آئیں پھر مدینہ سے
بصرہ نکلیں اور اونٹ پر سوار ہو کر ام المومنین نے امیر المومنین علیؑ سے مقابلہ فرمایا اور مسلمانوں کا خون بہایا۔

(تفسیر درمنثور جلد ۵ ص ۱۹۶ مصر)

فریقین کا اتفاق ہے کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے پورے قرآن کی جمع و تدوین فرمائی اور
یہ تاریخی مسلمات میں ہے اور آپ کا مرتب کردہ قرآن مدتوں موجود رہا (معارف جون ۱۹۴۷ء صفحہ ۴۰۶) امیر المومنین
علی کے مرتب کردہ قرآن کی ترتیب نزولی تھی اس میں سورتوں کی ترتیب کا بھی فرق ہے (معارف مذکور ص ۴۰۸) جناب
امیر علیہ السلام نے اپنے عہد ظاہر میں اپنے مرتب قرآن کو نہ نکالا کہ اور زیادہ انشقاق و افتراق و اختلاف بڑھ جائے گا
اور ہمارے حق کا اثبات ہمارے محبوں کو ناممکن ہو گا کیونکہ احادیث کی طرح دو قرآن بھی ہو جائیں گے یونہی رہے جیسا
تینوں دور میں رکھا گیا ہے جو یائے حق کیلئے اور احتجاج کیلئے اور استدلال کیلئے وہی کافی ہے، کہ ہے تو کلام اللہ ہی
نہ کہ غیر کا کلام۔

اب تین چار ہی مثالاً حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:۔ آنحضرتؐ نے فرمایا فضلت خدیجة علی نساء امتی کما فضلت
مریم علی نساء العلمین خدیجہ کو میری امت کی عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح مریم کو تمام جہان کی
عورتوں پر (بحوالہ دیلمی ارجح المطالب ص ۲۸۳) جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے جناب فاطمہ سے فرمایا کہ
تم سیدۃ نساء العالمین ہو (بحوالہ حاکم ارجح المطالب ص ۲۸۵) آنحضرتؐ نے فرمایا اہل جنت کی عورتوں سے افضل
خدیجہ اور فاطمہ بنت محمد ہیں (ابو داؤد [illegible]

مدیر انوار اسلام نے اسی انوار اسلام ماہ اپریل ۱۹۶۲ء میں تحریر فرمایا ہے کہ جناب فاطمہ کی اولاد سید نہیں کہی گئی، لیکن اے جناب یہ تو ماننا پڑے گا کہ آنحضرت سید الانبیاء تھے لہذا آپ کی ذریت کیسے سید نہ ہوئی؟ چنانچہ حضور صلعم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ ذُرِّیَّۃَ کُلِّ نَبِیٍّ فِیْ صُلْبِہٖ وَجَعَلَ ذُرِّیَّتِیْ فِیْ صُلْبِ عَلِیٍّ . خدا نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں قرار دیا اور میری ذریت صلب علی میں قرار دی (تاریخ خطیب و طبرانی وغیرہ) آنحضرتؐ نے علیؓ سے فرمایا اَنْتَ اَخِیْ وَاَبُوْ وُلْدِیْ تم میرے بھائی اور میری اولاد کے باپ ہو (مناقب محمد)

رشید نے ائمہ اہلبیت سے جناب امام ہشتم حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ ذریۃ رسول اللہ سے کیونکر کہلاتے ہیں کہ آپ تو علی کی ذریت و اولاد میں ہیں؟ جناب امام علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِلٰی عِیْسٰی وَلَیْسَ لَہٗ اَبٌ یعنی حضرت ابراہیم کی ذریت سے داؤد و سلیمان تھے اور عیسیٰ پس امام نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ تو بے باپ کے پیدا کئے ہوئے تھے وہ جناب تو اپنی ماں مریم کی وجہ سے ذریت ابراہیم میں ٹھہرے اسی طرح سے ذریت فاطمہ زہرا اولاد رسول اللہ ہے۔ (صواعق محرقہ) اور بھی روایات ہیں مگر بخوف طوالت نہ لکھے گئے اور مدیر مذکور نے لکھا ہے کہ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ اے نبی اپنی بی بیوں اور بیٹیوں کو اور مومنین کی عورتوں کو حکم دیدیجئے۔ اگر ایک بیٹی ہوتی تو بَنٰتِکَ کے جمع کا محل نہ تھا (انوار اسلام صفحہ ۹ ماہ اپریل ۱۹۶۲ء) جناب عالی! آنحضرت کی اکلوتی بیٹی صاحب آیۂ تطہیر جناب فاطمہ تھیں حضور کی صلب اطہر سے کوئی بیٹی نہ تھی البتہ ربیبہ یعنی پروردہ تھیں جس طرح زید کو آنحضرتؐ کا منھ بولا بیٹا سب کہنے لگے، چنانچہ زینب و رقیہ جحش کی بیٹیاں تھیں (کتاب البلاذری وغیرہ) ونیز پارہ ۱۲ ہود میں حضرت لوط نے اپنی ناہنجار بدکردار قوم سے فرمایا یٰقَوْمِ ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ ھُنَّ اَطْھَرُ لَکُمْ اے میری قوم میری یہ بیٹیاں موجود ہیں وہ تمہارے لئے خاصی ہیں تو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجکو فضیحت مت کرو۔"

تو وہ حضرت لوطؑ کی درحقیقت بیٹیاں نہ تھیں جن کے بارے میں آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ یہ تمہارے لئے اچھی خاصی ہیں اور نہ کوئی شریف یہ جملہ کہہ سکتا ہے۔ بلکہ یہاں ان بیٹیوں سے مراد قوم کی بیٹیاں تھیں اور جناب لوط نے ان کی اضافت اپنی طرف اس مناسبت سے دی کہ ہر پیغمبر اپنی امت کا باپ ہوتا ہے (ابن کثیر و جامع) پس اسی معنے سے خدا نے آنحضرتؐ سے فرمایا کہ آپ اپنی ازواج اور قوم کی بیٹیوں اور نساء یعنی ازواج امت سے فرما دیجئے۔

اور مدیر مذکور نے صفحہ ۹ میں لکھا ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹیوں سے انکار کیا ہے انھوں نے حضرت عائشہ کے متعلق بھی یہ روایت گڑھ رکھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے کہدیا تھا کہ میرے بعد میری بی بیوں سے جو تمہاری مخالفت کرے اُسے تم کو میری طرف سے طلاق دینے کا اختیار ہے چنانچہ اسی حق تفویض کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل میں حصہ لینے پر عائشہؓ کو زوجیت رسول سے علیحدہ کر دیا اور وہ ام المومنین نہیں رہی تھیں (انوار اسلام ماہ اپریل ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۰) ایڈیٹر صاحب!! احادیث کا گڑھ لینا جناب ابوہریرہ وغیرہ کا کام رہا موصوف کو تو اس میں ید طولیٰ تھا شیعہ جھوٹی حدیثیں گڑھنے والوں پر نفرین کرتے ہیں کیونکہ یہ آنحضرت پر اتہام ہے نعوذ باللہ من ہذا لا کاذیب نیز آپ شیعہ کی کسی کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے جناب عائشہ کو زوجیت رسول سے علیحدہ کر دیا اور وہ ام المومنین نہیں تھیں۔

آپ صفحہ ۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیعوں نے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کو ... قرار دیکر

اس غلو میں وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کا بھی انکار کر دیتے ہیں یہ نقطۂ نگاہ سراسر غلط ہوگا

جناب عالی! بیشک شیعوں نے حسب فحوائے حدیث ثقلین آنحضرتؐ کے بعد اہلبیت اطہار سے تمسک رکھنے کو قرآن کے ساتھ مدار نجات قرار دیا ہے اور ان کے خلاف مدار دین رکھنے والوں کو ضلالت پر ہی سمجھتے ہیں۔ حدیث مَثَلُ اَهلبیتی کمثل سفینة نوح الخ یہی مطلب ہے کہ اہلبیت نبوت سے منحرف غرق بحر ضلالت ہے (اس حدیث کو تفسیر کشاف و تفسیر کبیر میں بسلسلۂ آیت مودۃ دیکھئے) شیعوں نے اپنے دین کا مدار اتباع علی و مودۃ اہلبیت پر رکھا ہے۔ علی کیا ہیں اس کیلئے یہ چند اوراق تو کافی نہیں ہیں کہ بتایا جائے صرف نمونے کے طور پر تفسیر کبیر سے ملاحظہ ہو۔ علامہ رازی لکھتے ہیں "علی کل نمازوں میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو با لجہر (آواز) پڑھتے تھے اور قول اَنَّ هٰذِهِ الحُجَّةُ قَوِیَّۃٌ فِی نفسی راسخة فی عقلی لا تزول البتة بسبب کلمات المخالفین (تفسیر کبیر جلد اول ص ۱۰۵ حجہ ۳) یعنی اور میں یہ کہتا ہوں کہ یہ دلیل میرے نفس میں قوی ہے میری عقل میں راسخ ہے مخالفوں کی باتوں کے سبب البتہ امل ہے" پھر موصوف لکھتے ہیں کہ علی تسمیہ بالجہر فرماتے تھے لہٰذا تواتر سے ثابت ہوگیا اور جو شخص اپنے دین میں علی ابن ابی طالب کی پیروی کرے اُس نے ہدایت پائی اس پر دلیل جناب رسول خدا کا ارشاد ہے اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الحَقَّ مَعَ عَلِیٍّ حَیْثُ دار۔ بارالٰہا حق کو علی کے ساتھ پھرا جہاں جہاں علی پھریں۔ (تفسیر کبیر جلد اول ص ۱۰۵ حجۃ خامسہ)

فاطمہ زہرا وہ ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّی مَنْ اٰذاھا فَقَدْ اٰذانی وَمَنْ اٰذانی فقد اذی اللہ (ابن عساکر و ترمذی و حاکم) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کیلئے عصبہ ہے لیکن اولاد فاطمہ کیلئے میں عصبہ ہوں وہ میری عترت سے پیدا ہوئی (مستدرک۔ تاریخ ابن عساکر) اتنا ہی حق جو کے لئے کافی ہے۔

حسنین علیہ السلام بلا اشکال دونوں فرزندان پیغمبر نے امامت کا دعویٰ فرمایا اور اُس کیلئے نکلے دونوں شاہزادوں کے زمانوں میں سوا معاویہ و یزید کے کوئی اور مدعی خلافت نہ کھڑا ہوا اور معاویہ وہ بھی بمقابلہ علی و حسن اور یزید ملعون بمقابلہ اَنا مِنَ الحُسَین جیسے تھے بدیہی ہے پس واجب ہوا کہ امامت حسن و حسین کیلئے ہی تھی چنانچہ حدیث مشہور ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اِبنایَ ھٰذانِ اِمامانِ قاما او قعدا حسن و حسین میرے دونوں بیٹے امام امت ہیں خواہ جہاد کے ساتھ اٹھیں یا جہاد سے بیٹھ رہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا حسینٌ منی و انا من الحسین (بخاری۔ ابن ماجہ۔ ترمذی۔ اسد الغابہ ابن اثیر) تو جناب ایڈیٹر صاحب نوائے اسلام! یہ سبب ہیں کہ شیعہ علی و فاطمہ و حسن و حسین و دیگر ذریت فاطمہ کو مرکز دین قرار دیے ہوئے ہیں اور آپ جن کو اپنے دین و مذہب سلف کا مرکز اور مدار قرار دیے ہوئے ہیں اُن لوگوں کو رسول و آل محمد و ذریت رسول و اہلبیت طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین من یومنا ھذا الی یوم الدین صلوٰۃ تامۃ فی کل آن و حین سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ بس صرف ایک اقتباس پر اپنا بیان ختم کروں وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا البَلاغ۔

اقتباس مذکورہ۔ آپ حضرات فرماتے ہیں کہ علی کے زمانہ میں فتوحات ملکی میں کچھ ترقی نہیں ہوئی (جیسے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کی بعثت فتوحات ملکی ہی کیلئے تھی)، بلکہ حضرت عثمان کے خون کی وجہ سے مسلمانوں میں نا اتفاقی کھڑی ہوگئی عائشہ و معاویہ دونوں چاہتے تھے کہ عثمان کے قاتلوں سے قصاص لیا جائے اور علی چاہتے تھے کہ امن قائم ہو کر باقاعدہ تحقیق کے بعد قصاص لیا جائے (علی حق کے ساتھ تھے یہ کیا برا چاہتے تھے؟) اس کشاکش میں (جو عائشہ و معاویہ کے باعث ہوئی) ہزارہا مسلمان موت کے گھاٹ اترے (کیا ام المومنین جناب عائشہ کو یہی چاہئے تھا کہ مومنین کو قتل کرا دیں؟ اور کیا یہی حکم خدا وَقَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ کی تعمیل تھی؟) اور علی یہ چاہتے کہ میری خلافت تسلیم کرلیں، اور معاویہ چاہتے کہ میری خلافت تسلیم کرلیں (آپکے امیر معاویہ جب علی خلیفۂ چہارم مان لئے گئے ایسا کیوں چاہتے تھے معاویہ کون اور ام المومنین کون؟ موصوفہ نے یہ کیا کر دیا؟) (ملاحظہ ہو یہ اقتباس مذکور متوسط قرآن مجید بہ دو ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی ص ۶۵) تو گذارش یہ ہے کہ اب تاویلات باطلہ سے اپنا مسلک حق سے الگ قرار دینا یہ آپ کرتے ہیں یا ہم؟ تصریحات احادیث و آیات قرآن کے برعکس آپ فرماتے ہیں یا ہم شیعہ؟ انصاف شرط ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

ماہ اکتوبر ۶۲ء کے شمارہ اصلاح میں ہم نے حافظ ابو محمد امام الدین صاحب مدیر ماہنامہ انوار اسلام رامنگر ضلع بنارس کے ان دل آزار فقروں اور اتہامات کے جواب میں سرسری طور پر چند حقائق پیش کیے تھے جو موصوف نے مولانا سید حفاظت حسین صاحب قبلہ بھیکپوری کے رسالہ "تفسیر آیۂ تطہیر" کے جواب میں تحریر کیے تھے۔ مولانا حفاظت حسین صاحب قبلہ بحمدہ زندہ و سالم موجود ہیں اور چونکہ انھیں کے مضمون پر حافظ صاحب نے حملے کیے تھے اسلیے اس کا جواب مولانائے ممدوح ہی کے قلم سے زیادہ بہتر ہوتا لیکن مولانائے ممدوح پر دو مرتبہ فالج کا حملہ ہو چکا ہے اور ابتک علالت کا سلسلہ جاری ہے وہاں سے جواب آنے میں تاخیر ضروری تھی پھر بحیثیت مدیر ہمارا بھی فریضہ تھا کہ اس فتنہ کا سدباب کریں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہماری طرف سے کبھی بھی حملہ کی ابتدا نہ ہوئی۔ ہم آجتک حملوں کا جواب ہی دیتے آئے ہیں۔ حافظ صاحب نے اپنے مضمون میں سارے شیعوں پر تہمت لگائی تھی اور بالکل اس انداز میں جس انداز میں ناصبی ذہنیت کے افراد لگاتے ہیں۔ انھوں نے ہم شیعوں کے متعلق بڑی بیباکی سے لکھا تھا کہ ہم اُمہات المومنین کا ویسا احترام نہیں کرتے جیسا کہ ایک معمولی انسان اپنی ماں کا کرتا ہے ہم پر یہ تہمت تراشی کی تھی کہ ہماری تفسیر قرآنمجید کے گرد نہیں گھومتی بلکہ مخصوص مسلک و نظریہ کے گرد گھومتی ہے پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے من فسر القرآن برائہ فلیتبوء مقعدہ من النار جو شخص قرآنمجید کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ حافظ صاحب نے صریحی طور پر شیعوں کو تفسیر بالرائے کا مرتکب قرار دینے کی کوشش کی ہے اور اس سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔ اسی لیے ہم نے انتہائی سنجیدگی اور اعتدال کے ساتھ بہت مختصر سا تبصرہ اُن کے مضمون پر لکھا اور جو کچھ لکھا حق و صداقت کے مطابق، اور حافظ صاحب کے ہم مسلک و ہم عقیدہ اکابر علمائے اہلسنت کے بیانات کی روشنی میں لکھا۔ ہمیں توقع تھی کہ اگر حافظ صاحب علامہ حفاظت حسین صاحب قبلہ کے ۲۰ صفحے کو دلجمعی سے نہ پڑھ سکے ہوں گے تو ہمارا مختصر سا مضمون ضرور پڑھ لیں گے اور ٹھنڈے دل سے غور کریں گے اور آئندہ جو کچھ لکھیں گے وہ ہمارے مضمون کو پیش نظر رکھکر اور صرف موضوع بحث سے متعلق۔ غیر متعلق باتوں کو لکھکر بحث کو گنجلک کرنے کا فائدہ ہی کیا۔ اب ہمارے سامنے انوار اسلام جنوری ۶۳ء کا شمارہ ہے اور حسب توقع حافظ صاحب نے ہماری تحریر کا جواب دینے کی کوشش کی ہے اس کوشش میں وہ کہانتک کامیاب ہوئے ہیں اس کا اندازہ خود حافظ صاحب کی تحریر سے بخوبی ہو سکتا ہے اس مضمون کے جواب کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ حافظ صاحب ہی کا پورا مضمون بعینہ نقل کر دیا جائے۔ ناظرین اصلاح اگر تنبہ پھر اکتوبر کے شمارہ میں ہماری تحریر کو ملاحظہ فرمائیں اور اسکے بعد حافظ صاحب کی تحریر پر نظر کریں اور انصاف فرمائیں کہ موصوف نے ہمارے کسی ایک فقرہ کا بھی جواب دیا ہے؟ کہاں تو قرآن و حدیث کی باتیں علماء کے اقوال مفسرین کے بیانات اور کہاں ایک جواب میں سب و شتم اور بہتان تراشیوں کی انتہا۔ اب ناظرین حافظ صاحب کی خامہ فرسائی ملاحظہ فرمائیں اور داد دیں!

[illegible] کا ایک
مضمون لکھا تھا۔ یہ مضمون ہمیں اسلیے لکھنا پڑا کہ ابوالحسن صاحب نے چندواپلاموں صوبہ بہار سے شیعی ماہنامہ اصلاح
کا ایک پرچہ ہمیں بھیجا تھا جس میں ۲۸ صفحے کا ایک مضمون شیعی عالم مولوی حفاظت حسین صاحب بھیکپوری کا تھا۔ اس مضمون
میں قرآن وحدیث کو مسخ[1] کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ حضرت رسول اللہ کی ازواج مطہرات آیت تطہیر میں
داخل نہیں ہیں۔ ابوالحسن صاحب نے یہ پرچہ بھیجکر لکھا تھا کہ ان کے علاقے کے سنیوں کے عقائد خراب ہو رہے ہیں
اور بڑے اصرار والحاح کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے کی درخواست کی تھی اب ہمارے پاس ایسا ہی ایک خط
الہ آباد سے عابد حسین صاحب نے لکھا ہے وہاں بھی سنی نوجوان شیعی پروپگنڈے سے سخت متاثر ہو رہے ہیں اور وہ
سنیوں سے بحثیں کر رہے ہیں اس دوگونہ ضرورت سے ہمیں قلم اٹھانا پڑ رہا ہے بھیکپوری صاحب کے مضمون پر لکھنے کیلیے
ہمیں فرصت نہ تھی اور نہ انوار اسلام میں گنجائش اسلیے ہم نے اختصار اور جامعیت کے ساتھ زیر بحث مسئلے
کی حقیقت پر روشنی ڈالی تھی اب اکتوبر ۶۲ء کا اصلاح براہ راست دفتر سے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے جسمیں
مدیر اصلاح جناب سید محمد باقر صاحب نقوی مولوی فاضل، صدر الافاضل نے ہمارے ڈھائی صفحے کے مضمون پر
۹ صفحے کا مضمون لکھا ہے۔ اس مضمون سے شیعہ مذہب کے بہت سے مفاسد[2] کھل کر ہمارے سامنے آگئے ہیں اس مضمون پر

---

[1] قرآن وحدیث کو کس نے مسخ کیا کس نے ان دونوں کی دھجیاں اڑائیں اس کی نشاندہی خود علمائے اہلسنت کی
کتابوں سے ہوتی ہے۔ حافظ صاحب نصاف سے فرمائیں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی کس خاندان کا چشم وچراغ
اور کس بزرگ خلیفہ کا قوت بازو تھا جس سے پیغمبر خدا وحی لکھواتے تو وہ اصلاح دیکر کچھ کا کچھ لکھ دیا کرتا حضرت
فرماتے کہ لکھو سمیعا علیما تو وہ لکھ دیتا علیما حکیما اگر حضرت فرماتے کہ علیما حلیما لکھو تو وہ وہاں سمیعا علیما لکھدیتا
فکان ذیہا یملی عزیز حکیم فیکتب غفور رحیم اگر حضرت کسی سورہ میں فرماتے کہ عزیز حکیم لکھو تو وہ غفور رحیم
لکھدیتا (درمنثور جلد ۳ صفحہ ۳۰) مسلمانوں کو یہ سنکر عبرت ہوگی کہ یہ اور کوئی نہیں حضرت عثمان کا رضاعی بھائی
تھا اس نے اور حضرت عثمان نے ایک ماں کا دودھ پیا تھا اور اتنا چہیتا تھا کہ اس کے مقابلہ میں حضرت عثمان کو پیغمبر
کی بھی پروا نہ تھی۔ فتح مکہ کے دن پیغمبر نے حکم دیدیا تھا کہ ابن ابی سرح جہاں ملے قتل کر دیا جائے چاہے خانہ
کعبہ کے پردوں کے پیچھے ہی کیوں نہ ہو حضرت عثمان نے ابن ابی سرح کو غائب کر دیا جب مکہ میں امن قائم ہوگیا
تو حضرت عثمان نے ابن ابی سرح کو نکالا اور رسالتمآب سے جان بخشی کی درخواست کی۔ آنحضرت کافی دیر تک خاموش رہے اور اسکے
بعد کہا اچھی بات ہے حضرت عثمان جب اپنے گھر واپس چلے گئے تو آنحضرت نے اصحاب سے فرمایا کہ میں اتنی دیر خاموش اسلیے رہا کہ تم
میں سے کوئی اٹھتا اور اسکی گردن مار دیتا۔ انصار میں سے کسی نے کہا تو حضور نے ہمیں اشارہ کیوں نہ کر دیا۔ آنحضرت نے فرمایا
بات یہ ہے کہ نبی کے لیے دزدیدہ نگاہی جائز نہیں۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۲ تفسیر شوکانی جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ سنن ابی داؤد
جلد ۲ صفحہ ۲۲ کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صفحہ ۴۹ مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۰۰ استیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۸۱ تفسیر قرطبی جلد ۷ صفحہ ۴۰)
[2] حافظ صاحب سے تصریح ممکن نہ ہوسکی کہ آخر وہ کونسے مفاسد ان کی چشم بینا نے دیکھ لیے۔ ہم نے جو کچھ لکھا تھا آپ کے
بزرگان سلف کی کتابوں کے حوالے [illegible]

ہم جو تبصرہ کریں گے اس سے الہ آباد کے نوجوانوں پر شیعہ مذہب کی حقیقت واضح ہو جائے گی اور اُن کو اندازہ ہو جائے گا کہ شیعی علماء اور اہل قلم بڑی بڑی کتابوں کے حوالے دے کر اور اپنی قابلیت کا فریب دہ مظاہرہ کر کے کس طرح لوگوں کو بدعقیدگی کا شکار کرتے ہیں، صدر الافاضل صاحب نے بڑی شان سے بتایا ہے کہ اصلاح کو نکلتے ہوئے ۶۶ برس ہو چکے ہیں اسی سلسلے میں آپ نے لکھا

"بہت سے مفروضہ عقائد ہیں جو تیرہ سو برس سے چلے آرہے ہیں" ان پر آئے دن بحثیں ہوتی ہیں عقلی و نقلی دلائل سے ضخیم سے ضخیم کتابیں تیار ہو جاتی ہیں لیکن نہ ماننے والے ایک نہیں مانتے۔"

ہم اب سے ۳۰-۴۰ برس قبل اصلاح کے بعض پرچے دیکھ چکے ہیں اسلیے ہم جانتے ہیں کہ وہ ۶۶ برس سے خاص ضلالت و گمراہی کی نشر و اشاعت کر رہا ہے۔ اصلاح کے عقلی و نقلی دلائل کیسے ہوتے ہیں اس کا ایک نمونہ صدر الافاضل

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۹) ہے اور کتابیں ایسی جن پر جمہور کے مذہب کی بنیاد قائم ہے۔ شیعوں کا مذہب وہی ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اور اُن کے گھرانے کا مذہب تھا اگر ہمارے مذہب میں مفاسد ہوں گے تو ان کا سلسلہ پیغمبر تک (معاذ اللہ) جا کر منتہی ہوگا آپ اپنے مذہب کی خبر لیجئے جن کے اصول و قوانین بنی امیہ کے دور میں منضبط ہوئے بنی امیہ سے پہلے سنت والجماعت کا نام و نشان تک نہ تھا۔ لاف و گزاف کی حیثیت اور ہے اور منطق و استدلال کی اور مہمل سے مہمل نظریات و مذاہب کے افراد بھی دوسروں میں کیڑے نکالتے ہیں حق و باطل کی پہلی کسوٹی عقل ہے آپ اپنے عقائد و مسلمات کو پہلے ذرا عقل کی کسوٹی پر کس کر دیکھئے کہ پورے اترتے ہیں یا نہیں اور وہ عقائد مفاسد ہیں یا خیر و صلاح۔

ص شیعی علماء آپ لوگوں جیسے نہیں جنھیں علم سے ہمیشہ دشمنی رہی وہ علم کے شیدائی اور بابِ مدینۃ العلم کے غلاموں میں ہیں آپ لوگ علم دشمنی میں اتنا حد سے گذر گئے کہ کتب خانہ کے کتب خانے پھنکوا دیئے اسکندریہ کا وہ عجوبہ روزگار کتب خانہ نذرِ آتش کیا جس کی نظیر آج تک دنیا پیش کرنے سے قاصر رہی صاحب بن عباد وزیر کا نادر قیمتی کتب خانہ تباہ و برباد کیا جو علوم و فنون کا بیش بہا سرمایہ تھا ہم نے علم کی قدر و قیمت سمجھی اور اس کے حصول کے لئے اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔ ہم نے جہاں اپنے علماء کی کتابوں کو کلیجے سے لگا کر رکھا وہاں آپ کے علماء کی کتابوں کو بھی عزیز سمجھا۔ اور جس طرح اپنی کتابیں پڑھیں آپ کی بھی پڑھیں اور دونوں مطالعے کے نتیجے میں حق جو پہلے ہی سے واضح تھا ہم پر مزید واضح ہوا۔ ہم میں اتنی صلاحیت پیدا ہوئی کہ ہم آپ کو خود آپ کی کتابوں سے قائل کر سکیں فریب دہ مظاہرہ ہم نہیں کرتے آپ کرتے ہیں جو اپنی کتابوں سے آنکھ بند کر کے اپنے علماء کی تصریحات و اقوال اپنے بے خبر بھائیوں تک پہونچنے نہیں دیتے۔ ان غریب مسلمانوں کو پتہ ہی نہیں چلنے پاتا کہ حقیقت کیا ہے۔ آپ زبردستی محمود کی ٹوپی احمد کے سر پر پہنا دیں۔ قرآن مجید پر صریحی ظلم کر کے اس کی غلط توجیہ کریں تو بالکل ٹھیک، اور ہم آپ ہی کی کتابیں کھول کر سامنے رکھ دیں تو فریب دہ مظاہرے کے مرتکب؟ حافظ صاحب انصاف سے فرمائیے کہ ہم نے اپنے مضمون میں ایک بات بھی اپنی کتاب سے لکھی تھی؟ ہم نے جو کچھ لکھا تھا کیا آپ کی کتابوں میں موجود نہیں۔ آپ کے پاس وہ کتابیں تو ضرور موجود ہوں گی۔ پھر ان کتابوں کو کھول کر ایک نظر دیکھ کیوں نہیں لیتے کہ ہم نے جو کچھ لکھا تھا وہ ان میں موجود بھی ہے یا نہیں۔

صاحب کا زیر نظر مضمون ہے اور آگے اس کی حقیقت واضح کی جائے ایک خاص حقیقت تو یہیں دیکھ لیجئے بعثت نبوی کے ۱۳ سال بعد ہجرت ہوئی اور اس وقت ۱۳۸۲ھ ہے اور صدر الافاضل صاحب کے بیان کے مطابق اختلافی عقائد کی بحث کا سلسلہ تیرہ سو برس سے جاری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ مذہب کا آغاز اسلام کے ۹۵ برس بعد ہوا۔ یا کم از کم ۸۲ برس بعد اس سے دوسری حقیقت یہ واضح ہوئی کہ مفروضہ عقائد شیعوں کے ہیں نہ کہ سنیوں کے۔ سنیوں کے عقائد تو وہی ہیں جن کی تعلیم آغاز اسلام میں خود حضرت رسول اللہ صلعم نے دی اور جن عقائد پر حضرت علی حضرات حسنین اور آئمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم تھے شیعہ حضرات کا اپنے مفروضہ اور خود ایجاد عقائد کا ان بزرگوں کے ساتھ منسوب کرنا ان پر افترا ہے۔

قدرت نے لقد ارسلنا نوحا الی قومہ فقال یا قوم اعبدوا اللّٰہ ما لکم من الہ غیرہ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم قال الملاء من قومہ انا لنراک فی ضلال مبین

ہم نے نوح پیغمبر کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انھوں نے کہا بھائیو اللہ تعالیٰ کو پوجو اس کے سوا کوئی تمہارا سچا معبود نہیں اگر تم اور کسی کو پوجو گے تو مجھ کو تم پر بڑے دن کے عذاب یعنی قیامت کے دن یا طوفان کے دن کا ڈر ہے مگر ان کی قوم کے سردار کہنے لگے ہم تو بے شک سمجھتے ہیں تم کھلی گمراہی میں ہو خباب نوحؑ نے ۹۵۰ سال اپنی قوم والوں کی ہدایت و تبلیغ کی تھی۔ اتنے طویل عرصہ کے بعد بھی بجائے اس کے کہ ان کی قوم والے اپنی گمراہی کو محسوس کرتے خود خباب نوحؑ ہی کو گمراہ قرار دیتے تھے۔ اصلاح کو تو احقاق حق کرتے ہوئے صرف ۹۶ برس کا عرصہ گزرا۔ حافظ صاحب بزعم خود اس کی تبلیغی خدمات کو ضلالت قرار دیں تو ان جیسے لوگوں کو کرنا ہی چاہیئے۔

ھ کیا کہنا اس فہم و دانش کا۔ سچ کہا ہے کسی نے ع گرہمیں مکتب ہمیں ملا ۔۔ محاورہ کے طور پر تیرہ سو برس کا فقرہ دنیا بولتی ہے ہم نے بھی محاورتًہ یہ فقرہ لکھ دیا تو نا پ و تول ہونے لگی کہ اس وقت ۱۳۸۲ ہے لہذا تیرہ سو برس پہلے کا مطلب یہ ہے کہ ۸۲ھ سے اختلافی عقائد کی بحث کا سلسلہ جاری ہے۔ کس کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حافظ صاحب کا دامان نظر اتنا کوتاہ ہے اور وہ اپنے یہاں کی متداول کتب پر بھی اطلاع نہیں رکھتے کیا واقعتًا انھیں معلوم نہیں کہ اختلافی عقائد کی بحث کا سلسلہ کب سے شروع ہوا۔ اختلافی عقائد کی بحث کا سلسلہ تو صحابہ کرام کے درمیان رسول اللہ کی زندگی ہی میں شروع ہو چکا تھا۔ جس کی واضح مثال واقعہ قرطاس ہے۔ پیغمبر کا دم واپسیں تھا۔ آپ کی تمنا تھی۔ خواہش تھی کہ چلتے چلاتے ہم اپنی امت کے لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ جائیں جس کی وجہ سے قیامت تک امت کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ختم ہو جائے۔ آپ قلم دوات طلب کرتے ہیں اس کے جواب میں ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ پر ہذیان طاری ہے ہمارے لئے قرآن کافی ہے دوسروں کا اصرار تھا کہ پیغمبر کو ہذیان سے کیا نسبت قلم و دوات ضرور لانا چاہئے اتنا

رسول اللہ کی آنکھ بند ہوتے کے بعد تو اختلافی عقائد کی بحث نے اندھیر مچادی۔ حضرت ابوبکر نے مانعین زکوٰۃ کو شکست دہ بحث کرنے کا تہیہ کر لیا۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ یہ لوگ زکوٰۃ دینے سے انکار کرکے کافر ہوگئے ان سے اسی طرح قتال واجب ہے جس طرح کفار و مشرکین سے۔ دوسری طرف صحابہ کرام کی بہت بڑی جمعیت تھی جن میں حضرات عمر بھی تھے جو یہ کہتے تھے کہ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے یہ کافر نہیں نہ ان سے قتال جائز ہے۔ علامہ ابن حزم لکھتے ہیں الخلاف السابع فی قتال مانعی الزکاۃ فقال قوم لانقاتلهم قتال الکفرۃ وقال قوم بل نقاتلهم حتی قال ابوبکر لو منعونی عقالا من ما اعطوا رسول اللہ نقاتلتهم حضرت رسولخدا کے بعد ساتواں خلاف زکوٰۃ روکنے والوں سے جہاد کے متعلق واقع ہوا کچھ لوگ کہتے تھے کہ جس طرح ہم کافروں سے جہاد کرتے تھے ان مسلمانو سے نہیں کر سکتے اور کچھ لوگ کہتے تھے کہ ہم ضرور جہاد کریں گے۔ حضرت ابوبکر نے طے کیا کہ جو چیزیں یہ لوگ رسولخدا کو دیتے تھے اگر ان میں سے جانور باندھنے کی ایک رسی بھی ہمیں نہیں دیں گے جب بھی ہم ان سے ضرور لڑیں گے۔ علامہ ابن حزم نے اِس اختلافی بحث کو ساتواں نمبر دیا ہے ذرا حافظ صاحب حساب کرکے بتائیں کہ کے سو برس ہوئے تیرہ سو برس یا اس سے زیادہ۔

افسوس کہ گنجائش نہیں ورنہ ہم علامہ ابن حزم ہی کی عبارتیں پیش کرکے حافظ صاحب سے پوچھتے کہ ان اختلافات کا سلسلہ کب سے شروع ہوا۔

ص۳۷ یہ حافظ صاحب کو کہاں سے معلوم ہوا یہ انھیں کا دل و دماغ جانتا ہوگا۔ شیعہ مذہب اختلافی بحث کے نتیجہ میں منظر عام پر نہیں آیا بلکہ یہ وہ مذہب ہے جسے پیغمبر اسلام نے فروغ دیا اور اپنے ارشادات سے جسے استحکام بخشا ملاحظہ فرمائیے یہ حدیثیں جو ایک دو نہیں آپ کے یہاں کی بیسیوں حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ فاقبل علی فقال النبی والذی نفسی بیدہ ان ہذا و شیعتہ لہم الفائزون یوم القیامۃ حضرت رسولخدا کی خدمت میں علی آئے تو حضرت رسولخدا نے فرمایا خدا کی قسم یہ اور ان کے شیعہ قیامت میں ضرور نجات پانے والے اور بخش دیئے جانے والے ہوں گے۔ (تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۳۷۹) فلما نزلت ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک هم خیر البریۃ قال رسول اللہ لعلی ہو انت وشیعتک یوم القیامۃ راضین مرضیین جب آیت ان الذین آمنوا نازل ہوئی تو پیغمبر نے علی سے فرمایا وہ بہترین خلائق تم اور تمہارے شیعہ ہو کہ روز قیامت تم لوگ خوش رہو گے اور خدا بھی تم لوگوں کی خوشنودی چاہے گا (در منثور جلد ۶ صفحہ ۳۷۹) آپ کے مذہب کے متعلق جیسا کہ میں اوپر عرض کر چکا ہوں شواہد موجود ہیں کہ معاویہ کے عہد میں وجود میں آیا اور انھیں نے اسے فروغ دیا۔ جس روز "خلافت راشدہ" کا سلسلہ ختم ہوا اور

[illegible] اگر تفحص و تحقیق سے کام لیجئے اپنی کتابوں کو غور سے پڑھیے تو آپ کو معلوم

تفصیل کی گنجائش نہیں ہم ثبوت میں صرف ایک چیز نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں اسی سے آپ کو اندازہ ہو
جائے گا کہ ہماری بات صداقت پر مبنی ہے یا نہیں خداوند عالم نے قرآن مجید اور ہر سورہ کی ابتدا بسم اللہ
الرحمن الرحیم سے فرمائی ہے لیکن آپ حضرات اس کو نماز میں نہیں پڑھتے بلکہ تکبیرۃ الاحرام کہنے کے بعد الحمد للہ رب العالمین
سے سورہ فاتحہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور سورہ حمد ختم کرنے کے بعد جو دوسرا سورہ پڑھتے ہیں تو اس کو بھی بغیر
بسم اللہ ہی کے۔ نماز میں یہ کتر بیونت کہاں سے سیکھی گئی۔ اس کے متعلق در منثور کی عبارت ملاحظہ ہو عن معاویۃ
انہ قدم المدینۃ فصلی بھم ولم یقرء بسم اللہ الرحمان الرحیم ولم یکبر اذا خفض واذا رفع فناداہ المھاجرون
والانصار حین سلم یا معاویۃ اسرقت صلاتک این بسم اللہ الرحمان الرحیم واین التکبیر۔ ایک دفعہ معاویہ مدینہ آئے نماز
جماعت پڑھائی جس میں نہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اور نہ رکوع کرتے اور اٹھتے بیٹھتے وقت تکبیر کہی اس پر مہاجرین و انصار نے
ختم نماز پر چیخ کر کہا معاویہ تم نے نماز میں ڈاکہ ڈالا بسم اللہ کیا ہوا۔ تکبیر کیا ہوئی (در منثور جلد ا ص۸)
یہ روایت ثبوت ہے کہ شروع زمانہ میں صحابہ کرام نماز میں بسم اللہ کہتے تھے اور اس کا پڑھنا واجب سمجھتے تھے معاویہ نے
اس کو حذف کیا اور آپ حضرات بھی معاویہ کی پیروی میں نہیں پڑھتے اگر آپ نے خواہش کی تو ہم آپ کے یہاں کے
عقائد و اعمال میں سے ایک ایک چیز کے متعلق وضاحت سے عرض کریں گے۔ کہ آپ نے صحابہ کبار کو چھوڑ کر معاویہ
اور ان کے حاشیہ نشینوں کی پیروی اختیار کی ہے۔

ص۵ زبان سے دعویٰ کر دینا آسان ہے مگر گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنے کے بعد پتہ چلے گا کہ حقیقت کیا ہے
رسول اللہ کے زمانہ کی کون سی بات باقی چھوڑی گئی۔ شریعت کا کونسا اہم مسئلہ ایسا تھا جس پر آپ حضرات نے خط
تنسیخ نہیں پھیرا۔ پیغمبر اسلام نے جس وحدانیت کا سبق مسلمانوں کو دیا تھا کیا اس وحدانیت کا آپ کے یہاں تصور
تک باقی ہے۔ رسالت کی جو شان ہونی چاہیئے کیا آپ کی کتابوں سے آپ کے علماء کی تصریحات سے وہ شان معلوم بھی ہوتی ہے
اگر سنیوں کے وہی عقائد ہوتے جن کی تعلیم رسول اللہ نے دی تھی تو پھر یہ آپ کے یہاں اشعری و معتزلی اور ان
گنت سینکڑوں فرقے کیسے عالم وجود میں آ گئے جن میں صرف فروعی باتوں ہی میں اختلاف نہیں بلکہ عقائد بھی جداگانہ
ہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ کا اپنے عقائد کو پیغمبر کی طرف منسوب کرنا نہ صرف پیغمبر خدا پر اتہام و افترا ہے بلکہ خداوند
قادر قیوم پر بھی بہتان ہے۔ کیا خداوند عالم کا صاحب جسم و مکان ہونا اس کے بوجھ سے عرش کی چرچراہٹ اس کے غم
کا رنج و اندوہ اسکی آنکھوں کا آشوب کرنا۔ نت نئے بہروپ بدل قیامت کے دن کبھی ایک صورت میں آنا کبھی دوسری صورت
میں۔ سچ بتائیے کیا یہی خدا کی شان ہے اور اسی خدا کی وحدانیت کی تعلیم رسول اللہ نے مسلمانوں کو دی تھی ایسا خدا
خدا ملنے جانے کے قابل بھی ہے انبیاء کرام کے متعلق جیسے جیسے مہمل نظریات و عقائد کو ترویج آپ لوگوں نے دی ہے کیا آپ
ان سے انکار کر سکتے ہیں اور اگر ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے انکار بھی کر دیں گے تو اپنے علماء کی کتابوں کو کیا کریں گے
جو اس قسم کی خرافات انہی کتابوں میں بھر گئے ہیں۔ ان خرافات و مہملات کو خدا اور رسول سے تو کوئی نسبت نہیں

اس سلسلہ میں صدر الافاضل صاحب نے مزید لکھا ہے۔

"ہزاروں ہی غلط عقائد ہیں جن پہ ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ وہ بالکل غلط نظر آئیں گے بلکہ اسلام کو اقوام عالم میں ذلیل و رسوا کرنے کا باعث ٹھریں گے"

ایسی ہی لا یعنی باتوں کا مجموعہ ہوں گی اصلاح کی تیار کردہ ضخیم کتابیں گویا کچھ کم ۱۴ صدیوں میں دنیا کو سینوں[شہ]

شہ جی نہیں اسلام کے شروع زمانہ ہی میں دنیا کو بھی اور خود اس وقت کے مسلمانوں کو بھی احساس ہو چکا تھا کہ دھارے کا رخ کس جانب ہے۔ دور بیں پیغمبر نے پہلے ہی پیشین گوئی فرمائی اصحاب کو آگاہی دے دی تھی کہ تم اگلی امتوں کے قدم بقدم چلو گے حذو النعل بالنعل یعنی جتنی خرابیاں جتنے رکیک و مہمل عقائد و نظریات سابق زمانہ کے لوگوں کے تھے تم لوگ بھی اختیار کر لو گے الا ما شاء اللہ۔ صحیح بخاری جس کی غلطی و ضلالت کا آپ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اس میں یہ حدیث برابر آپ کی نظر سے گذرتی ہو گی ان النبی قال یرد علی الحوض رجال من اصحابی فیجلئون عنہ فاقول یا رب اصحابی فیقول انک لا علم لک بما احدثوا بعدک انھم ارتدوا علی ادبارھم القہقری (بخاری)

حضرت رسولخدا فرماتے تھے کہ حوض کوثر پہ میرے کچھ اصحاب آئیں گے پھر وہاں سے دور کر دیئے جائیں گے میں کہوں گا خداوندا یہ میرے اصحاب ہیں خداوند عالم فرمائے گا تمہیں پتہ نہیں ان لوگوں نے تمہارے بعد کیا کیا یہ لوگ مرتد ہو گئے اور الٹے پیروں واپس ہو گئے۔

یہ رجعت قہقری اور الٹے پیروں واپسی اعمال و افعال ہی میں نہیں عقائد میں بھی تھی۔ پیغمبر اسلام کی بعثت سے پہلے اہل عرب جس طرح اپنے کردار میں دنیا کے لئے ننگ تھے اسی طرح عقائد بھی ان کے انسانیت کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ تھے۔ یہ حضرت ختمی مرتبت کی معجز نمائی تھی اور مسیحا نفسی کہ بہتوں کی کایا پلٹ گئی برسوں کے بیماروں نے مرض گمراہی سے شفا پائی اور بارگاہ رسالت سے یوں نکلے کہ انھوں نے دوسرے ہزاروں لاکھوں کو بھی شفا بخشی وہ غیر خدا کا انکار کر کے واحدانیت کے قائل ہوئے تو ایسی وحدانیت کے جو معبود حقیقی کے شایان شان ہے۔ پیغمبر اسلام کو انھوں نے واقعاً بھی سمجھا تمام خطاؤں سے من المھد الی اللحد معصوم جملہ عیوب سے پاک و صاف اور آپ کے لب و زبان کی ہر جنبش کو وحی الٰہی کا ترجمان سمجھا لیکن کچھ ایسے مریض بھی تھے جن کی ظاہری صورت میں تبدیلی تو آ گئی لیکن مرض کفر و ضلالت جڑ سے ان کے دلوں سے نہ زائل ہو سکا میرا خیال ہے اور اگر آپ انصاف سے کام لیں تو آپ بھی میرے ہم خیال بننے پر مجبور ہوں گے کہ اسلامی تعلیمات کے حقیقی مورد و مصدر پیغمبر اسلام کے بعد وہ افراد تھے جنھوں نے سچے دل سے اسلام قبول کیا اور اسلام کے ہو کر رہ گئے یہ افراد صرف اہلبیت پیغمبر ہی نہیں بلکہ آنحضرت کے وہ عظیم المرتبت صحابہ کرام بھی تھے جنھوں نے آفتاب رسالت سے پورا پورا اکتساب نور کیا اور اپنے میں ایسی جلا پیدا کی کہ دنیا والوں کے لئے ہدایت کی شمعیں بن گئے جیسے سلمان جن کے متعلق پیغمبر کا ارشاد ہے کہ سلمان منا اھل البیت

کے عقائد کا علم ہی نہیں ہوا۔ جس روز علم ہوگا اسلام ذلیل ورسوا ہو جائے گا۔

(مستدرک امام حاکم) جیسے عبداللہ بن مسعود جو تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ سے مشابہ تھے جیسے مقداد و عمار وغیرہ۔ مگر مشکل یہ ہے کہ پیغمبر کی آنکھ بند ہونے کے بعد ایسے مجسمہ ایمان و اسلام افراد مصلحتاً نظر انداز کر دیئے گئے۔ اور ان افراد کو سر چڑھایا گیا جو ایمان میں ان حضرات جیسے نہ تھے نہ ان کی اسلامی خدمات کوئی وزن رکھتی تھیں نہ انھیں پیغمبر کی صحبت میں زیادہ دن رہنے کا موقع ملا تھا وہ اسلام کی حقانیت کی وجہ سے کم اور دولت وجاہ کی محبت کی وجہ سے زیادہ مسلمان ہوئے تھے خصوصیت کے ساتھ بنی امیہ کہ ان کی جمعیت ہی جان بچانے کی خاطر مسلمان ہوئی تھی ان کے بازوؤں میں جب تک کس بل رہا جب تک یہ پیغمبر اسلام سے دو ہاتھ کرنے پر قادر رہے۔ اسلام کا جانی دشمن اور جاہلیت کا پرستار ان سے بڑھ کر شاید ہی کوئی رہا ہو۔ انھوں نے نہ معلوم پیغمبر کے خلاف کتنے محاذ قائم کئے اور جب ہر محاذ پر شکست فاش ہوئی اور جان بچنے کی صورت نہ رہی تو با دل ناخواستہ اسلام کے حلقہ اطاعت میں داخل ہو گئے حالات ایسے پیش آئے کہ بنی امیہ جو اسلام کے سخت ترین دشمن تھے رفتہ رفتہ اقتدار کے مالک بنتے گئے پہلی خلافت کے زمانہ میں شام کے علاقہ کی حکومت بنی امیہ کو سونپ دی گئی حضرت عمر نے جو یوں ہر عامل کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آنے کے عادی تھے حاکم شام کے ساتھ حیرت انگیز رعایت ونرمی کی پالیسی برتی۔ تیسرے دور میں تو جو اندھیر ہوا وہ ساری دنیا جانتی ہے۔ بنی امیہ صرف شام ہی کے علاقہ پر مسلط نہیں رہے بلکہ ساری دنیائے اسلام پر ان کا تسلط ہو گیا۔ خلافت راشدہ کے اختتام پر رہی سہی جھجک بھی جاتی رہی اور انھوں نے دین اسلام کو اپنا کھلونا بنا لیا اور حکومت سے اس طرح کھیلے جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں اور یوں پیغمبر اسلام کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی کہ اذا بلغت بنو امیہ اربعین اتخذوا عباد اللہ خولاً ومال اللہ نحلاً وکتاب اللہ دغلاً (مستدرک ج ۴ ص ۴۷۹ کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹)

جب بنی امیہ کی تعداد چالیس تک پہونچ جائے گی تو بندگان خدا کو غلام مال خدا کو عطیہ و بخشش اور کتاب خدا کو ذریعہ مکر و فریب بنا لیں گے یہ فقرہ جس نے بھی کہا ہے سچ کہا ہے الناس علیٰ دین ملوکھم لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوا کرتے ہیں۔ بنی امیہ نے اپنے عہد حکومت میں اسلام اور مسلمانوں سے جی کھول کر انتقام لیا گن گن کے بدلے پورے کیے کھلے ہوئے میدان جنگ میں اسلام کو تباہ و برباد کرنے میں ناکام رہنے کا غصہ انھوں نے یوں نکالا کہ تخت حکومت پر قابض ہونے کے بعد اسلام کی صورت ہی مسخ کر دی ایسے ایسے عقائد و نظریات کی اشاعت کی جنھیں اسلام سے تو کوئی تعلق نہ تھا البتہ زمانہ جاہلیت کے عقائد کی تائید ہوتی تھی اور ان عقائد نے رواج پا کر صرف مسلمانوں ہی کو نہیں اسلام کو دشمنوں کا نشانہ بنا دیا افسوس کہ تفصیل کا

ذرا جناب صدرالافاضل صاحب سے دریافت کیجئے کہ اگر سینوں کے عقائد اسلام کو اقوام عالم میں ذلیل ورسوا کرنے والے ہیں تو سینوں ہی کے ذریعہ ساری دنیا میں اسلام کیسے پھیل گیا؟

ڈالے ورنہ میں حدیث وتفسیر کی عبارتیں پیش کرکے بتایا کہ خود اس قادر قیوم حق تعالیٰ کے متعلق آپ لوگوں کے کیا کیا نظریات وعقائد ہیں۔ خداوند عالم جوان کی صورت رکھتا ہے اس کے گھنگھریلے بال ہیں اس کے سر پر ایک تاج ہے جس کی چمک سے لگاہیں خیرگی کرتی ہیں سونے کی نعلین پہنتا ہے وہ عرش اعلیٰ سے آسمان دنیا پر یوں اترتا ہے جس طرح ہم آپ ایک زینہ سے دوسرے زینہ پر اترتے ہیں۔ خداوند عالم قیامت کے دن اپنی پنڈلی کھول دیگا۔ انصاف سے کہیئے کیا جناب احدیت کے متعلق اس قسم کے اعتقادات تمسخر انگیز نہیں ایسا خدا خدا ہی کب ہوا ہم جیسے بندوں کی طرح مخلوق اور ممکن ومحتاج کیوں نہیں؟ آپ کی خواہش ہوگی تو میں اصلاح کی آیندہ اشاعت میں کچھ صفحات ان مزخرفات کے متعلق بھی نذر کردوں گا۔ فی الحال ہندوستان کے نامور عالم مولوی وحید الزماں خاں صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں "

"بخاری ومسلم نے ابوسعید سے نکالا آنحضرت نے فرمایا جس دن مالک ہمارا اپنی پنڈلی کھولے گا......

متکلمین نے اپنی عادت کے موافق ساق یعنی پنڈلی کی تاویل کی ہے...... اہل حدیث تاویل نہیں کرتے اور سمع وبصر اور عین ووجہ اور قدم وحقو کی طرح پروردگار کے لئے ساق اور پنڈلی بھی ثابت کرتے ہیں اور اسکو ظاہری معنی پر محمول رکھتے ہیں کلام اللہ مترجمہ مولانا وحید الزماں خاں صاحب حیدرآبادی مطبوعہ لاہور صہ ۷۳۶"

یہ تو خدائے وحدہ لاشریک کے متعلق عقائد کی کیفیت ہے حضرت ختمی مرتبت کے متعلق آپ حضرات کے جو عقائد ہیں ان کو نہ بیان کرنا ہی بہتر ہے ہمارے متعلق خود آپ کے علماء کو اقرار ہے کہ ومنع الشیعۃ صدور الصغیرۃ والکبیرۃ قبل الوحی وبعدہ شیعہ کہتے ہیں کہ انبیاء سے ان کے نبی مقرر ہونے کے قبل اور بعد ہر قسم کا گناہ خواہ کبیرہ ہو خواہ صغیرہ محال ہے (شرح عقائد تفتازانی صہ ۱۷۱) یہی عبارت شرح فقہ اکبر صہ ۱۰۱ بھی ہے اور آپ لوگوں کا عقیدہ ہے ولا تصغ الی قول من یقول ان الانبیاء کیف یخطئون فی احکام اللہ تعالیٰ فان ھذا القول قد صدر عن شیاطین اھل البدع کالروافض وغیرھم الم تر اھل الحق من السنۃ والجماعۃ القامعین البدعۃ کثرھم اللہ تعالیٰ یجوزون علی الانبیاء الخطاء جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ بھلا انبیاء سے احکام خدا میں کیونکر خطا ہوسکتی ہے تو تم اس کی بات نہ سنو کیونکہ یہ قول شیاطین اہل بدعۃ کا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اہل سنت وجماعت کا گروہ تمام انبیاء سے خطا ہونے کو جائز سمجھتا ہے۔ شرح سلم الثبوت صہ ۳۵۹ فالاکثر من المسلمین علی انہ لایمتنع عقلا ذنب منھم مطلقا ای ذنب کان صغیرۃ او کبیرۃ کفرا او وقوعہ خلافا للشیعۃ فانھم لایجوزون عقلا ذنبا علیھا مطلقا

خود ہندوستان میں اسلام کیسے پھیلا؟ شیعوں کے ذریعے یا سنیوں کے ذریعے۔ موقع ملا تو ہم علامہ سید علی بلگرامی شیعی فاضل کے لفظوں میں دکھائیں گے کہ ہندوستان میں شیعوں کا وجود سنیوں کا صدقہ ہے ۔

آیت تطہیر کی بحث کی طرف بڑھتے ہوئے صدر الافاضل صاحب لکھتے ہیں۔

"مارچ اپریل ۱۹۶۵ء کے شمارہ اصلاح میں ہم مولانا محمد رضی صاحب قبلہ مرحوم زنگی پوری کا مبسوط مضمون آیت تطہیر شائع کر چکے ہیں جو اصلاح کے ۱۴ صفحوں پر مشتمل ہے اور حقیقتاً اس موضوع پر حرف آخر ہے۔"

وہ لوگ ان حضرات پر کسی قسم کا گناہ جائز نہیں سمجھتے کسی قسم کا گناہ صغیرہ ہو کبیرہ (شرح مسلم الثبوت ص۲۴۸) کاش آپ حضرات محض عقیدہ ہی پر بس کر دیتے ہیں مگر جی نہیں آپ حضرات نے کتابوں میں انبیائے کرام خصوصاً سرور کائنات صلعم کا معاصی کا مرتکب ہونا بھی ذکر کر دیا ہے تاکہ عقیدہ محض عقیدہ ہی نہ رہے بلکہ عمل پیغمبر سے اس عقیدہ کی توثیق بھی ہو جائے طوالت کے خوف سے پیغمبر اسلام کے متعلق ہم بحث کو طول نہیں دیتے۔ حافظ صاحب نے اگر ضد کی تو آیندہ کی اشاعت میں ہم دکھائیں گے۔ کہ ان حضرات نے اس مجسمۂ عصمت و طہارت پیغمبر کے متعلق کیسی کیسی جسارتیں کی ہیں اور کیسے کیسے قبائح کی آپ کی طرف نسبت دی ہے۔

۱۹؎ جیسا اسلام پھیلا ہے اس کا نمونہ اوپر کے صفحات میں ہم ذکر کر آئے ہیں۔ آپ لوگوں نے اس در کو چھوڑا جہاں سے آپ کو حقیقی اسلامی تعلیمات مل سکتے تھے۔ در در کی خاک چھانی پیغمبر کے اس حکم کی صریحی مخالفت کی کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ جانے کتنی جماعتیں پیدا ہو گئیں کتنے مذاہب بن گئے اور ہر مذہب والے دوسرے سے دست و گریبان۔ خود ہندوستان میں لیجئے بریلویوں کے عقائد جدا ہیں اور دیوبندیوں کے الگ قادیانیوں نے ایک دوسرا نبی ہی پیدا کر لیا۔ ان ان گنت فرقوں میں بس ایک بات تو قدر مشترک ہے اور وہ ہے آل محمد سے بے تعلقی ورنہ ہر بات میں اختلاف ہی نہیں بغض و عناد کی سی کیفیت ہے علامہ جار اللہ زمخشری نے ان باہمی اختلافات کی کیا اچھی تصویر کشی کی ہے اپنے ان اشعار میں

اذا سئلوا عن مذھبی لم ابح بہ — واکتمہ کتمانہ لی اسلم

وان مالکیا قلت قالوا باننی — ابیح لھم اکل الکلاب وھم ھم

وان حنبلیا قلت قالوا باننی — ثقیل حلولی بغیض مجسم

وان حنفیا قلت قالوا باننی — ابیح الطلا وھو الشراب المحرم

وان شافعیا قلت قالوا باننی — ابیح نکاح البنت والبنت تحرم

ہم نے جس مضمون پر لکھا تھا وہ مولوی حفاظت حسین صاحب بھیکپوری کا ہے اب جناب مدیر اصلاح نے ایک دوسرے مضمون کی نشان دہی کی ہے معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کو دین و ملت کے عمومی مقاصد سے کوئی دلچسپی نہیں ان کا کام اختلافیات پر کاغذ سیاہ کرنا اور دفتر پر دفتر تیار کرنا ہے۔ جناب مدیر اصلاح نے زنگی پور صاحب کے مضمون کو حرف آخر قرار دیا ہے مگر ہمارے نزدیک جناب مدیر کا زیر نظر مضمون حرف آخر ہے کیونکہ یہ زنگی پوری صاحب کے مضمون کے پانچ سال بعد لکھا گیا ہے اور بھیکپوری اور زنگی پوری دونوں صاحبان کے مضامین کا نچوڑ ہے اور ہم اس پر روشنی ڈال کر دکھائینگے کہ شیعہ حضرات کا مضمون حرف اول ہو یا حرف وسط یا حرف آخر سب حرف غلط ہوتا ہے۔

اس لئے کہ اگر میں کہوں حنفی ہوں تو لوگ کہیں گے کہ تم حرام شراب کو حلال جانتے ہو اگر کہوں مالکی ہوں تو کہیں گے کہ تم کتے کا گوشت حلال سمجھتے ہو اگر کہوں شافعی ہوں تو کہیں گے کہ تمھارے یہاں اپنی لڑکی سے نکاح جائز ہے اگر کہوں حنبلی ہوں تو کہیں گے کہ تم حلولی اور مجسمہ مذہب کے ہو (تفسیر کشاف جلد ۱ ص ۳۰۱)

اور پھر اگر یہی فخر کی بات ہے تو اس طرح کفر و شرک بھی دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہماری ہی وجہ سے دنیا میں اسلام پھیلا اگر شرک و کفر کا دنیا پر خصوصاً عربوں پر تسلط نہ ہوتا تو اسلام یا کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی

۱۰ شیعوں کو دین و ملت کے عمومی مقاصد سے جو دلچسپی رہی ہے اور انھوں نے جو گراں قدر دینی خدمتیں انجام دی ہیں اس سے تاریخ سے بے بہرہ ہی افراد انکار کر سکتے ہیں۔ پیغمبر کی آنکھ بند ہونے کے بعد صدیوں تک آپ لوگ پرائے ملکوں پر چڑھائیاں کرنے اور دنیا بھر کے مال و دولت کو لوٹ کر اپنا گھر بھرنے میں مصروف تھے ہر شخص فاتح بننے کی دھن میں تھا دین و ملت کی کسے پروا ہوتی یہ شیعیان آل محمد ہی تھے جو علم کی شمع جلائے اپنے گھروں یا مسجدوں میں معتکف تھے آپ بزور شمشیر دنیا کی قوموں کو غلام بنا کر لاتے تھے جس سے سبھی کے دلوں میں نفرت و بیزاری کے جذبات موجزن رہتے اور یہ ہم تھے کہ پیغمبر کی صحیح تعلیم سے آشنا کرکے ان کے دلوں میں گھر کر لیتے تھے۔ اور انھیں اسلام میں ایسے پختہ اور کامل کر دیتے کہ وہ رہنمائے عالم بن جاتے۔

۱۱ آپ کے مقاصد تو آپ کی تحریروں ہی سے واضح ہیں ہم نے غلط نہیں بالکل صحیح لکھا تھا کہ حق بات کہنے کے مقابلہ میں آپ کو اپنے رسالے کے خریداروں کی خوشی اور جن اوہام و مزعومات میں وہ نسلاً بعد نسل مبتلا چلے آرہے ہیں انھیں میں مبتلا رکھنا زیادہ پسندیدہ ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ کو نا جواب ہی نہ دیتے اور اگر دیتے تو حق و انصاف کے مطابق دیتے۔ مولانا حفاظت حسین صاحب قبلہ نے جو کچھ دلائل و براہین پیش کئے تھے ان کا جواب لکھنے کی کوشش کرتے مگر آپ سے یہ سب کچھ تو ممکن نہ ہوا آپ تہمت دہی و بہتان تراشی

صدر الافاضل صاحب نے لکھا ہے۔

"اگر مولوی صاحب موصوف سے رسالہ کو پڑھتے تو قلم فرسائی کی زحمت نہ فرماتے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو حق بات کہنے کے مقابل اپنے رسالہ کے خریداروں کی خوشی اور جن اوہام و مزعومات میں نسلاً بعد نسل مبتلا چلے آرہے ہیں انھیں میں مبتلا رکھنا زیادہ پسندیدہ ہے۔"

ص۱۲ ہم اِن ذوات مقدسہ کے پیرو ہیں جن سے خداوند عالم نے ہر رجس و کثافت کو دور رکھا تھا شیعتنا خلقوا من فاضل طینتنا آپ اپنی خبر لیجیے کہ آپ نے ایسے افراد کو اپنا مرکز بنایا جن کی پیشانیاں مدت دراز تک اصنام پرستی کی گندگی سے آلودہ رہیں اور اسلام لانے کے بعد بھی یہ کثافت زائل نہ ہوئی۔ آپ کو یہ فقرہ تو یاد ہی ہوگا فامر نا فجاء خضنیہ بین نثیلہ و معتلفہ قوم کا تیسرا آدمی متکبرانہ انداز میں پیٹ بھلا کے اپنے چارہ اور لید کی جھجھالیہ رہیں کھڑا ہو گیا۔

ص۱۳ آپ کا یہ فقرہ جس قدر صداقت پر مبنی ہے اس کا ثبوت آپ کے وہ فقرے ہیں جن پر ہم گزشتہ صفحات میں تبصرہ کر آئے ہیں ناحق گوئی ہمیشہ سے آپ کا شعار رہا ہے اپنی اکثریت کے زعم میں مبتلا رہکر ہمیشہ پرستا ران حق دہنا ہت کے آپ دشمن رہے اپنی چیرہ دستیوں سے جس طرح کمزوروں کو آپ نے جسمانی اذیتیں پہونچائیں اسی طرح اپنے غلط عقائد بھی ان کے دماغوں میں ٹھونسنے کی کوشش کی جس کی تفصیل کی افسوس یہاں گنجائش نہیں یہ حقیقت کوئی ایسی ڈھکی چھپی بھی نہیں جس کی وضاحت ضروری ہو۔ ہم کبھی شیعہ و سنی کے درمیان عداوت کا بیج نہیں بوتے ہم مابہ الاختلاف مسائل کو علم اور منطق کی روشنی میں بیان کر کے صحیح صورت حال سے آگاہ کرتے ہیں ہم حضرات اہل سنت کو مسلمان بھائی سمجھتے ہیں۔ ہماری انتہائی کوشش رہتی ہے کہ ان کی طرف کینہ اور عداوت کی نظر نہ اٹھے بلکہ ہم آپس میں برادرانہ طریقے سے متحد رہیں کہ ہم سب پرچم لا الہ الا اللہ کے بلند کرنے والے ہیں لیکن برعکس اس کے آپ کے علماء کہ باوجود اس کے کہ ان کے اندر خود بے شمار اصولی و فروعی سخت و شدید اختلافات ہیں ایک دوسرے کو تو بھائی کہتے ہیں لیکن ہم پیروان آل محمد کو غالی۔ کافر اور مشرک جیسے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں شیعوں کی جان و مال کو مباح سمجھتے ہیں نہ معلوم کتنے مجسمہ زہد و ورع اور نمونہ علم و عمل شیعہ علماء آپ حضرات کے فتوؤں کی بناء پر شہید ہوئے کتنی جانیں تلف ہوئیں کتنے گھر لوٹے گئے برعکس اس کے آپ شیعہ علماء تو درکنار شیعہ عوام کے متعلق بھی ثبوت نہیں پیش کر سکتے کہ انھوں نے آپ لوگوں کے متعلق اِس قسم کی کوئی حرکت کی ہو آپ کے علماء اکثر بالعموم شیعوں پر لعنت کرتے ہیں لیکن شیعہ علما کی کسی کتاب میں بھی نہیں دکھا سکتے کہ انھوں نے اہلسنت کے لئے یہ لفظ استعمال کی ہو

جناب مدیر نے ہمیں اپنے اوپر قیاس کیا ہے الور اسلام کا مقصد شیعہ سنی اختلافیات سے متعلق بحث و مباحثہ نہیں اس کے مقاصد اس سے بہت بلند ہے اس لئے ہم نے محض ضرورت پر اکتفا کیا ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم نے گندے انڈے پر ایک ضرب لگادی اور گندگی باہر نکل آئی تو اس سے زیادہ کی ضرورت بھی کیا ہے۔ [۱۲]

اما الرافضۃ لعنہم اللہ۔ ھولاء الرافضۃ لعنہم اللہ۔ اما قول الروافض لعنہم اللہ۔
غرضکہ آزردہ خاطر کرنا تو الگ رہا آپ لوگ ہماری جان ہی کے در پے ہیں محض اس قصور پر کہ ہم نے خدا اور رسول کے صریحی احکام کی بنا پر آل محمد کی پیروی کی جو حقیقی رہنمایان اسلام تھے ان لوگوں کی پیروی نہیں کی جو زبردستی اسلامی حکومت کے مالک بن گئے تھے جنھیں اسلام سے زیادہ دنیا محبوب و پسندیدہ تھی [۱۴]

ہمیں بڑی مسرت ہے کہ حافظ صاحب نے اپنا لبادہ جلد ہی آتار پھینکا اور اپنی اصلی صورت میں منظر عام پر آگئے بات کی پچ ایسی تو ہو کہ مسلمہ اسلامی عقائد بھی خاک میں مل جائیں سمجھ میں نہیں آیا کہ امام غائب کا تمسخر و استہزا کس حیثیت سے کیا گیا ہے۔ کیا حافظ صاحب کو امام غائب کے نفس وجود ہی سے انکار ہے یا کسی شخص کا آنکھوں سے اوجھل ہونا نہ دکھائی دینا ان کی سمجھ میں نہیں آیا یا ان کی طولانی عمر نا قابل یقین معلوم ہوتی ہے وہ اپنا مقصد واضح کریں تو ہم بھی وضاحت سے لکھیں سر دست اپنے علما کی یہ چند عبارتیں پڑھیں اور ان کا مطلب سمجھنے کی کوشش کریں۔

ان رسول اللہ قال لفاطمۃ ابشری بالمھدی منک۔ حضرت رسول خدا نے جناب سیدہ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ خوش ہو کہ امام مہدی علیہ السلام تمھاری نسل سے ہوں گے (منتخب کنز العمال جلد ۶ صہ ۳۲) ابشروا بالمھدی رجل من قریش من عترتی یخرج فی اختلاف الناس فیملأ الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا۔ اے مسلمانوں تمھیں بشارت ہو کہ آخر زمانہ میں جب لوگوں میں اختلاف اور اضطراب زیادہ ہو جائے گا تو قریش سے یعنی میری عترت سے امام مہدی ظہور فرمائیں گے وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح اس کے قبل وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی (صہ ۲۹)

لا تخلو الارض من قائم للہ بحجۃ اما ھو مشھور و اما خائف مغمور لئلا تبطل حجج اللہ و بیناتہ ———— زمین کبھی خدا کی حجت قائم سے خالی نہیں ہو سکتی خواہ وہ حجت مشہور و معروف ہو کہ لوگ اس کو پہچانتے ہوں خواہ خوفزدہ اور لوگوں کی نظروں سے چھپا ہوا ہو غرض اس کا وجود ہر زمانے کے لئے ضروری ہے تا کہ اللہ کی حجتیں اور اس کی نشانیاں مٹنے نہ پائیں (نہج البلاغہ)

ابی القاسم محمد الحجۃ و عمرہ عند وفات ابیہ خمسین سنین لکن اتاہ اللہ فیھا الحکمۃ و یسمی القائم المنتظر
حضرت ابو القاسم محمد حجۃ العصر آپ کی عمر آپ کے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت ۵ سال کی تھی کہ خدا نے اسی عمر میں آپ کو حکمۃ عطا فرمائی تھی اور آپ کو لوگ قائم منتظر کہتے ہیں (صواعق محرقہ صہ ۱۲۴)

علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں

یترقب خروج المہدی وھو من اولاد الامام الحسن العسکری ومولدہ لیلۃ
النصف من شعبان سنہ ۲۵۵ھ وھو باق الی ان یجتمع بعیسی بن مریم۔

حضرت مہدی کے ظہور کا برابر انتظار رہتا ہے آپ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور اُسوقت تک باقی رہیں گے کہ حضرت عیسیٰ کے
ساتھ جمع ہوں (الیواقیت والجواہر مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۱۴۳)

افسوس کہ صفحات میں گنجائش نہیں یوں بھی آپ دلائل کی بھرمار سے گھبرا جاتے ہیں آخر میں ہندوستان
کے وہ جلیل القدر علمائے اہلسنت کی عبارتیں نقل کرتا ہوں جن کی عظمت وجلالت پر ہندوستان کے
مسلمانوں کا اتفاق ہے شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں۔ مایقین می دانیم کہ شارع علیہ السلام فرمودہ است
باآنکہ امام مہدی در داماں قیامت موجود خواہد شد وے عنداللہ وعند رسولہ امام برحق است۔ ہم یقینی
طور پر جانتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلعم نے اِس مضمون کو صاف فرما دیا ہے کہ قیامت کے قریب حضرت
امام مہدی موجود ہو جائیں گے اور وہ اللہ اور رسول کے نزدیک امام برحق ہیں۔

(ازالۃ الخفا ص۶) علامہ وحید الزماں خاں صاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں اور اسی قبیل سے وہ شبہ ہے
جو بعضے نام کے سُنّی شیعہ امامیہ پر کیا کرتے ہیں کہ اگر بارہویں امام اب تک زندہ ہیں اور دنیا میں موجود ہیں
تو وہ کیا کھاتے پیتے ہیں اِن کو یہ خبر نہیں کہ حضرت خضر اور الیاس بھی ایک جماعت علماء اہل سنت اور اولیاء
اللہ کے قول پر زندہ ہیں تو وہ جو کھاتے پیتے ہیں وہی بارہویں امام بھی کھاتے پیتے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہ
اس پر بھی قادر ہے کہ کسی بندے کو بغیر غذا کے زندہ رکھے اس لئے یہ اعتراض بالکل نادانی کا اعتراض ہے
(انوار اللغۃ پارہ ۱۸ ص۲۰۲)

۱۵ آپ سے میرے پیش کردہ حقائق کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو ان ہتھکنڈوں پر اتر آئے جو کم سواد ناصبی
افراد کے پرانے ہتھکنڈے ہیں اور جن کے ایک دو مرتبہ نہیں لاکھوں ہی مرتبہ مسکت جوابات دیئے جا چکے ہیں
ہر ہر سال محرم کے موقع پر آپ حضرات نت نئے طریقوں سے عزاداری کی مخالفت کرتے ہیں اشتہارات شائع
کئے جاتے ہیں کتابیں چھاپی جاتی ہیں موقع ملتا ہے تو لوٹ مار قتل و غارت میں بھی تامل نہیں کیا جاتا ان تمام
حرکات کا واحد مقصد یہی ہے کہ کسی طرح حسینؑ کا نام زبان پر نہ آئے۔ پانی کہاں مرتا ہے اسے آپ زبان سے
نہ کہیے مگر دل آپ کا اچھی طرح جانتا ہے اور دل کی بات کبھی کبھی زبان پر بھی آجاتی ہے جیسا کہ علامہ غزالی
کی زبان پر آچکی ہے لانہ یھیج الخ ادھر حسینؑ کا نام زبان پر آیا اور ان ہولناک و ہوش ربا مظالم کی
تصویر آنکھوں میں پھر گئی جو اہل بیت نبوی پر ڈھائے گئے حسینؑ کشتہ [illegible]

ہم اُسے پسند نہیں کرتے کہ بات بڑھے اور شیعہ حضرات آزردہ خاطر ہوں ورنہ ہم تفصیل سے بتاتے کہ مثلاً بعد نسل کون لوگ نہ صرف اوہام و مزعومات میں مبتلا چلے آرہے ہیں بلکہ خرافات میں بھی مبتلا ہیں لیکن خود صدر الافاضل صاحب غور فرمائیں کہ یہ امام غائب کا عقیدہ کیا ہے اور یہ تعزیہ

جس نے مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے اقوام عالم میں ذلیل کر دیا دنیا کی قومیں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئیں کہ جو قوم اپنے نبی کی اولاد کے ساتھ ایسا بہیمانہ سلوک کر سکتی ہو وہ کب دوسروں کو معاف کر سکتی ہے آخر آپکے اعتراض کی نوعیت کیا ہے؟ تعزیہ مہندی علم دُلدُل پر آپ کو اعتراض یا رونے پیٹنے پر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جس دن امام حسینؑ پیدا ہوئے اسی دن سے خدا نے حضرت کی تعزیہ داری اور حضرت پر گریہ و بکا کا سامان بھی کر دیا اور پیغمبر کو اسی وقت سے حسینؑ کا عزادار بھی بنا دیا تھا مشکواۃ جسے آپ لوگ اوراد و وظائف کی طرح روزانہ پڑھتے رہتے ہیں اس میں یہ روایت ملاحظہ فرمائیے۔ جناب ام الفضل دختر حارث بیان کرتی ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے ایک وحشت ناک خواب آج شب کو دیکھا ہے حضرت نے فرمایا وہ کیا ام الفضل نے کہا یا حضرت وہ خواب نہایت پریشان کن ہے حضرت نے فرمایا بتاؤ تو وہ ہے کیا ام الفضل نے کہا میں نے دیکھا کہ گویا ایک ٹکڑا آپ کے بدن مبارک سے کاٹا گیا ہے اور میری گود میں رکھ دیا گیا ہے حضرت نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا ہے اگر خدا نے چاہا تو میری بیٹی فاطمہ کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں ہوگا ایسا ہی ہوا کہ جناب سیدہ کے بطن سے امام حسینؑ پیدا ہوئے اور میری گود میں آئے ایک روز میں صاحبزادے کو لے کر رسول کی خدمت میں آئی اور انھیں حضرت کی گود میں دیدیا پھر میں ادھر اُدھر دیکھنے لگی فاذا عینا رسول اللہ تھریقان الدموع قالت فقلت یا نبی اللہ بابی انت وامی مالک قال اتانی جبرئیلؑ فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی ھذا فقلت ھذا؟ قال نعم واتانی بتربۃ من تربتہ حمراء۔ میں نے دفعتاً آنحضرت کو دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا رواں ہیں۔ میں نے گھبرا کر عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر نثار کیا ہوا کہ آپ رونے لگے؟ حضرت نے فرمایا کہ میرے یہاں جبرئیل آئے اور مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کریگی میں نے تعجب سے کہا کیا اس بچے کو حضرت نے فرمایا ہاں اور جبرئیلؑ نے مجھے اس کی شہادت کی جگہ سے کچھ مٹی بھی لا کر دی ہے جو سُرخ ہے (مشکواۃ جلد ۸ ص ۱۳۹ مطبوعہ لاہور)

حافظ صاحب ملاحظہ فرمائیے کہ جس چیز کا آپ مذاق اڑا رہے ہیں اس چیز کو خداوند عالم اس درجہ معظم اور معزز کرتا ہے کہ شہادت امام حسینؑ سے ۵۷ سال قبل پیغمبر کو بھی حکم دیتا ہے کہ حسینؑ پر گریہ و فغاں کریں اور جبرئیل کو

مہدی علم دُلدل تعزیہ کے سامنے رونا پیٹنا۔ گھوڑے کا جھوٹا پینا۔ اور اسے آنکھوں سے لگانا یہ سب
اوہام اور خرافات نہیں تو اور کیا ہیں۔

نہ تھی خداوند عالم نے اس مٹی کو اپنی قدرت سے سُرخ کر دیا تاکہ وہ مٹی اس مٹی کی ہم شبیہ ہو جائے جس پر
سنہ ۶۱ھ کی دسویں محرم کو امام حسینؑ کا خون بہیگا اور پیغمبر اس سرخ مٹی کو دیکھ کر اپنے فرزند حسینؑ کا ماتم اور
گریہ و بکا کریں۔ یہ معلوم ہے کہ پیغمبر کو امام حسینؑ سے اس قدر محبت تھی کہ صرف آپ کی شہادت کی خبر سنتے ہی
آپ بشدت روتے اور پھر خداوند عالم نے جبرئیل کو کربلا بھیج کر وہاں کی مٹی کیوں منگائی کیا بغیر مٹی منگا کر دکھائے
پیغمبر اس خبر پر گریہ و بکا نہیں فرماتے؟ اور پھر مٹی بھی منگائی تو اس کو سرخ کر کے اور امام حسینؑ کی خون آلود
مٹی کی شبیہ بنا کر کیوں حضرت کے پاس بھیجا؟ اگر انسان نظر بصیرت سے دیکھے تو بہت آسانی سے معلوم
کرے گا کہ خدا نے اسی تاریخ میں امام حسینؑ کی عزاداری کے کل لوازم کا سنگ بنیاد رکھدیا
آپ پر گریہ و بکا کرنے کا بھی آپ کی تعزیہ داری کا بھی اور آپ کی شہادت کے متعلق دیگر شبیہوں کا بھی۔
حافظ صاحب ذرا غور کی نگاہوں سے مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث کو دیکھیں۔ جس طرح عزاداران حسینؑ
تعزیہ اس غرض بناتے ہیں کہ اس کو دیکھ کر امام حسینؑ کی شہادت کا سماں آنکھوں کے سامنے پھر جائے اسی
طرح خدا نے بھی وہ مٹی آنحضرت کے پاس اس غرض سے بھیجی کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے شہادت حسینؑ
کا سماں پھر جائے اور جس طرح خدا نے اس مٹی کو سرخ بنا کر قتل گاہ کی مٹی کی نقل اور شبیہ بنائی اسی طرح
آج عزاداران حسینؑ آپ کے روضہ کی نقل اور شبیہ بناتے ہیں اور جس طرح خبر شہادت حسین سن کر
اور وہ سرخ مٹی شبیہ خاک قتلگاہ دیکھ کر آنحضرت نے گریہ و بکا کیا اسی طرح خبر شہادت سنکر اور تعزیہ شبیہ
روضہ کربلا دیکھ کر عزاداران حسینؑ گریہ و بکا کرتے اور نوحہ و ماتم کرتے ہیں دونوں میں عقل سلیم کوئی فرق نہیں
کرتی (اسی مشکوٰۃ کے "حلیہ" کے صفحہ ۵۱۲ پر ہے) عن ابن عباس قال رایت قال رایت النبیؐ فیما یری النائم
ذات یوم بنصف النہار اشعث اغبر بیدہ قارورۃ فیہا دم فقلت بابی انت وامی ماھذا
قال ھذا دم الحسین واصحابہ لم ازل التقطہ منذ الیوم فاحصی ذالک الوقت فاجد
قتل ذالک الوقت

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک روز دوپہر
کو خواب میں حضرت رسول خدا صلعم کو دیکھا کہ آپ ننگے سر ہیں اور آپ کے سر کے بال پریشان ہیں اور آپ
کے سر اور چہرہ پر غبار پڑا ہوا ہے اور آپ کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے میں نے عرض
کی یا حضرت میرے ماں باپ آپ پر نثار یہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا یہ حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے
آج برابر میں اس کو زمین سے اٹھا کر اس شیشی میں رکھنے کا کام کرتا رہا ہوں ابن عباس کہتے ہیں کہ میں اس
تاریخ کو شمار کرتا ہوں تو معلوم کرتا ہوں کہ اسی روز امام حسینؑ قتل

ہم نے شیعہ حضرات کے مسلک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"ان کی کن کن باتوں سے تعرض کیا جائے گا؟ ان کی تفسیر ہی الگ ہے جو قرآن کے گرد نہیں گھومتی ان کے مخصوص مسلک و نظریہ کے گرد گھومتی ہے۔ ازواج مطہرات کا اہل بیت میں داخل ہونا سرے سے ایسا مسئلہ ہی نہیں جس پر بحث کی جائے"

مریض کو خوش ذائقہ چیز بھی بد ذائقہ محسوس ہوتی ہے[16] ہمارا یہ حق صدر الافاضل صاحب کو بہت تلخ محسوس ہوا لیکن جو لوگ ازواج مطہرات کو محض اپنے مسلک کی بنا پر اہلبیت سے خارج کرنے کے لیے قرآن کو قرآن[17] کے خلاف استعمال کریں ان کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے کیا غلط لکھا ہے؟ صدر الافاضل صاحب اور شیعی علماء اسی تکنیک سے کام لیتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں جناب مدیر اصلاح نے مزید لکھا ہے۔

"دنیا جانتی ہے کہ شیعہ محمد و آل محمدؐ کے پیرو ہیں انھوں نے ایرے غیرے لوگوں کے دامن سے متمسک ہونے کے بجائے اہلبیت کے دامن سے تمسک اختیار کیا جن کے گھر میں قرآن نازل ہوا۔ شیعوں نے قرآن مجید کی تفسیر میں جو کچھ لکھا وہ آل محمدؐ کے ارشادات کے مطابق اور ان کے فرمودات کی روشنی میں لکھا کیونکہ اہل البیت ادری بما فی البیت گھر والے گھر کی بات کو زیادہ جانتے ہیں۔"

بس یہ ہے شیعہ مذہب کا مرکز و محور نہ قرآن مجید عالمگیر خدائی تعلیم و ہدایت ہے اور نہ اس پر تمام مسلمانوں کا

---

[16] جلے ہماری تحریر آپ کو کڑوی کسیلی معلوم ہوتی مگر ہٹتے تو حافظ صاحب آپ ہی کے علماء کی عبارتیں پیش کر دی تھیں اگر وہ آپکو بد ذائقہ معلوم ہوں تو اپنے علماء کو الزام دیجئے کہ کیوں اپنی کتابوں میں ایسی باتیں لکھ گئے ہیں جن کو پڑھ کر آپکے منہ کا مزا کڑوا ہو جاتا ہے۔

[17] کیا فرماتے ہیں آپ خود حضرت پیغمبر خداؐ کے متعلق جنھوں نے ام المومنین جناب ام سلمہ کو اہلبیت میں داخل ہونے نہ دیا تھا یہ کہکر کہ انک علی خیر (جامع ترمذی ص ۳۹۳ و ص ۲۶۷ و ص ۱۷۶) کیا معاذ اللہ پیغمبر نے قرآن کی خلاف ورزی نہیں کی کہ قرآن تو ام سلمہ کو بحیثیت زوجہ پیغمبر اہلبیت میں داخل قرار دے اور پیغمبر انھیں داخل ہونے سے روکیں حافظ جی ہمارا مسلک ضد اور ہٹ دھرمی پر مبنی نہیں نہ قرآن و حدیث کی مخالفت پر نہ ہم نے کبھی قرآن کو قرآن کیخلاف استعمال کیا ان دونوں چیزوں پر جتنے مظالم ہوئے ہیں وہ آپ ہی لوگوں کی جانب سے آپ ہی لوگوں نے قرآن کی اپنی رایوں سے تفسیر کرکے اور حدیثیں وضع کر کے غیروں کو مواقع فراہم کر دیئے ہیں کہ وہ اسلام کو اپنی تضحیک و تمسخر کا نشانہ بنائیں جسکی مثال اسی آیۂ تطہیر کو لے لیجیے کہ آپ اس آیۂ تطہیر میں ان لوگوں کو زبردستی لانے کی کوشش کرتے ہیں جنھیں تطہیر کی ہوا بھی نہ لگی تھی جنکے متعلق قرآن کی نص ہے کہ فقد صغت قلوبکما جسکی تشریح کی ہے علامہ رازی نے مالت و انحرفت عن الحق اور حدیث کی یوں کہ آپکے یہاں کی مسلم الثبوت حدیث بتاتی ہے کہ پیغمبر خدا نے جناب ام سلمہ کو چادر تطہیر میں داخل نہ ہونے دیا جناب [illegible] صاف فرماتے ہیں [illegible] صحیح مسلم اگر آپ اس کو زبردستی ازواج کو اہلبیت میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں [illegible] آپ لوگوں سے [illegible] ہم تو یہ کہتے ہیں کہ قرآن آل محمد

یکساں حق ہے شیعہ حضرات کے نزدیک قرآن مجید اور اسلام سب کچھ آل محمدؐ کی اپنی گھریلو چیز ہے یہ کتنا غلط اور بے حقیقت عقیدہ ہے آل محمد کے متعلق۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ حضرات آل محمدؓ اس مسلک سے بالکل بری ہیں۔ خود قرآن مجید اس مسلک کی تردید کرتا ہے، ملاحظہ ہو۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ بلاشبہ اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ انھیں میں ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا وہ ان کو خدائی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

دیکھا آپ نے قرآن کیا بتاتا ہے اور شیعہ حضرات کا عقیدہ و مسلک کیا ہے۔ رسول اللہ صلعم کی بعثت عام ہے قرآن تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے آنحضرت نے تمام صحابہ کو قرآن پڑھ پڑھ کر سنایا۔ ان کا تزکیہ کیا ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دی اور شیعہ حضرات قرآن کو آل محمدؐ کی گھریلو چیز بتاتے ہیں۔ ان کے نزدیک باقی صحابہ بے غیر ہیں ان کو قرآن کی تفسیر کا حق ہی نہیں۔ یہ کون حضرات ہیں جو آغاز اسلام میں مسلمان ہوئے اسلام کے لیے سختیاں جھیلیں ترک وطن کیا جنگیں کیں۔ بعثت نبوی کی ابتدا سے براہ راست حضور سے اکتساب فیض کرتے رہے جب آل محمدؐ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اگر اہل البیت ادری بما فی البیت صحیح ہے تو یہ واقعہ ہے کہ قرآن حضرت حسنین کے گھر میں نہیں حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کے گھر میں رسول اللہ پر نازل ہوا اور اس سے ثابت ہو گیا کہ اہل البیت ازواج مطہرات ہیں (باقی معرکہ آرا بحث آئندہ اشاعت میں)۔ ماہنامہ انوار اسلام۔ رامنگر ضلع بنارس۔

ماہ جنوری ۶۷ء ص ۱۲ تا ۱۳

کے گھر میں نازل ہوا اور شیعوں نے قرآن کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے آل محمد کے ارشادات کے مطابق اور ان کے فرمودات کی روشنی میں لکھا ہے کیونکہ اہل البیت ادری بما فی البیت گھر والے گھر کی بات کو زیادہ جانتے ہیں اور آپ اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ نہ قرآن مجید عالمگیر خدائی تعلیم و ہدایت ہے اور نہ اس پر تمام مسلمانوں کا یکساں حق ہے۔ عالمگیر خدائی تعلیم و ہدایت ہونے اور اس پر تمام مسلمانوں کا یکساں حق ہونے کا مطلب یہ تو نہیں کہ ایرے غیرے سبھی کو اس کی تفسیر و تشریح کرنے کا حق مل جائے۔ آپ قرآن کے مطالب بیان کرتے وقت صحابہ کی روایات کا سہارا لیتے ہیں اپنی جی سے کسی آیت کا مطلب بیان نہیں کرتے آخر آپ خود بھی تو مسلمان ہیں کسی آیت کی اپنے جی سے کیوں نہیں تفسیر کر لیتے اسی لیے تو کہ صحابہ پیغمبر کے زمانہ میں موجود تھے انھوں نے پیغمبر سے کلام الٰہی کے معانی و مطالب کا استفادہ کیا تھا تشریحات معلوم کی تھیں پھر ان صحابہ میں بھی دو قسم کے تھے۔ ایک وہ جو گاہے ماہے پیغمبر کی صحبت میں باریاب ہوتے دوسرے وہ جن کے اوقات کا زیادہ حصہ پیغمبر کی صحبت میں گزرتا تھا ...... ان صحابہ کے اقوال کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے جو پیغمبر کی صحبت میں زیادہ رہا کرتے کیونکہ ان کو پیغمبر سے استفادہ کے زیادہ مواقع حاصل تھے۔ اس طرح ہم آل محمد کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ وہ پیغمبر کے گھر والے تھے انھیں کے گھر میں قرآن اترا تھا وہ رسول کی آغوش میں پلے

بڑھے تھے اور رسول کی رحلت تک کسی لمحہ بھی آپ سے جدا نہ ہوئے تو ان کے بتائے ہوئے معانی و مطالب زیادہ صحیح ہوں گے۔ بہ نسبت دوسرے افراد کے جنھیں ان کے جیسی وابستگی پیغمبر سے ہرگز حاصل نہ تھی یہ حقیقت ایسی واضح و نمایاں ہیں کہ جسے ذرا بھی فہم و دانش سے واسطہ ہوگا انکار کر ہی نہیں سکتا۔ اس سلسلہ میں مولوی شبلی صاحب کا فقرہ یاد دلانا مناسب ہوگا جو انھوں نے ابن تیمیہ کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

"ابو حنیفہ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ و حدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں شیعہ و سنی دونوں نے مانا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت تھا۔ امام صاحب نے ان کے فرزند رشید حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابو حنیفہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام کے معاصر اور ہمعصر تھے اس لئے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے امام ابو حنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل و کمال میں ان کو حضرت جعفر صادق سے کیا نسبت! حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیت کے گھر سے نکلے و صاحب البیت ادری بما فیھا

(سیرۃ النعمان مطبوعہ آگرہ صفحہ ۴۵)

۱۹ قرآن اور خدائی تعلیم و ہدایت سے آل محمد صلعم کا بعینہ وہی تعلق تھا جو خود حضرت محمد مصطفٰی کو حاصل تھا یہ حضرات شریک نبوۃ تو نہیں شریک کار رسالت ضرور تھے۔ اسلام کی تبلیغ اور اعلائے کلمہ حق میں برابر کے ساتھی اگر یہ بات نہ ہوتی تو جس وقت حضرت ابو بکر سورہ برات لیکر مکہ گئے تھے آیت اتر کر سختی سے ممانعت نہ کر دیتی کہ لایبلغھا الا انت او رجل منک اور حضرت ابو بکر راستہ سے واپس بلا نہ لئے جاتے حافظ صاحب ذرا انصاف سے کہئے تو کہ آخر حضرت ابو بکر کا سورہ برات لے کر مکہ جانا قدرت کو کیوں نا منظور ہوا جب سبھی اس خدائی تعلیم و ہدایت میں شریک تھے تو کیوں قدرت نے اتنی سی بات نہ گوارا کی کہ حضرت ابو بکر سورہ برات لیکر جائیں۔ کیوں قدرت نے سختی سے پیغمبر کو ہدایت کی لایبلغھا الا انت او رجل منک اس سورہ کو یا تو تم پہونچا سکتے ہو یا وہ جو تم سے ہو۔

۲۰ حافظ صاحب کو پتہ نہیں آل محمد صرف حضرات حسنین ہی نہیں بلکہ اس کے اولین فرد علی و فاطمہ ہیں وہ علی جو سب سے پہلے رسول اللہ پر ایمان لائے اور اس وقت پیغمبر کے ساتھ انھوں نے نماز پڑھی تھی جب سب صحابہ بتوں کی پرستش میں مصروف تھے۔

۲۱ اب مطلب کھلا کہ حافظ صاحب کو آیہ تطہیر کے ازواج کے متعلق ہونے پر کیوں اتنا اصرار ہے اصل میں وہ حضرت عائشہ و حفصہ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اور قول خداوند عالم فقد صغت قلوبکما کی لیپاپوتی چاہتے ہیں آخر حضرت عائشہ و حفصہ بھی پیغمبر کی بیویاں نہیں تھیں اور یہی تو ازواج تھیں اگر قرآن ازواج ہی کے گھر میں نازل ہوا تو عائشہ و حفصہ کی تخصیص کیسی

مکتوباتِ پیغمبرؐ

(۱۱) آں حضرتؐ کا مکتوب نجاشی دوئم کے نام

ھذا کتاب من النبیؐ الی النجاشی عظیم الحبشۃ - سلام علی من اتبع الھدیٰ و
اٰمن باللہ و رسولہٖ وشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ لم یتخذ صاحبۃ
ولا ولداً وان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ وادعوک بدعایۃ اللہ فانی (انا) رسولہ فاسلم
تسلم یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک
بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون
فان ابیت فعلیک اثم النصاریٰ من قومک۔

"یہ کتاب خدا کے نبی کی طرف سے ہے نجاشی بزرگ حبشہ کے نام۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اسکی گواہی دے کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے وحدہٗ لاشریک کے جس نے اپنا ساتھی کسی کو نہیں بنایا اور نہ کوئی بچہ پیدا کیا۔ اور یہ کہ محمد خدا کے بندے اور اُسکے رسول ہیں۔ میں تمھیں خداوند عالم کی وحدانیت کی طرف دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اسکا رسول ہوں۔ اسلام لاؤ سلامت رہو گے۔ اے کتاب والو! آؤ ہم سب ایک ایسی حقیقت پر متفق ہو جائیں جو ہمارے تمھارے درمیان یکساں ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کے بندے نہ بنیں، کسی کو اسکا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا اپنے میں سے کسی کو اپنا آقا نہ سمجھیں اگر وہ لوگ روگردانی کریں تو اُن سے کہہ دو کہ گواہ رہنا ہم مسلمان ہیں! اور اگر تم نے انکار کیا تو تمھاری قوم کے تمام نصاریٰ کے گناہوں کا بار تمھارے سر ہوگا۔" (سیرت زینی دحلان برحاشیہ سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۶۹، مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۶۲۳ بدایہ و نہایہ جلد ۳ صفحہ ۸۳ ، دلائل بیہقی وغیرہ)

اس خط میں اور اس خط میں جو نجاشی اول کے نام آنحضرت نے لکھا تھا بہت واضح فرق ہے نجاشی اول کے خط کی ابتدا آں حضرتؐ نے سلام علیک سے کی تھی اور اس خط کی ابتدا اسلام علی من اتبع الھدیٰ سے کی ہے اُس خط کو السلام علی من اتبع الھدیٰ پر ختم کیا ہے اور اس خط کو فان ابیت اگر تم انکار کرو گے۔" پر ختم کیا ہے۔

(۱۲) حارث بن ابی شمر کے نام حضرتؐ کا مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی الحارث بن ابی شمر [illegible]

علیٰ من اتبع الهدیٰ و آمن به و صدق و انی ادعوک ان تومن بالله وحده لا شریک له یبقی ملکک۔

(سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۲۸۶، سیرۃ نبویہ زینی دحلان برحاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۸۰، اعیان الشیعہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۲، تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۴، تبصرۃ الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۰، مواہب لدنیہ جلد ۳ صفحہ ۴۰۴، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۲۸۹ وغیرہ)

حارث بن ابی شمر غسانی شاہان غسان سے تھا۔ تاریخ کامل طبری، کتاب التنبیہ والاشراف، مروج الذہب مسعودی، سیرۃ حلبیہ، سیرۃ زینی دحلان، اسد الغابہ، اصابہ، طبقات وغیرہ میں مذکور ہے کہ پیغمبر صلعم نے یہ خط حارث بن ابی شمر کو لکھا اور اصابہ میں طبرانی سے منقول ہے کہ یہ خط منذر بن حارث کے نام لکھا گیا۔ ایسا ہی تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۴ پر بھی ہے۔

غسّان بروزن شدّاد۔ قبیلہ قحطان کی شاخ قبیلہ ازد کا ایک خاندان تھا۔ یہ لوگ یمن میں رہتے تھے۔ سد مآرب کے قریب ایک چشمہ غسان نام کا تھا اسی کا پانی پیتے اسی سبب سے اُن کا نام غسان پڑ گیا۔ جب سد مآرب ٹوٹ گیا تو یہ لوگ یمن سے جلاوطن ہو کر شام چلے آئے اور وہاں کے عربوں کو زیر کر کے اُنھوں نے غسانی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ یہ لوگ قیصر کے باجگذار ہوا کرتے ان کے بادشاہوں کی تعداد کسی نے ۳۲ لکھی ہے کسی نے کم ان کی سکونت جولان اور یرموک کے درمیان تھی۔ (دائرۃ المعارف، معجم البلدان، لباب ابن اثیر، نہایۃ الارب، مروج الذہب، العرب قبل الاسلام جرجی زیدان)

بحث تاریخی

جس دن پیغمبر خدا نے دیگر بادشاہوں کو خطوط لکھے تھے اُسی دن آپ نے حارث بن ابی شمر کو بھی شجاع بن وہب[1] کے ذریعہ خط روانہ کیا۔ شجاع مدینہ سے چلکر شام پہونچے ان کا بیان کہ میں غوطہ (دمشق کا بیحد سرسبز و شاداب گاؤں) پہونچا۔ حارث ان دنوں قیصر کے خیر مقدم کی تیاریوں میں مصروف تھا میں اسکے دروازہ پر دو یا تین دن ٹھہرا رہا، میں نے اُس کے حاجب سے کہا کہ میں حضرت رسول خدا کا خط لے کر حارث کے نام آیا ہوں، حاجب نے کہا حارث سے ملاقات تو تم سے اسی دن ہی ہو سکتی ہے جبکہ وہ اپنے محل سے باہر نکلے گا۔ یہ حاجب رومی تھا اور مری اسکا نام تھا یہ برابر مجھ سے حضرت رسالت مآب کے حالات پوچھا کرتا ان کی تعلیمات و ارشادات دریافت کرتا اور میرے بتانے پر اتنا متاثر ہوتا کہ رونے لگتا اور کہتا کہ میں نے انجیل پڑھی ہے اور اس میں تمام صفات اُس نبیؐ کے پاتا ہوں۔ میں اُن پر ایمان لاتا ہوں اُنکی تصدیق کرتا ہوں۔ لیکن حارث سے مجھے خطرہ ہے کہ اگر اُسے معلوم ہو جائے گا تو مجھے قتل کر ڈالے گا۔ یہ دربان میری بڑی عزت و توقیر اور مہمانداری کرتا اور حارث کے متعلق بتاتا کہ اس سے توقع رکھنا فضول ہے وہ قیصر سے ڈرتا ہے۔

حارث ایک دن باہر نکل کر دربار میں آیا اور مجھے اندر آنے کی اجازت دی میں نے پیغمبرؐ کا خط اسکے حوالہ کیا اُس نے خط پڑھکر پھینکدیا اور (چونکہ آں حضرتؐ نے خط میں لکھا تھا کہ تم اسلام قبول کر لوگے تو تمھاری سلطنت باقی رہے گی) کہنے لگا میری سلطنت کون مجھ سے چھین سکتا ہے۔ میں جلد ہی اُن پر چڑھائی کروں گا اگر وہ یمن میں ہوتے تو بھی جاتا۔ اسکے بعد اُس نے لوگوں کو طلب کیا اسکے بیٹھے ہی بیٹھے فوجی دستے ایک ایک کر کے پیش ہوئے گھوڑوں کی نعلبندی ہو گئی پھر اُس نے مجھ سے کہا اپنے آقا کو جا کر اس سپاہ و لشکر کی خبر دیدینا اور کہہ دینا میں جلد ہی اُن تک آنے والا ہوں۔

حارث نے قیصر کو خط لکھ کر ان تمام واقعات کی خبر دی اتفاق یہ کہ دحیہ جو قیصر کے نام پیغمبرؐ کا خط لیکے گئے تھے وہ ابھی قیصر ہی کے پاس مقیم تھے جب حارث کا خط قیصر کو ملا تو اُس نے لکھا تم ادھر کا رُخ نہ کرو اور آ کر مجھ سے مقام ایلیا میں ملو

(باقی آئندہ)

[1] شجاع بن وہب قدیمی اسلام لانے والوں میں ہیں اُنکی کنیت ابو وہب تھی اُنھوں نے پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی دوسری مدینہ کی طرف

قصیدہ

(از رشحات خامہ جناب باسط حسن صاحب ماہر لکھنوی)

مبارک میکشو پھر عہد تجدید وفا آیا — وہ سوئے میکدہ مغرب سے بادل جھومتا آیا

جگہ ملتی نہیں اب پارسائی کو ٹھہرنے کی — گرا کر برق توبہ کے نشیمن پھونکتا آیا

مری ترسی ہوئی آنکھوں کے پیمانے چھلکتے ہیں — فضاؤں سے مئے دو شتاب برساتا ہوا آیا

کوئی جلووں میں کھویا ہے کوئی چھپ چھپ کے پیتا ہے — جو زاہد تھے انھیں کو نام لیکر پلا آیا

تصور میں ترے ساقی نظر گلشن پہ جب ڈالی — پیالے سامنے ہر پھول چھلکاتا ہوا آیا

نہ تھا آپے میں دل جب تک رہ رہ کر کھٹکتی تھی — گھٹا جب کھل گئی گھر کر تو ہوش آیا تو کیا آیا

کمال عشق ہے بیہوش ہو کر ہوش میں رہنا — بڑھی جب حد سے ہشیاری تو دیوانہ بنا آیا

لپٹنا اُن کے دامن سے تڑپنا ان کے قدموں پر — مری دیوانگی کا آج مجھ کو بھی مزا آیا

کہوں کیا قصہ لیلیٰ و بہار جادۂ اُلفت — کہیں ہنسنا پڑا مجھ کو کہیں آنسو بہا آیا

سُنا سارا ورتو کوئی نہ نکلا تیرے کوچے میں — در و دیوار کو افسانۂ ماضی سُنا آیا

مجھے بھی قصۂ آغاز الفت یاد آیا ہے — تمھاری بزم سے جب بھی کوئی ہنستا ہوا آیا

زمانہ ہو گیا روتے ہوئے راہِ محبت میں — تمھیں بتلاؤ اب اشکوں میں کچھ رنگ بقا آیا

خریدار وفا کوئی نہ نکلا صحن عالم میں — زمانے بھر کو میں جنس وفا جا کر دکھا آیا

بنا کب راز دار دل بالآخر ان کی محفل میں! — مرا آنسو مجھے میری نگاہوں سے گرا آیا

تمھارا منتظر آنکھوں کے آنسو پی کے کیا کرتا — تمھاری رہگذر میں دور تک شمعیں جلا آیا

سنواری تو بہت شکل فنا سارے زمانے نے — مگر پھر بھی نہ اک مجھ کو بھی رنگ بقا آیا

محبت سے تری حاصل ہوا رتبہ شہادت کا — میں فانی تھا زمانے میں مجھے باقی بنا آیا

وہ میکش جنکی خلقت فاضل طینت سے ہونا تھی — ازل ہی میں انھیں صہبائے ایمانی پلا آیا

طواف کعبہ کرتے دیکھ کر میری نگاہوں کو — ہنسی دیوار کی کہنے لگی خیبر گشا آیا

قسیم ایماں کی کعبہ میں عجب معجز نما آیا — کوئی سمجھا امام آیا کوئی سمجھا خدا آیا

یہی وہ نور ہے جو حصہ دار نور اول ہے — یہی پیشانیٔ آدم کو ماہر جگمگا آیا

یقیں آتا نہیں تو آؤ چل کر نوح سے پوچھو — یہی طوفان میں کشتی کنارے سے لگا آیا

یہی عنوان بیعت ہے یہی عنوان خلت ہے — کہیں گلشن کھلا آیا کہیں بجلی گرا آیا

جمال دید کی منزل بنا کر طور سینا کو — پئے چشم بصیرت سرمۂ عبرت بنا آیا

مرا دل چاہتا ہے حضرت ابراہیم سے پوچھوں — دہکتی آگ میں یوں کون گلبوٹے کھلا آیا